بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (القرآن)

علم تصوف و طریقت کے موضوع پر مشتمل کتاب مستطاب

تربیۃ السالکین

تصنیف لطیف

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت علامہ سید احمد علی شاہ نقشبندی سیفی مدظلہ

اردو ترجمہ

حضرت علامہ مفتی سید محمد منور شاہ نقشبندی سیفی

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی تعمیر کالونی کراچی

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

علمِ تصوف و طریقت کے موضوع پر مشتمل کتابِ مستطاب

تربیۃ السالکین

تصنیفِ لطیف

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

حضرت علامہ سید احمد علی شاہ نقشبندی سیفی

مہتمم و مفتی جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

اردو ترجمہ

حضرت علامہ مفتی سید محمد منور شاہ نقشبندی سیفی

مہتمم دار العلوم حنفیہ نقشبندیہ مبارکپور تیرنگ شموزئی سوات

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رح

بالمقابل پٹرول پمپ والی گلی فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن کراچی

الاعتذار

الحمد لولیه والصلوٰۃ علی نبیه وعلی اله واصحابه المتا دبین بادابه

اما بعد!

زیرِنظر کتاب ''تربیت السالکین'' حضرت علامہ پیر طریقت سیدی و مرشدی سید احمد علی شاہ نقشبندی سیفی دامت برکاتہم العالیہ کی وہ بلند پایہ تصنیف ہے جو علم طریقت وحقیقت میں مینارۂ نور ہے۔ حضرت موصوف دامت برکاتہم العالیہ نے یہ کتاب اپنی مادری زبان پشتو میں تصنیف فرمائی تھی۔ لیکن حالات کے تقاضا کے مطابق حضرت سیدی و مرشدی نے بندۂ ناچیز کو اس کے اُردو ترجمہ کرنے کا حکم فرمایا۔ بندہ نے حکم کی تعمیل بسر وچشم قبول کی اور اپنی طاقت کے مطابق اُردو ترجمہ کیا۔ لیکن بندۂ ناچیز کی زبانِ مادری بھی پشتو ہے۔ اس لئے ترجمہ میں اگر اُردو ادب، گرامر وقواعد کا لحاظ نہ کیا گیا ہو تو اس کی طرف توجہ والتفات نہ فرمائیں بلکہ مقصود یعنی معنیٰ کی طرف ذہن کو متوجہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اس سعی ضعیفہ کو شرف قبولیت عطا فرما کر دارین کی عزت وشرافت کا وسیلہ بنائے۔

المعتذر

الفقیر السید ابوالمبارک محمد منور شاہ نقشبندی
خادم العلم فی الجامعۃ الحنفیۃ النقشبندیہ
شموزئی، سوات

۲۹/رمضان ۱۴۲۱ھ عند الاعتکاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَذَّبَ قُلُوْبَ الْعَارِفِیْنَ اِلٰی جَنَابِہٖ. وَاَحْرَقَ صُدُوْرَ الْعَاشِقِیْنَ بِاِسْتِمَاعِ کِتَابِہٖ. وَعَجَزَتْ اٰرَآءُ الْعُقُوْلِ عَنْ اِدْرَاکِ کُنْہِ ذَاتِہٖ. وَتَحَیَّرَتْ اَفْھَامُ الْفُحُوْلِ فِیْ مَعْرِفَۃِ صِفَاتِہٖ. وَ خَلَقَ نَوْعَ الْاِنْسَانِ وَاَوْدَعَ فِیْہِ جَمِیْعَ مَا فِیْ مَکْنُوْنَاتِہٖ. وَشَرَّفَہٗ وَ کَرَّمَہٗ عَلٰی سَائِرِ الْعَالَمِیْنَ بِخِلَافَتِہٖ. وَرَفَعَ دَرَجَاتِہٖ اِلٰی اَوْجِ الْقُرْبِ وَاَقْصٰی غَایَاتِہٖ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی اَشْرَفِ مَخْلُوْقَاتِہٖ. وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ کَانُوْا اَئِمَّۃَ الْحَقِّ وَوَلَاتِہٖ. وَعَلٰی اَوْلِیَائِہِ الَّذِیْنَ تَمَسَّکُوْا سِیْرَتَہٗ فِیْ جَمِیْعِ حَالَاتِہٖ.

اَمَّا بَعْدُ

حسد کے نقصانات

یہ تقریر اس بارے میں ہے کہ اگر مرید کے ظاہر یا باطن میں اپنے پیرومرشد کے ساتھ حسد یا بدظنی پیدا ہو جائے تو یہ مرید کے لئے نقصان دہ ہے۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”ایا کم و الحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاء کل النار الحطب“ (ابوداؤد)

حسد ایک جامع نام ہے جو تمام خباثتوں کے لیے جامع ہے۔ تمام گناہ، نفس و شیطان کی متابعت اس حسد میں جمع ہے۔ یہ جڑ ہے اور باقی تمام گناہ اس کی شاخیں ہیں۔ مگر نام صرف الگ الگ ہے۔ اور یہ تمام کے تمام باطنی امراض ہیں۔ انسان کی روح پر اور انسان کے دل پر حجابات اور تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں۔ ان باطنی تاریکیوں کا ظہور انسان پر ظاہر ہوا ہے جیسا کہ اقوال وافعال۔ اور یہ حسد ان تمام کی جڑ ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ تکبر

غرور، انانیت، نفسانیت یعنی نفس پرستی۔ کینہ، حسد، ضدیت، عداوت۔ بدگمانی، تخفیف، نفرت، بغض، بداخلاقی، بدنیتی، قہر، غصہ، فحش گوئی، نافرمانی وغیرہ۔ حسد انسان کے دل میں بدیقینی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

جب شیطان ابلیس علیہ اللعنۃ نے عرش پر **لا الـه الا الـله محمد رسول الله** لکھا دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر اس ظالم کو یہ یقین نہ آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب اور محبوبِ خاص ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عالم کے ظہور کے لیے منشاء ہیں۔ بلکہ شیطان کے دل میں بدیقینی پیدا ہوئی۔ اور اس وجہ سے اس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس حسد کی وجہ سے شیطان کے دل پر کالا داغ (دھبہ) بن گیا۔ کیونکہ اس نے یقین محکم سے اور حقیقی نظر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی طرف نہ دیکھا تو اس خباثت کے اثر سے اس کے دل پر حسد کا حجاب چھا گیا۔ اگرچہ ظاہراً عبادت کرتا تھا اور عبادت کی تھی۔ فرشتوں کو خبر نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کو علم تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں جلوہ گر فرمایا اور یہ نور اللہ تعالیٰ کے نور سے تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ظاہراً حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانیِ مبارک میں وہ حقیقی نور مبارک دیکھا اور بغیر کسی مصلحت کے سجدے میں گر گئے اور حکم خداوندی میں ذرہ برابر تامل نہ کیا۔ یعنی سستی نہ کی اور اس ملعون کے دل پہ حسد کا پردہ پڑا ہوا تھا بوجہ بدگمانی اور بدیقینی کے۔ تو اس ملعون نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا یعنی حق نہ دیکھا اور اندھا ہو گیا تو حکمِ خداوندی کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرتا۔ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسمِ اطہر کو مٹی، کیچڑ اور انتہائی پستی میں سمجھا اور اپنے آپ کو بہتر دیکھا۔ یعنی اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے بلند و اعلیٰ سمجھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر

جانا اور یہ بات اس لعین کی زبان پر بھی آئی اور اپنی بلندی اور حضرت آدم علیہ السلام کی پستی بیان کی۔ ان کی مذمت کی اور اپنی مدح سرائی کی۔ تو فرشتوں کو معلوم ہوا کہ یہ وہی ملعون، نافرمان، حاسد اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم میں ایک ملعون ہوگا۔

اس وقت تک یہ ظالم یہ تمیز بھی نہ کر سکا کہ میرے دل پر ایک تاریکیوں کا حجاب پڑا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے میں لعنتی ہو جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کا دشمن بنوں گا۔

لیکن کیا اس پر یہ ظاہر ہوا؟ ہاں اس وقت جب اس نے سجدہ نہ کیا۔ اور یہ لعنتی ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جھڑکا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرمانبردار دوستوں کا دشمن ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اور ساری مخلوق میری دشمن ہے۔ (نعوذ باللہ)

اس وقت سے اس ملعون نے یہ قسم کھائی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر کہ میں قیامت تک اس کے دوستوں کو لعنتی اور اللہ تعالیٰ کا دشمن بناؤں گا۔ اور اسی طرح مخلوق (انسانوں) کو اللہ تعالیٰ کا نافرمان بناؤں گا۔ حقیقت میں یہ تمام مخلوق کا دشمن ہے اس لیے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا دشمن بناتا ہے۔

کسی عقلمند نے کہا ہے۔ کہ حکیم وہی ہے جس پر گزرا ہو (تجربہ ہو) یعنی مرض وہ شخص جانتا ہے جس پر خود مرض آیا ہو۔ تو انسان کو اس مرض حقیقی سے خبر نہیں جیسا کہ شیطان کو شروع میں خبر نہ تھی۔ لیکن جب شیطان کو خبر ہوئی اور یہ مرض اس پر آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اصلی ہلاکت کے لیے بھی یہی مرض کافی ہے اور یہ مرض بھی خاص ایک چیز سے بنا ہے۔ اور یہ تمام گناہوں کے امراض کا مجموعہ ہے۔ کہ اس ذریعے گذشتہ تمام نیکیاں تباہ و برباد ہوگئیں۔ جیسے کہ میری نو لاکھ سال کی عبادت برباد ہوگئی۔ اور آئندہ کے لئے بھی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی۔ جیسا کہ مجھے ہمیشہ کیلئے نیکی کرنے سے اور نیکی کی قبولیت سے اور اپنی رحمت

سے محروم فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ تو شیطان نے سوال کیا۔ کہ یا اللہ تعالیٰ تو نے مجھے ملعون اور دشمن بنایا مگر میرا ایک سوال قبول فرما تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تو شیطان نے کہا مجھے انسان کے بدن میں خون جیسی چلن عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ سوال قبول فرمایا تو اسی دن سے شیطان انسان کے بدن میں خون کی طرح چلتا رہتا ہے اور اپنا مقصد پورا کرتا ہے اور انسان کو ایسے مرض میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جس میں خود مبتلا ہو کر ہلاک ہو گیا تھا۔ جو بدیقینی اور حسد ہے جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ کرتا ہے۔ جس سے انسان کے دل پر ایک داغ اور حسد کا پردہ پڑتا ہے۔ خدانخواستہ جب حسد اور بدیقینی کا پردہ شیطان کے وسوسوں سے انسان کے دل پر آتا ہے تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کے دوستوں، محبوبوں، بزرگوں، مومنِ کامل، متقیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ یہ بزرگ ہستیاں ان حاسدوں کو اپنے آپ سے بھی ذلیل نظر آتی ہیں۔ اور خود کو ان سے اونچا جانتے ہیں۔ تو جب سے انسان کے دل پر یہ حجاب آتا ہے اور نفاق کا یہ کالا داغ بن جاتا ہے تو اس کے جسم میں یہ روحانی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن کو تکبر، غرور، انانیت، نفس کی پیروی کرنا کہتے ہیں۔ یعنی اپنی رائے کو اپنے نفس پر نفس کی رضا سے اچھا جاننا۔ اسی طرح بدنیتی، کینہ، بغض، ضدیت، عداوت، مخالفت اور اس آزادی پر خوش ہونا جس کو اس کا نفس اچھا جانتا ہے۔ اسی طرح قہر، غصہ، فحش گوئی، کمینہ پن، بے ادبی علیٰ ہٰذ القیاس تمام بداخلاقی، اخلاقِ رزیلہ، مومنوں کو تکلیف دینا، چغلی، غیبت دوسروں کی مذمت بیان کرنا، مسلمانوں کو دھوکہ دینا، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، گالی دینا، منافقت کرنا، روبرو ایک جیسا ہونا پس پشت دوسرا رخ اختیار کرنا۔ ان تمام کو اخلاق رزیلہ کہتے ہیں۔ یہ تمام اسی حسد کی شاخیں ہیں۔ اور یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے یہ تمام شاخیں اسی جڑ سے انسان کے بدن میں پھیل گئیں۔ جس کی بنیاد ابلیس ملعون کی طرف سے آئی۔ وہ خود بھی اسی

وجہ سے ہلاک ہو گیا۔ اگر انسان میں تمام امراض ہوں تو وہ پورا شیطان ہے۔ اور اگر صرف حسد اور ضدیت کا پردہ انسان کے دل پر آئے اور اس نے اس پردہ کو چاک نہ کیا اور پردہ باقی رہا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی تمام نیکیاں تباہ و برباد جائیں اور آئندہ کیلئے اس کی نیکیاں قبول نہ ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ اس سے ہو سکے گی اور نہ قبول ہوگی۔ بلکہ یہ انسان بھی ابلیس کا نائب بن جائے گا۔ (نعوذ باللہ)

اے مسلمانوں! اگر تم اس زہریلی شاخوں کو کاٹنا چاہتے ہو اور نکالنا چاہتے ہو اپنے وجود کی ملکیت سے تاکہ دوبارہ نہ اُگے۔ اور وجود کی ملکیت اس سے صاف ہو جائے تو دل سے یہ کالا داغ پردہ اور حسد کا یہ داغ اور بدیقینی کو نکال دو تاکہ اس حقیقی نور کو اولیاء اللہ اور کاملانِ اُمت کے شیشے میں دیکھ لو۔ اور اسم ذات اور نفی اثبات کا یہ سبق ان بزرگوں سے صدق و اخلاص سے قبول کرلو جو حقیقت کی آری ہے تاکہ اس اخلاق رزیلہ اور بدیقینی کو ان آریوں سے کاٹ کر ریزہ ریزہ کرلو۔ اور حقیقت کی جھاڑو سے اپنے دل کے شیشے کو صاف کرلو تاکہ شیشے کی طرح صاف و شفاف ہو جائے اور نفاق کا کوئی گرد و غبار باقی نہ رہے۔ اس سے تم اپنے سینے میں اولیاء کے شیشے سے اپنے دل میں وہ حقیقی نور (سورج) دیکھ لو گے جو نوران اولیاء اللہ کے سینوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی شیشے سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

جب تمہارا سینہ اس نور سے منور ہو جائے تو اس کے بعد تم حق اور باطل میں تمیز کر سکو گے۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے طالب ہو جاؤ گے اور تمہاری روح اپنے مقصد کی طرف متوجہ ہو جائے گی اس کی مثال یہ ہے! کہ اندھیری رات میں جب ایک شخص ایک کمرے میں داخل ہوتا ہے تو صرف اتنا جانتا ہے کہ یہ کمرہ ہے اور مٹی یا سیمنٹ کا بنا ہوا ہے بلکہ اس میں بھی تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے مگر یہ صرف وہم ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک مشعل اس

کمرے میں روشن ہوتی ہے تو پورے کمرے کی پہچان اس کی بناوٹ اس کی الگ الگ چیزیں اچھی بری چیز، نفع اور ضرر، آرام و بے آرامی اور سہولت کی تمام اشیاء کا پتہ چل جاتا ہے۔اس کے بعد وہ اپنے مقصد اور فائدہ دینے والی آرام دہ اشیاء جو اس کے لئے ضروری ہوں اس سے کام لیتا ہے۔

اس طرح اے انسانوں تمہاری مثال اندھیری رات میں اس اندھیرے کمرے کی ہے اور تمہاری روح جو ایک حقیقی نور ہے وہ بھی اس تاریک پردے جیسی ہے۔تم صرف اتنا جانتے ہو کہ میرا بدن گوشت، ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے تم اپنے وجود معنوی کی شناخت بھی نہیں کر سکتے۔اور تم وہ اشیاء بھی نہیں جانتے جو تمہارے وجود کے گھر میں ہے جو تمہاری ذلت و ترقی، خیر و شر، فائدہ و نقصان، نفع و ضرر، سہولت و آرام کیلئے ہے۔اور یہ آبِ حیات کا چشمہ ہے تو اگر تم اس یقین و ہمت کی روشنی کو اپنے دل میں لانا چاہتے ہو تو اس اندھیرے کا غبار تمہارے دل سے ختم ہو جائے گا۔اور حقیقی نور کو روح کی آنکھوں سے دیکھ لو گے اور تمہارے دل میں یعنی باطن میں حقیقت کا وہ سورج روشن و متجلی ہو جائے گا۔جس کے ذریعے تم اپنے وجود کے کمرے میں وہ اشیاء دیکھ لو گے جو ذکر ہو چکی ہیں اور خود کو بھی پہچان لو گے اور اس کے بعد اپنے حقیقی مالک کو بھی پہچان لو گے اس لئے فرمایا:

من عرف نفسه فقد عرف ربه.

پیارے! یہ تمام محبت اچھی نیت اور اولیاء اللہ کے ساتھ اچھے یقین کے ذریعے پیدا ہوتی ہے۔ان کے ذریعے سب سے پہلے حسد کا خیال اور بدعقیدگی دل سے نکلتی ہے۔اور اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی اور عداوت کے بجائے تعلق اور محبت اور رابطہ پیدا ہو جاتا ہے۔

خدانخواستہ اگر یہ حسد، ضدیت انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اولیاء کرام کے لئے پیدا ہو جائے اور ان کو بدنظر سے دیکھے تو اسی طرح بن جائے گا جس طرح ابلیس اور اللہ

تعالیٰ کا دشمن اور ملعون بن جائے گا۔اس لیے کہ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

من عاد لی و لیافقد اذنته بالحرب.

جس نے اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کا دوست نہ جانا اور اپنے آپ سے بہتر نہ جانا اور ان کے ساتھ حسد کیا تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا جائز جانا۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فقد استحل محاربتی** ۔تحقیق اس نے میرے ساتھ جنگ کرنا حلال جانا۔تو جب اس نے جنگ کرنا حلال جانا تو میرے ساتھ جنگ کیلئے تیار رہے کیونکہ میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔"**فقد اذنته بالحرب**"تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑائی یہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں،اولیاء پر غیرت فرماتا ہے۔اور جو ان اولیاء اللہ کا مخالف ہوتا ہے اور ان کے ساتھ حسد کرتا ہے اور اپنے آپ سے کم تر جانتا ہے اور ان کی متابعت حق اور صحیح نہیں جانتا اور اپنی رائے ان کو اپنی طبیعت کے مناسب بہتر معلوم ہوتی ہے تو ان کی تمام نیکیاں اور آئندہ کی نیکیاں نیست و نابود فرماتا ہے۔اور دولت ایمانی سے محروم فرما دیتا ہے۔یعنی ایمان واپس لے لیتا ہے۔اور کافر،لعنتی اور ہمیشہ کے لئے دوزخی بناتا ہے۔جس طرح ابلیس کے ساتھ ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی جنگ کرنا ہے۔

اے مسلمانوں! سمجھو کہ حسد،بدگمانی،توہینِ اولیاء یہ شیطان ابلیس کی بنیادی شے ہے۔یعنی یہ اپنے وجود میں اسی بنیاد کو قائم کرنا ہے۔

یہ تمام مذکورہ باتیں حسد کی بنیاد ہیں۔اور ان تمام کی اصل بے محبتی ہے۔کیونکہ اگر ابلیس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فعل کو حقیقی محبت کی نظر سے دیکھتا اور اس بات پر ناراض نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی اپنے اسم مبارک کے ساتھ لکھا ہے۔یعنی یہ کلمہ کہ "**لاالہ الااللہ محمد**

رسول اللہ'' جو عرش بالا پر لکھا ہوا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت نہ تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ جس کی جس سے محبت ہوتی ہے تو اس محبوب کا ہر قول و فعل بھی محبوب ہوتا ہے بلکہ محبوب کا وطن، گلی کوچے بلکہ ان کے کتے سے بھی محبت ہوتی ہے۔ تو جب اپنے محبوب کے تمام متعلقین سے محبت ہوتی ہے تو کامیابی، رضا، دوستی اور مقصد کی طرف پہنچنے کے تمام راستے اور اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے راستے بھی کھلتے ہیں۔ اور یہی تمام راستے اخلاق رزیلہ کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ مجنوں کو لیلیٰ سے محبت تھی تو وہ خبیث کُتے کو بھی مجنوں لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے ایسا چومتا تھا جیسا کہ لیلیٰ کی ذات یعنی وہ خبیث پلید اور نجس کُتا بھی مجنوں کی نظر میں حقیر نہ تھا۔ تو اگر لیلیٰ کا کوئی قول و فعل ہوتا تو اس کے ساتھ مجنوں کو کُتے سے بھی زیادہ محبت ہوتی اگر چہ کہ مجنوں کے بدن کا خون ہوتا تو وہ بھی لیلیٰ کے فرمان سے مجنوں کو قبول ہوتا۔ جیسے کہ ایک دن مجنوں جنگل و بیابان میں تھا تو لیلیٰ نے مجنوں کیلئے دودھ مقرر کیا جسے کنیز لے جاتی۔ جب کنیز دودھ لے کر بیابان گئی تو راستے میں ایک چرواہا ملا کنیز نے مجنوں کے بارے میں پوچھا تو دودھ کی وجہ سے چرواہے نے کہا کہ میں مجنوں ہوں۔ اسی بہانے کنیز سے دودھ پی لیا۔ چند دن ایسا ہی معاملہ رہا۔ ایک دن لیلیٰ نے کنیز سے پوچھا کہ مجنوں میرے بارے میں کچھ کہتا بھی ہے یا نہیں؟ تو اس نے کہا کہ کچھ نہیں کہتا مگر جب دودھ پیتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ تو لیلیٰ کو کچھ شک سا ہوا کہ یہ تو مجنوں نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس کا امتحان لینا چاہئے۔ تو ایک دن دودھ کے ساتھ کنیز کو چھری بھی دی اور کہا کہ مجنوں سے کہو کہ لیلیٰ نے خون مانگا ہے۔ جب کنیز دودھ لے کر جنگل میں آئی اور چرواہے نے دودھ پی لیا تو کنیز نے کہا کہ لیلیٰ نے خون مانگا ہے اور چھری نکالی تو چرواہے نے کہا کہ میں خون دینے والا نہیں ہوں۔ خون دینے والا مجنوں دوسرا ہے میں تو دودھ پینے والا مجنوں ہوں۔ اس کو جنگل

میں تلاش کرو اور فوراً وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس حلمِ لیلیٰ کو ماننے کیلئے تیار نہ ہوا کیونکہ اس کی محبت صرف اپنے نفس سے تھی نہ کہ لیلیٰ سے۔ تو کنیز مجبور ہو کر جنگل کی طرف گئی تو مجنوں کو دیکھا کہ لیلیٰ کے غمِ محبت میں غمگین و پریشان تھا جب اس نے دیکھا تو اس کی طرف گئی اور پوچھا کہ مجنوں کہاں ہے؟ مجنوں نے کہا کہ کیا خدمت ہے اور کیا فرمان لائی ہے؟ کنیز نے کہا مجھے لیلیٰ نے بھیجا ہے اور چھری دی ہے کہ مجنوں سے خون لاؤ۔ تو مجنوں نے انتہائی محبت اور قربان ہونے کی نیت سے فوراً چھری لے لی اور کہا کہ کس عضو (اندام) کا خون مانگا ہے؟ تو کنیز نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں مگر خون مانگا ہے تو مجنوں نے اپنے بدن کے تمام اعضاء سے خون نکالا۔ یہاں تک کہ برتن بھر گیا۔ اور یہاں تک خون نکالتا رہا کہ بے ہوش ہو گیا۔ کنیز نے اس کے ہاتھ سے چھری لی۔

یہی محبت کی وجہ تھی کہ یہ ناجائز، نامناسب کام جو محبوب کا فرمان تھا سر آنکھوں پر قبول تھا۔ کیونکہ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ کوئی اس طرح کا کام کرے۔ کیونکہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ لیکن محبت کی ہمت ایک ایسی بے نظیر دولت، انعام اور وسیلہ ہے کہ عاشق و معشوق کے درمیان کبھی مخالفت نہیں آتی بلکہ ہر وہ حجاب (پردہ) اگرچہ کہ وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو جب عاشق و معشوق کے درمیان نافرمانی اور بے محبتی کا آتا ہے تو ان تمام حجابات کو عشق و محبت کے تیغ (تلوار) سے نیست و نابود کر دیتا ہے۔ اور عاشقِ محبّ اپنے محبوب و معشوق کے جائز و ناجائز کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ محبوب کا ہر جائز و ناجائز، حق و باطل سب کچھ اپنے محبوب کی طرف سے اپنے اوپر فرضِ عین جانتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے دوست کے سامنے اپنا آپ قربان کرنا بھی صحیح اور حق جانتا ہے۔ تو اگر ابلیس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی کیوں پسند نہ آتا؟ بلکہ اسمِ گرامی کو سر آنکھوں پر قبول کرتا اور انتہائی محبت ہوتی۔ کیونکہ ایک مجازی عاشق محبت میں ایسا صادق ہوتا ہے کہ

اپنے آپ سے بھی بے پرواہ ہوتا اور مجازی معشوق کی تمام اشیاء میں اسے اپنے محبوب کا چہرہ نظر آتا ہے۔ اور محبوب کی ہر وہ شے جو اگر چہ اس کیلئے ہلاکت کا سبب ہو مگر اس کو ایسی محبوب ہوتی ہے جیسا کہ معشوق کی ذات، جیسا فرہاد (عاشق) نے شیرین (معشوق) کی محبت میں پہاڑ میں سرنگ نکالی۔ یہاں تک کہ محبت کے جذبے میں اپنا سر دو حصے کر دیا اور جان دے دی۔ یہ مجازی عاشق تھے جو بہت گزرے ہیں۔

ایک پتنگا (پروانہ) جو ایک ادنیٰ اُڑنے والا کیڑا ہے شمع کی محبت اس کے دل پر ایسی نقش ہوئی ہے کہ اپنی ہلاکت سے بے پرواہ ہو کر شمع پر قربان ہوتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اپنا خیال کر کے خود کو بچا لے۔

معلوم ہوا کہ عاشق، محبت کرنے والا جب صادق ہوتا ہے تو اپنے محبوب کی کوئی چیز بھی اس کی نظر میں معیوب نہیں ہوتی۔ بلکہ معیوب چیزیں بھی بے عیب اور قبول ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ معشوق کی محبت اور متابعت میں اپنا وجود قربان کرنا بھی اسے صحیح اور حق نظر آتا ہے۔ جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام اپنے جسم مبارک سے گرے ہوئے کیڑے دوبارہ زخم میں رکھتے تھے تو یہ صرف ان کے دل میں محبت خداوندی تھی کہ یہ مرض منجانب اللہ میرے جسم پر مسلط ہوا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب یہ کیڑے میرے بدن پر مسلط ہوئے ہیں تو مجھے سر آنکھوں پر منظور ہے۔ اور میں اس کی یہ قدر کروں گا کہ یہ گرے ہوئے کیڑے واپس اپنے جسم میں رکھوں گا تا کہ مولا راضی ہو جائے اور ناراض نہ ہو۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کیڑوں کو یہ دعوت دینا کہ اپنے جسم میں واپس رکھوں فرض ہے۔

یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ کسی کتاب میں نہیں ہے کہ انسان کیڑے لے کر ان کو اپنا بدن کھلائے لیکن حقیقت مجاز کے در پردہ ہے۔ اور یہ عشق کے بے پایاں دریا سے ظہور میں

آیا اور معلوم ہوا کہ محبت اسی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ ابلیس کے فریب نے حضرت ایوب علیہ السلام پر کچھ اثر نہ کیا جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس محبت کا وسیلہ اور محبت کا جوہر تھا۔

اسی طرح نمرودیوں نے جب حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ نے نہ کسی سے سوال کیا اور نہ کسی کی مدد سے اپنے آپ کو بچانا چاہا۔ یہ صرف اور صرف حضرت ابراھیم علیہ السلام کی محبت اور عشق تھا جو کسی کو معلوم نہ تھا۔تو اس بات اور اس سخت ترین امتحان سے لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ عاشق اپنے محبوب خداوند تعالیٰ کی رضا پر آگ میں بھی کود جانا چاہتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ فکر اور تصور تھا کہ اگر میں آگ میں جا رہا ہوں تو میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہوں اور یہ آگ بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور امتحان بھی من جانب اللہ ہے۔تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کچھ مجھے سر آنکھوں پر منظور ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔تو اگر اللہ تعالیٰ میرے جلائے جانے سے خوش ہے تو مجھے منظور ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وجود کا آگ میں جلنے کو عیب نہ جانا اور قبول کیا تو جب نمرودیوں نے آگ میں ڈال دیا تو آگ گلزار بن گئی اور سب پر وہ محبت ظاہر ہو گئی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تھی۔

معلوم ہوا کہ عشق کا سبق عاشقوں سے سیکھا جاتا ہے۔ اور یہ عطائے الٰہی ہے۔ اگر بغیر جوہر محبت سے صرف علم ظاہری کے ذریعے حسد بے محبتی اور کینہ کے حجابات چاک ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف معرفت حاصل ہو سکتی تو ابلیس کے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ دیکھنے سے دل پر حسد کا اندھیرا نہ آتا۔ بلکہ اگر کچھ تھوڑی سی بھی محبت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی دیکھنے سے محبت ظاہر ہو جاتی۔ لیکن جب محبت نہ تھی تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک دیکھنے سے کینہ اور حسد پیدا ہو گیا، یہ ب

محبتی کا اثر ہے کہ ابلیس کی نظر میں بے عیب اور معصوم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم معیوب نظر آئے تو معلوم ہوا کہ بے محبتی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

اس کے بعد جب آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور آپ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو یہ بھی شیطان کو ایک عیب نظر آیا۔ اگر شیطان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کا جوہر ہوتا تو کیوں محبوبان خدا اسے معیوب نظر آتے اور کیوں اللہ تعالیٰ کے احکام نہ مانتا؟ اگرچہ شیطان نے لاکھوں سال عبادت کی تھی مگر جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص محبت نہ تھی اور دل میں عشق ومحبت کے جذبات نہ تھے تو وہ ساری عبادت اللہ تعالیٰ نے قبول نہ فرمائی۔ اور آخری انجام بہت خراب ظاہر ہوا۔ تو محبت ایک ایسا جوہر ہے جو انسان کو ہر قسم کا تابعدار اور غلام بناتا ہے۔ جیسا کہ اصحابِ کہف کے کتے کی ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کی تابعداری کی تو بغیر عمل کے جنت میں جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ عاشق محب کو اپنے محبوب کا کوئی بھی قول وفعل اگرچہ وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو معیوب نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کی تابعداری، فرمانبرداری اور اس کی خوشی میں اپنا آپ قربان کرنا، آگ میں ڈالنا بھی صحیح اور حق نظر آتا ہے اور سر آنکھوں پر قبول کرتا ہے۔

ایک عارف سالک نے فرمایا ہے۔ ترجمہ

اگر تو محبت کی کیمیا سے باخبر ہو جائے تو اس کے پیچھے آسیا تک سرگرداں ہو جائے
اگر دماغ اس پھول سے معطر ہو جائے تو بلبل کی طرح ہر وقت بولنا شروع ہو جائے
اگر محبت کا تیر دل میں پیوست نہ ہو جائے تو اس دنیا سے نامراد چلا جائے
اخلاص کی کشتی میں بیٹھ اے پیا بوبے کہ صحیح وسالم اس دریا سے پار ہو جائے
جب تک مجنوں کی طرح دل کا متاع نہ دے تو لیلیٰ کا واصل کبھی نہ ہو جائے
مقابلے کے میدان میں آجائے نازپرور کہ اپنے جاناں کے ساتھ واصل ہو جائے

ٹیڑھی دستارِ قلندری سر پر رکھ دے ایسا نہ ہو کہ ریا کے جبہ میں مبتلا ہو جائے
ساقی کے ہاتھ سے جام اخلاص سے لے لے فوراً رب کی رضا کا واصل ہو جائے یا نہ ہو جائے

محمد امین رب کے دربار میں دعا کرتا ہے
کہ محبت کے انگارے میں جل کر راکھ ہو جائے

عاشق صادق فرماتا ہے۔

مکتب حال دَ مذہب وائی عشق سیوادے لہ مذہبہ

ترجمہ:

عشق ایسا علم نہیں کہ مکتب سے حاصل ہو جائے۔

مکتب حالِ مذہب بیان کرتا ہے عشق مذہب سے بڑھ کر ہے۔

پیارے! عاشقوں کا مذہب ایک دریا بے پایاں ہے۔ تو جب تک دریا کی تہہ تک غوطہ لگانا نہ جانتا ہو تو یہ ظاہری تیرا کی یاقوت و مرجان نکالنے کیلئے کافی نہیں ہے جو بہت گہرائی میں ہیں۔ اسی لئے ظاہری عقلاء ظاہری معلومات کی وجہ سے ان جواہرات سے محروم ہیں، کہ ان کے دل میں محبت کی روشنی نہیں ہے۔ کہ اندھیروں سے آب حیات کے چشمے تک چلے جائیں اور دائمی زندگی کی دولت حاصل کرلیں۔ اسی لئے وہ صرف ظاہر دیکھتے ہیں اور باطن سے منکر ہیں۔ اور اپنی نظر میں اولیاء اور محبوبان خدا کے کلام کو معیوب، مخالف، بے مقصود لادینی، بے فائدہ سمجھتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ کے حقیقی انعامات اور رحمت سے محروم ہو گئے ہیں ان لوگوں کی اقتداء بھی شیطان کے پیچھے ہے۔

پیارے! اس لیے حدیث شریف میں آتا ہے۔

"سَیِدُ الاَعمَالِ اَلحُبّ فِي اللّٰه"

معلوم ہوا کہ محب عاشق کو اپنے محبوب کی ہر ادا، قول وفعل الرکہ مخلوق کی نظر میں

شرعاً ناجائز بھی ہو مگر عاشق کو صحیح اور حق نظر آتا ہے۔ اس لیے حسد کے پردے ہٹ جاتے ہیں۔ اس کے بعد کبھی بھی حسد، اخلاقِ رزیلہ اپنے دوست کے بارے میں ظاہر یا باطن میں کوئی مخالفت ان کے دل میں باقی نہیں رہتی۔ اور دل میں معرفت کے نور کا چشمہ ابدی زندگی کیلئے ظاہر ہو جاتا ہے۔ جس کے ذریعے موجود حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے وصل (قُرب) کے قابل بن جاتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ محبت ایک عجیب کیمیا ہے جس کے سامنے کوئی عیب نہیں آتا بلکہ حق اور ناحق سب حق ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مخلوق کی نظر میں ناحق اور ناجائز سب اس کی نظر میں جائز ہو جاتا ہے اور بے محبتی نجاست اور اندھیروں کی ایک ایسی جڑ ہے کہ اس کے ذریعے انسان کے دل میں فوراً حسد کی نجاست پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ایسی زہریلی گندگی پیدا ہو جاتی ہے کہ لاکھوں سال کی گذشتہ عبادات اور آئندہ کیلئے عبادات کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ جیسے کہ کنویں میں زیادہ پانی ہونے کے باوجود جب اس میں گندگی گرتی ہے اور چند دن بعد اسکا اثر پانی میں ظاہر ہوتا ہے تو اس پانی سے کی ہوئی عبادات گذشتہ اور ہونے والی عبادات غیر مقبول ہو جاتی ہیں جیسا کہ ابلیس کی بے محبتی کی وجہ سے حسد کی نجاست اور تکبر اس کے دل میں آگئی جو سجدے سے انکار کے ذریعے ظاہر ہوگئی تو سب کو معلوم ہو گیا کہ اس شیطان کی گذشتہ تمام عبادات بھی غیر مقبول اور مردود ہوگئیں اور آئندہ کے لئے بھی قبول نہیں ہوں گی۔ کیونکہ حسد کی نجاست اس کے دل میں رہ گئی اور اس نے دور نہ کی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے اپنی محبت، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اولیاء اللہ کی محبت خصوصاً اپنے مشائخ عظام کی محبت نصیب فرمائے۔ تاکہ ان کا کوئی بھی قول و فعل ہمیں معیوب نظر نہ آئے۔ اگرچہ کوئی ہمیں ان کے کام کو شرعاً عیب بتائے یا لوگوں کی نظروں میں عیب ہو لیکن ہمیں عیب نظر نہ آئے بلکہ حق اور صحیح نظر آئے۔

ظاہر میں عیب نظر آنا اور باطن میں حق اور صحیح نظر آنا یہ قرآن شریف میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے ثابت ہے۔ تو یہ بھی وہی مسلک ہے تو خدانخواستہ اگر ہمیں بھی اپنے بزرگان دین یا اولیاء اللہ کے بعض امور ظاہری نظر میں عیب اور بے معنی نظر آئیں تو یہ بھی حسد کا ایک پردہ ہمارے دلوں پر بن جائے گا اور ہم ہلاک ہو جائیں گے (نعوذ باللہ من ذالک)

(جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے تابع تھے تو ضرور بالضرور حضرت خضر علیہ السلام کی تابعداری میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر مانیں جائیں گے) مجنوں کے دل میں لیلیٰ کے کتے کی کتنی قدر تھی، یہ لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے ورنہ کتے میں وہ معنی نہیں تھے۔ یا اصحاب کہف کے کتے میں تو وہ معنی نہیں جو انسان میں ہیں لیکن مجازی عاشق مجنوں کو لیلیٰ کی وجہ سے اس کا کتا بھی پیارا تھا اور اللہ تعالیٰ کو اصحاب کہف کے مرتبہ کی وجہ سے ان کا کتا پیارا ہے اس وجہ سے کہ اس کتے کی ان اصحاب کہف کے ساتھ محبت تھی اور کتے نے جب ان کی متابعت کی تو اللہ تعالیٰ نے اُسے جنتی بنا دیا۔ اسی لیے تو ایک عارف عاشق صادق شمس العارفین حضرت محترم بابا جی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اے محبوب! تیری محبت (آنکھوں) کی خاطر میں تمہارے سارے گاؤں کی عزت کرتا ہوں۔

پیارے! سب کو اسی طرح قیاس کرلو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے خلق عظیم نصیب فرمائے (آمین) اور اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ اپنی رضا کے لیے بے نظیر محبت نصیب فرمائے خصوصاً اپنے مشائخ عظام کے ساتھ محبت نصیب فرمائے۔ یہاں تک کہ ان کا ہر قول و فعل ان کا ہر دوست اور متعلق ہمیں حق اور صحیح نظر آجائے۔ اور تمام عیوب جو ہمیں ہماری

ظاہری نظروں میں دکھائی دیتے ہیں یا ان کے دوستوں کے عیوب ہمیں حق اور صحیح نظر آجائیں اور ہمارے دل کے شیشے میں ان کے عیوب حق اور صحیح نظر آجائیں خدانخواستہ اگر کوئی قول و فعل یا ان کا کوئی دوست ہمارے دل کے شیشے میں معیوب نظر آجائے تو ہمیں اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق دے کہ ہم اس عیب سے نظریں ہٹالیں اور اس عیب کو عیب نہ جانیں بلکہ اپنے مشائخ عظام کا ہر قول و فعل ہر قسم کی متابعت اور ہر دوست جن کا ان کے ساتھ رابطہ ہو یا ہر وہ کام جو ان سے صادر ہوا ہو ہمیں حق اور صحیح نظر آجائے۔ اور ان کا ہر قول و فعل ہم حکمت اور راز سے خالی نہ جانیں اور ان کے احباب تو کیا ان کے کتوں کو بھی اچھے اور اونچی نظر سے دیکھیں (آمین) اور ہم اپنی کامیابی کے لیے ان تمام کو اپنے اعلیٰ مقصد تک پہنچنے کے لیے کامل مکمل ذریعہ اچھی نیت اور صداقت سے جانیں تاکہ نجاست اور گندے پردے اور حسد کی تاریکیوں اور ہلاکت کے تمام ذریعوں سے بچ جائیں۔ اگر چہ کہ وہ ہمارے سروں پر یا مال پر ہمارے مشائخ عظام کی طرف سے امتحان کے طور پہ آجائے تاکہ ہم اس میں پیچھے رہ نہ جائیں۔ بلکہ اس کو بھی حکمت، کمال اور مقصود تک پہنچنے کا سبب اعلیٰ جانیں۔ جیسا کہ یہ سبق پروانے کے عشق اور مجنوں سے سیکھ لو۔

صاحبان طریقت اخلاق الٰہی سے متخلق (اخلاق پائے ہوئے) ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔ ''تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ'' تو اخلاق الٰہیہ کی یہ صفت ضرور صاحبان طریقت میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابلیس ملعون ہوا اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف مخالف نظر اس ملعون سے ظاہر ہوگئی جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آگئی اور یہ ابلیس کے لعنتی ہونے کا سبب بنا اسی طرح جب مسلمان ناجائز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا سبب بنتے ہیں۔ اسی طرح آپ

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت اور فرمانبرداروں کی مخالفت کی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں جو عین اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔جس طرح والدین اپنی اولاد کی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت پر ناراض ہوتے ہیں۔اسی طرح صاحبان طریقت تمام کے تمام اس بات پر ناراض ہوتے ہیں اوران کے دل مبارک کو تکلیف پہنچتی ہے۔جب ان کی طریقت کا کوئی روحانی بچہ یعنی مرید اپنے پیر بھائی کی مخالفت کرتا ہے یا ایک دوسرے کی عیب جوئی کرتا ہے یا ایک دوسرے کو بد نظری یا بدنسبت کرتا ہے یا ایک دوسرے کے ساتھ حسد رکھتا ہے یا محبت والفت نہیں کرتا اور اگر کسی کے دل میں پیر بھائی کے بارے میں تھوڑی سی بھی ناراضگی آئی ہو اور ایک دوسرے پر شک کرنے لگے اوراس سے کینہ ونفرت پیدا ہو جائے اور حال یہ ہے کہ پیر صاحب اُس دوسرے سے ناراض نہ ہوں جس سے یہ نفرت کرتا ہے یا اُس کے دل میں اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ یا ظاہراً ایسے خیالات پیدا ہو جائیں تو یہ بھی پیر صاحب کی ناراضگی کا سبب ہے۔اور یہ پیر صاحب اپنے اس مرید کی اس بات سے ناراض ہو جائیں گے کیونکہ اس مرید سے جس سے دوسرا مرید نفرت کرتا ہے اگر پیر صاحب ناراض ہوتے تو ضرور یہ اس مرید کی کوئی خلاف شرع کام کرنے کی وجہ ہوتی تو اس حال میں اگر دوسرا مرید اپنے پیر بھائی سے حسد کرے تو یہ حسد کرنا حق اور جائز ہے۔لیکن جب اس سے پیر صاحب خوش ہیں اور راضی ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ شخص (مرید) خلافِ شرع نہیں ہے اور نہ پیر صاحب کا نافرمان ہے تو اب اگر دوسرا پیر بھائی اس سے ناراض ہو کر حسد شروع کرے تو یہ ضرور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔اور بد نیتی اور عدم محبت ہے تو یہ ایسا ہے جیسے اپنے پیر صاحب سے حسد کرنا دشمنی کرنا اور انکی توہین کرنا اور اس سے ناراض ہونا ہے۔کیونکہ اس بات سے صاحبان طریقت کو غیرت آتی ہے۔دل کو تکلیف پہنچتی ہے ناراض ہوتے ہیں اور یہی ناراضگی ان مریدوں کی ہلاکت کا ایسا سبب بنتی ہے کہ جیسا حال

ابلیس کا ہوا۔ کیونکہ یہ قاعدہ (طریقہ) کلیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوبوں کے محبوبوں پر بھی غیرت آتی ہے۔ محبوبوں کے محبوبوں کو محبوبوں کی وجہ سے معاف کریں گے۔ اور محبوبوں کے دشمنوں کو محبوبوں کی عزت و غیرت کی وجہ سے ہلاک و تباہ کریں گے۔ کیونکہ اصحاب کہف کے کتے کو اللہ تعالیٰ نے جنتی بنایا اور شیطان، ابوجہل وغیرہ دوستوں کے دشمنوں کو اور مخالفت کرنے والے کو لائقِ نار اور دوزخی بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ اپنے پیرومرشد کے وسیلے سے ان کی خاطر اپنے پیر بھائیوں بلکہ ان کے گلی کوچے کے کتوں پر بھی قربان ہو جائے۔ جیسے کہ مجنوں کے قصے میں گزر چکا ہے۔

مختصر یہ کہ ہر مرید اللہ تعالی کی رضا، محبت اور متابعت پیرومرشد کی رضا، محبت اور متابعت میں جان لے۔ اور یہ کامل یقین کرے کہ میرے پیرومرشد کی رضا، محبت اور متابعت یہ عین اللہ تعالیٰ کی رضا، محبت اور متابعت ہے اور پیرومرشد کی ناراضگی، بے محبتی، نافرمانی اور مخالفت یہ عین اللہ تعالی کی بے محبتی، ناراضگی نافرمانی اور مخالفت ہے۔ جو انتہائی مہلک اور زہر قاتل ہے۔ اس لئے ایک سالک نے فرمایا کہ پیر کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ پیر کی ناراضگی اپنی پیشانی پر تیشہ مارنا ہے۔ اسی طرح شمس العلماء سلطان الاولیاء اخون درویزہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ترجمہ:

جب مرید مکھی سے بھی کم ہمت ہو ۔۔۔ تو وہ قبول کب ہو سکتا ہے طریقت میں

معنی یہ کہ اگر مرید سے کوئی قول وفعل مخالف سرزد ہو جائے یا بے ادبی ہو جائے یا نافرمانی ہو جائے اور اس وجہ سے پیر اسے جھڑک کے غصہ فرمائے۔ یہاں تک کہ در سے بھگائے پھر بھی مرید کو بار بار آنا چاہیے۔ اور دل میں اس سے روٹھنا نہیں چاہیے۔ یعنی کسی قسم کی بھی ناراضگی، شکوہ وغیرہ دل میں نہ لائے۔ جتنا بھی پیر صاحب مرید کو ڈانٹے گا مرید اس کو بھی اپنے لئے خیر اور مقصود تک پہنچنے کا ایک سبب جان لے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس مرید کے

ساتھ پیر صاحب کی انتہائی محبت ہو جائے گی۔ یہ مثال جو گزر گئی کہ مکھی سے کم ہمتی ہوگی تو مقصد حاصل نہ ہوگا کیونکہ مکھی کو انسان جتنا بھی ایک جگہ سے بھگاتا ہے مگر مکھی کا جو مقصد ہوتا ہے وہ بار بار انسان کے بھگانے سے پھر اسی جگہ بیٹھتی ہے اور بھاگتی نہیں ہے تو اسی طرح رویہ اگر مرید کے ساتھ شروع کیا جائے تو ایسا نہ ہو کہ وہ مکھی سے بھی غیرت میں کم ہو جائے۔ بلکہ کم از کم مکھی جتنی غیرت تو ہونی چاہیے کہ اپنے مقصد تک پہنچ جائے کیونکہ مکھی اپنے مقصد کے حصول میں بھگانے اور مارنے کو مرنے تک عیب نہیں جانتی۔ اسی طرح پروانے کو دیکھ لیں کہ شمع کے ساتھ محبت ہے اور شمع کی روشنی اس کا مقصود ہے تو اپنی جان کی بازی لگانا اس کو عیب نظر نہیں آتا۔ الغرض اگر پروانے کو اپنی جان دینا عیب نظر آتا تو کبھی بھی شمع کے قریب نہ جاتا۔ اسی طرح اگر مجنوں کو لیلیٰ کا حکم برُا اور معیوب نظر آتا یا اپنے جسم سے خون دینا عیب جانتا تو کبھی یہ کام نہ کرتا کہ لیلیٰ کے حکم سے اپنے جسم سے خون نکالتا اسی طرح اگر لیلیٰ کے کتے کا چومنا معیوب نظر آتا تو یہ کام ہرگز نہ کرتا۔

معلوم ہوا کہ اپنے محبوب دوست تک اس وقت رسائی ہو سکتی ہے جب اس کی متابعت میں اپنا مال و جان قربان کرنا عیب نہ جانتا ہو۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم معیوب نظر نہ آیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو اس لئے بغیر چوں و چرا کے حکم ماننے کو تیار ہو گئے اور یہ تک نہ پوچھا کہ اگر ذبح ہو جائے تو انسان کا گوشت کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ اس میں کیا مطلب ہے؟ اس کے کیا فوائد ہیں۔ یعنی یہ محبت کی وجہ تھی کہ حکم خداوندی کو بہ سرو چشم قبول فرمایا۔ اور اس پر شکر ادا کیا۔ اور اس کام کو عین مقصد جانا کہ منجانب اللہ تھا۔ اس لئے جب ذبح کرنے کی تیاری ہوئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی معلوم ہوا کہ میرا ذبح کرنا حکم خداوندی ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ تو خوشی اور انتہائی محبت سے والد محترم سے عرض کی کہ ابا جان آنکھیں

مبارک باندھ لیجئے ایسا نہ ہو کہ شفقت پدری غالب آجائے اور ذبح ہونے سے بچ جاؤں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ آپ کے دل میں عشق خداوندی کی انتہا تھی اور اپنے محبوب کے حکم کی متابعت کرنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک اعلیٰ مقصد نظر آیا۔ اور یہ نہ کہا کہ میں کیوں ذبح کیا جاؤں؟ اس کام کو آپ نے بالکل عیب نہ جانا بلکہ ان امور میں اللہ تعالیٰ کا پنہاں راز جانا اور اللہ تعالیٰ کی رضا دیکھی۔ جب خلق خدا کو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کے والدین علیہ السلام کی یہ انتہائی اخلاص و محبت ظاہر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذبح ہونے سے بچالیا اور یہ اپنی مخلوق پر ظاہر فرمادیا کہ عاشق و معشوق کے درمیان محبت اور دوستی کا معاملہ یوں ہوتا ہے کہ ایک عاشق کو جب وہ صادق ہو اپنے محبوب دوست کی خاطر، ان کی رضا اور متابعت کے لئے اپنا مال و جان قربان کرنا معیوب نظر نہیں آتا۔ اور ہر وہ کام جو لوگوں کی نظر میں عیب ہو وہ اس عاشق کو معیوب نظر نہیں آتا بلکہ اسے مقصود نظر آتا ہے۔ اور اس کے کسی کام میں بھی دخل و مداخلت، اپنے علم و عقل نفع و نقصان کا نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے عاشق صادق محب دوست اپنی منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ ایک ولی اللہ رحمتہ اللہ نے فرمایا۔ ترجمہ:

جب تک اپنے مرشد پر اپنے آپ سے بھی عاشق نہ ہو اس وقت تک یہ شخص مشک کا نافہ نہیں بن سکتا جو شخص اپنے مرشد پر جان و مال سے قربان ہو جائے گویا اپنے مقصد تک اس کی رسائی ہو جائے گی۔

اسی لئے غوث الثقلین پیران پیر قدس سرہ نے **غنیۃ الطالبین** میں فرمایا کہ مشائخ عظام یعنی صاحبان طریقت کی مخالفت کرنا زہر قاتل ہے۔ اس لئے اگر مشائخ کے بعض امور قول و فعل کسی کو خلاف شرع یا معیوب نظر آجائیں تو فوراً توبہ کرے اور انہیں عیب نہ جانے بلکہ یوں جانے کہ میرے دل پر محبت کی روشنی کم ہے اور جہالت اور بے محبتی کا پردہ

میرے دل پر ہے اس لئے یہ کام مجھے معیوب نظر آیا۔اس سے اگر فوراً توبہ تائب نہ ہوا تو یہ ایسی ہلاکت ہے جو ذکر ہو چکی ہے۔یا اگر مرید کے ظاہر یا باطن میں کوئی مخالفت پیدا ہو جائے یا مرشد کی کوئی چیز اسے معیوب نظر آ جائے اور مرید توبہ تائب نہ ہو جائے اور یہ زنگ مرید کے دل سے نہ گیا تو حسد اور بے محبتی کا پردہ اس کے دل پر اس طرح مضبوط ہو جائے گا کہ یہ ہمیشہ کیلئے ہلاک ہو جائے گا۔کیونکہ اس حسد کی وجہ سے اخلاق رزیلہ کی تمام شاخیں اس حسد کی جڑ سے قائم ہو جائیں گی اور درِ رحمت اس کے دل کی طرف بند ہو جائے گا۔اور درِ شیطان اس شخص کے دل کی طرف کھل جائے گا۔حدیث شریف میں تمام عبادتوں سے افضل ترین عبادت محبت اس لئے مذکور ہے کہ بغیر محبت کے ہر قسم کی عبادت نیست و نابود ہے۔جس طرح ابلیس ملعون کے دل میں محبت نہ تھی تو اسمِ مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کے ساتھ معیوب جانا۔عاشقوں کی باتیں تو گزر گئیں کہ انہیں اپنے مجازی اور حقیقی دوستوں کی اتنی بڑی بڑی باتیں اور کام عیب نظر نہ آئے۔اور ابلیس ملعون کے سینہ میں کہ جس میں محبت کی روشنی نہ تھی تو حضرت آدم علیہ السلام کی ذات بابرکات اور ان کو سجدہ کرنا عیب نظر آنے لگا۔یہ اس لئے کہ ملعون کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت نہ تھی، تو بے محبتی کی یہی وجہ تھی کہ لاکھوں سالوں کی عبادت نیست و نابود ہو گئی۔اگر ابلیس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور اسمِ مبارک اور حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اور ان کو سجدہ کرنے میں بھی محبت ہوتی۔کیونکہ محبت کرنے والوں کی بحث گزر چکی ہے اس میں سوچ فرمائے اس بے محبتی سے یہ زہریلہ مادہ پیدا ہوا کہ شیطان تا قیامت اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے ساتھ دشمنی کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرتا ہے۔اس کا سب کچھ تباہ ہو گیا۔اور حضرت آدم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت تھی۔اور درخت ممنوعہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بے

محبتی کی وجہ سے نہیں کھایا تھا یعنی یہ نافرمانی تھی اور نہ عدم محبت تھی بلکہ انتہائی محبت کی وجہ سے کھایا تھا اس لئے کہ میں ہمیشہ کیلئے جنت میں رہوں۔لیکن یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک نافرمانی تھی۔اس درخت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی وجہ سے خاص فرمایا تھا۔ایسا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوا بلکہ اس میں ایک پوشیدہ راز تھا۔جس کو اپنی مخلوق کے پیدا کرنے کیلئے ایک سبب مقرر فرمایا تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف مبعوث فرمایا اور انتہائی سختیوں،تکالیف،آہ وزاری اور اپنی طرف سوال کرنے پر مبتلا فرمایا۔تو سب سے پہلے اپنی مخلوق کو اپنی محبت،صداقت،متابعت،فرمانبرداری،تابعداری دکھائی کہ میرے دوست کی میرے ساتھ ایسی محبت ہے کہ سینکڑوں سال رونے،غم کرنے،سختیاں برداشت کرنے اور جنت سے نکالنے پر نہ تو تھکاوٹ محسوس کی اور نہ مایوسی ہوئی اور نہ اس کو عیب جانا۔اور نہ اپنے دوست اللہ تعالیٰ سے روٹھا ہے۔بلکہ اپنا آپ معیوب نظر آیا۔اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے عرش معلیٰ پر محمد رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک حضرت آدم علیہ السلام کو دکھایا تو عرض کیا۔یا اللہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرے دوست حبیب اور محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی اولاد میں آخری نبی کی صورت میں ظاہر ہونگے۔تو حضرت آدم علیہ السلام کی جب اللہ تعالیٰ سے محبت تھی تو باوجود اس انتہائی تکالیف کے اللہ تعالیٰ سے نہ روٹھے۔بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے شکر کے سجدے میں گر گئے۔تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مخلوق کو دکھائی تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے مجھ سے سوال کرو۔تو حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی اور وہ تمام تکالیف جو آپ پر گذر رہیں تھیں۔اور اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے تو ان تمام کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔اور اللہ تعالیٰ نے یہ

مخلوق پر ظاہر فرمادیا کہ میری محبت میرے دوستوں کی محبت میں ہے اور میں اپنے دوستوں کی محبت سے لوگوں کو دوست بناتا ہوں اور ہر قسم کی تکالیف سے معاف فرماتا ہو۔ اور محبت کرنے والوں کو دوستوں میں قبول کرتا ہوں اگرچہ ان سے مخالفت ہوگئی ہو یا عبادت نہ کی ہو جیسے کہ اصحاب کہف کہ انہوں نے عبادت نہ کی تھی بلکہ بغیر عبادت کے صرف محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا حقدار بنادیا۔

حدیث شریف اور محبوبانِ خدا اسلف صالحین کے اقوال وافعال سے یہ بات اظہر من الشمس ظاہر ہوگئی کہ ایمان کا اصل جز یہ نہیں کہ بغیر محبت کی عبادت اگرچہ لاکھوں سال ہو بلکہ ایمان کا اصل جز بغیر عبادت کے کامل محبت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی کامل مومن نہیں ہوسکتا بلکہ یوں بھی فرمایا کہ اس شخص کا ایمان نہیں جسے میں اپنی جان، والدین، بچوں اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں، یعنی یہ سلسلہ محبت پہلے سے آرہا ہے۔ اسی وجہ سے یہی سلسلہ "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس وقت سے صاحبان طریقت میں تا قیامت جاری ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ثابت ہوا کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو عبادت کرتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ تم لوگ عبادت نہیں کرتے اس لئے مومن نہیں ہو۔ بلکہ کامل محبت کیلئے خاص اپنی محبت ذکر فرمایا، تو معلوم ہوا کہ بغیر محبت کے عبادت مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ ابلیس کی عبادت قبول نہ ہوئی۔ اور بغیر عبادت کی محبت قبول ہے۔ مگر اس سے مراد یہ نہیں کہ عبادت نہ کرے اور دعویٰ محبت کرے۔ بلکہ اس کے دل میں محبت تو ہو لیکن اس شخص کو تو یا عبادت معلوم نہ ہو یعنی نہ جانتا ہو یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے جو اسے پیش آیا ہو اس مجبوری کی وجہ سے عبادت نہ کرسکتا ہو۔ اس وجہ سے اس کے دل میں جتنی بھی محبت ہو کہ عبادت کروں یا اس پر جتنا حق ہو لیکن یہ کر نہیں پاتا تو اس وجہ سے یہ اپنے مقصود

سے محروم نہ ہوگا۔

جان لو کہ یہ دونوں باتیں یعنی محبت اور عدم محبت اور اس عدم محبت کا ایک پردہ جو تمام اخلاق رزیلہ کیلئے جڑ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کا سبب ہے اور محبت تو یہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا سبب ہے۔ تو دشمنی کا قول و فعل ابلیس کی طرف سے ہے کیونکہ سب سے پہلے جب اس معلون کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت نہ تھی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرش معلیٰ پر حسد پیدا ہوا اور توہین رسالت کا مرتکب ہوا۔ اس کے بعد سجدہ نہ کرنے کی صورت میں فرشتوں کو بھی معلوم ہوا۔ اس کے بعد اس ملعون کو انسان کے جسم میں چلنے کا اختیار دیا گیا اور تا قیامت یہ خبیث انسان کے جسم میں یہ زہریلہ مادہ پھیلاتا رہے گا۔

محبت خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ جب خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر تجلی فرمائی تو اپنے نور پر عاشق ہوا اور بے مثل اور انتہائی عشق پیدا ہوا۔ اور پھر اسی نور مبارک سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک پیدا فرمایا اور اپنی شایانِ شان محبت فرمانے لگا کہ یہ بیان کرنے میں نہیں آتی۔ الغرض جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اپنے حبیب کا اسم مبارک اپنے اسم مبارک کے ساتھ دکھایا تو اس ملعون کو محبت نہ آئی کیونکہ اس کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ تھی اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور فرشتوں کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت تھی۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے آپ سے فرشتوں نے بہتر اور اعلیٰ جانا۔ اس محبت کی وجہ سے فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں دیکھا اور سجدہ میں گر گئے اور شیطان ابلیس کے دل پر حسد کا پردہ پڑا ہوا تھا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک بھی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں نہ دیکھا اور نہ سجدہ کیا۔ اپنا علم اور عقل اور اپنے آپ کو اعلیٰ اور افضل جانا۔ اس وجہ سے سجدہ نہ کیا۔ اگر ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام بہتر نظر آتے اور دل میں عشق

خداوندی ہوتا تو حسد کا یہ پردہ کبھی بھی اس کے دل پر نہ ہوتا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اسے معیوب نہ ہوتا اور سجدہ کرتا۔ تو یہی دو چیزیں کہ ایک نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص محبت ہے۔ یہ تمام انبیاء، اولیاء، مومن کے وجود میں تا قیامت بلکہ ابدالآباد تک چلتا رہتا ہے۔ اور یہ شیطانی اثر جو بے محبتی اور حسد کی وجہ سے ہے بد بخت انسان کے دلوں میں اس وقت تک چلتا رہتا ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں تو یہ مومن وہ لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی محبت ہوگی۔ بلکہ حدیث قدسی شریف میں آتا ہے کہ مجھے مومنوں کے دلوں میں تلاش کرو۔ میں مومنوں کے دلوں میں ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبت، رضا اور دوستی بھی وہ تجلی نور تا قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مومنوں کے دلوں میں ہے اور منور ہے۔

اور یہی طریقہ صاحبان طریقت میں جاری ہے جو تجلیِ محبت ابتداء تا انتہا جاری ہے اور ایک دوسرے کو منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ اسی طرح اس بے محبتی کی بنیاد حسد بھی ابلیس کی ابتداء تا انتہا یعنی تا قیامت ان لوگوں کے دلوں میں جاری ہے۔ جو محبت کے جوہر کے نور سے خالی ہوتو ان کے دلوں پر یہی حسد، ضدیت اور منافقت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ دشمنی ر
ہیں۔ اور کبھی بھی یقین ومحبت کی روشنی ان میں پیدا نہیں ہوتی کہ ایمان لے آ
لوگ جن کے دلوں میں کچھ نہ کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے انوا
لوگوں نے عبادت نہ کی ہو یا ظاہراً ایمان کا اقرار نہ کیا ہو جیسے
قیامت بعض مسلمان کہ ان بزرگوں سے بوجہ ناسمجھ
اگر چہ ان سے مخالفت بھی ہوتی ہے اس

میں ہوتا ہے۔اور بے محبتی اور حسد وضدیت کی وجہ سے ان کے دل پر پردہ نہیں ہوتا لیکن صرف ناسمجھی اور بے خبری ہوتی ہے۔

جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے قصے کی طرف نظر کیجئے اور یہی پیشہ ان میں چلتا آرہا ہے۔تو جب سمجھ جاتے ہیں کہ اگر ایک انسان بوجہ ہاتھ پاؤں، گوشت پوست وہڈیوں کے تو ہمارے جیسا ہے۔لیکن میری عقل اور سمجھ، شرافت ومقبولیت ان جیسی نہیں ہے بلکہ یہ حضرات مجھ سے ہر چیز میں بہتر اور افضل ہیں تو اس کی ان کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ان بزرگوں کے وجود میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نظر آجاتا ہے۔تو ان سے ایسی محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ ان کا تابعدار بلکہ ایک محبّ صادق بن جاتا ہے۔ظاہراً تو یہ ایک انسان کے ساتھ محبت ہوئی ہے لیکن حقیقت میں وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت کی وہ نورانی شمع جو منجانب اللہ اس انسان میں ہے اسے نظر آجاتا ہے اور یہ اس پر عاشق ہو جاتا ہے۔تو اب یہ شخص اس انسان سے جتنی محبت کرے گا تو یہ حقیقت میں اس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے۔تو اب اگر ایک شخص محب صادق مسلمان اس حقیقت کا عاشق ہوتا ہے تو اس کی متابعت اور فرمان پر اور اس کے قریب ہونے پر اور رضا پر اپنا مال واولاد یہاں تک کہ اگر اپنا وجود بھی قربان ہوتا ہو یا اگر اس معشوق کا قول وفعل شریعت کے مخالف بھی ہو جو لوگوں کی نظر میں عیب ہو اور لوگ اسے جائز نہیں سمجھتے تو بھی یہ مذکورہ امور اس محبّ صادق کو بے عیب، جائز اور روا نظر آئیں گے۔اور حکمت سے خالی نہیں جانے گا۔بلکہ یہ یقین کرے گا کہ میرے لئے مقصود تک پہنچنا بھی یہی ہے کہ یہ تمام میں حق اور صحیح جانوں اور یہ بھی سمجھ لے کہ ہر قسم کا کام جو میری نظر میں ناجائز ہو یا میرے نزدیک یہ میرے مال وجان کی ہلاکت ہے اور میں اسے ایسا ہی ناجائز وہلاکت جانوں تو اس سے میرے لئے تاریکیوں کا حجاب، حسد اور ہلاکت کا سبب بن جائے گا اور اس سے میں

ابدالاباد کیلئے ہلاک ہو جاؤں گا جس سے میں کبھی بھی چھٹکارہ نہیں پا سکوں گا۔ خدانخواستہ اگر ایک شخص بہت عبادت گذار، تابعدار بھی ہو مگر محبت نہ ہو تو اس کو اولیاء اللہ خصوصاً اپنے پیرومرشد کے بعض امور (اقوال وافعال) اور بعض راز کی باتیں معیوب نظر آئیں گی اور ان بزرگوں کا سمجھانا، علم دینا یا ان کے عادات واطوار، یا ان بزرگوں کا اس شخص کا امتحان لینا یہ ضرور اس شخص کو عیب نظر آئے گا۔ جس کی وجہ سے حسد کی تاریکیوں کا پردہ اس کے دل پر آجائے گا، جس کی وجہ سے اسے اپنا آپ عاقل، عالم، ہوشیار، دانا نظر آئے گا اور بزرگوں کو حقیر اور کم تر جانے گا۔ تو تمام عبادات تباہ ہو جائیں گی۔ اس لئے فرماتے ہیں۔

کل شئی یرجع الی اصلہ

تو معلوم ہوا کہ یہ بے محبتی دراصل اس میں شیطان کی طرف سے تھی۔ اسی وجہ سے شیطان کی طرف راجع ہوا۔ جیسا کہ شیطان اپنے آپ کو اچھا، معلم الملائکۃ، عابد جانتا تھا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے دل میں عیب لایا تو اپنے آپ سے حقیر جانا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور شان اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی اور یہ شیطان نے پسند نہ کیا اور خفا ہو گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنا عیب جانا۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم نہ مانا اور حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ محبت نہ کی اور تابعداری نہ کی۔ اپنے آپ کو بہتر اور بے عیب جانا اور اسے عیب کی نظر سے دیکھا۔ اور فرشتوں کا سجدہ کرنا بھی معیوب جانا۔ اس وجہ سے لعنتی بنا یہ سب بے محبتی کی وجہ تھی کہ سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا اور اس سے زہریلی شاخیں اب بھی انسان کے جسم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات حقیقت میں نور، محبت اور اللہ تعالیٰ کے انوارات کی تجلی ہے۔ اور وہی تجلی نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں آیا۔ جس پر فرشتے عاشق ہو گئے۔ جس کی وجہ سے کچھ عیب نہ جانا کیونکہ فرشتوں کی اصل بھی اسی محبت اور تجلی نور سے

تھی۔ کیونکہ تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ درجہ بدرجہ وہی نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد انبیاء کرام کے اجسام مبارک میں منتقل ہوتا رہا اور جو لوگ بھی اسے دیکھتے تو عاشق ہو جاتے جس کی وجہ سے ان کی کوئی بھی ادا انہیں معیوب نظر نہ آتی۔ کیونکہ ان لوگوں کو بھی اسی محبت کی تجلی نور سے حصہ دیا گیا تھا اور جنہیں تجلی نور سے حصہ نہ دیا گیا تھا تو ان کے دلوں میں بے محبتی کی تاریکی پھیل جاتی اور انبیاء علیہم السلام کے دیکھنے سے حسد کی تاریکی اور بھی پھیل جاتی اور ان کی ہر بات و کردار انہیں معیوب نظر آتا حتیٰ کہ جب وہ نور مبارک بذات خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت میں ظاہر ہوا یعنی ذات بابرکات کا ظہور ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو بھی ان لوگوں نے دیکھا جن کے دلوں میں محبت کی روشنی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل انہیں بے عیب نظر آیا۔ اور ان کا ہر قول و فعل سر آنکھوں پر قبول کر لیا۔ اور ان پر یقین محکم لایا اور ظاہراً اقرار ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کیا۔ تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست بن گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کام بھی عیب نہ جانا اگرچہ کافروں کو عیب معلوم ہوتا تھا۔ حالانکہ ان لوگوں (مسلمانوں) کو اس سے پہلے عیب یا بے عیبی معلوم نہ تھی اور نہ اس کا کچھ علم تھا۔ اور ہر کام نیا نیا تھا۔ اور ان کی نظروں میں بھی ہر کام نیا نیا لگ رہا تھا۔ لیکن عیب نہ جانا کیونکہ ان کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو چکی تھی۔ اس لئے سب کچھ حق نظر آ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام نے اپنی جان، مال، اولاد قربان کرنا عیب نہ جانا۔ بلکہ ان سب کو قربان کرنا عین حق تک پہنچنا اور اللہ تعالیٰ سے واصل ہونا جانا۔ اس کے بعد انبیاء کرام کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں اس حقیقی نورانی مشعل کی نورانیت چھوڑ دی جو تا قیامت سینے سے سینے، ہاتھوں ہاتھ ایک دوسرے کو جاری ہے۔ تو ہر وہ شمع جو اس حقیقی نورانی روشنی سے روشن ہو گئی ہو بوجہ کسی سلسلہ

ایسا شخص رحمت خداوندی سے محروم نہیں بلکہ دربار خداوندی میں لائق ومقبول ہے۔جس طرح حضرت آدم علیہ السلام ان اخلاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دوست بنے اور دوست تھے نہ شروع میں ڈانٹا تھا نہ بعد میں بلکہ مقبول تھے اور مقبول ہوگئے۔ اور ان کے طفیل اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے گا۔اور اس سے پیری مریدی کا سلسلہ اس لئے مراد ہے اور یہ خاص بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کی محبت کیلئے اس لئے ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صاحبانِ طریقت کے بارے میں یہ ثبوت آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الشريعة اقوالي و الطريقة افعالي و الحقيقة حالي"

شریعت میرے اقوال،طریقت میرے افعال،حقیقت میرا حال ہے۔

یہی نورِ حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صاحبان طریقت میں ثابت آیا ہے۔ان کے تمام اقوال وافعال جوان کے اعضاء کا سبب سے صادر ہوتے ہیں سب حق ہیں اور حق سے ہیں اور ان کا کوئی قول وفعل جیسا بھی ہواسے غیر یا ناجائز نہیں سمجھا جائے گا۔اور کسی نے غیر جانا یا نظر میں بُرا لگا یا معیوب جانا جس سے محبوبانِ خدا کے دلوں کو ٹھیس پہنچے تو ہزاروں لاکھوں سال کی عبادت تباہ و برباد ہو جائے گی جیسے کہ شیطان کی۔

مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ہزار گنج عبادت ہزار خوان کرم ہزار روز و نماز و ہزار حج نیاز

قبول نیست اگر یک دل بیازاری

اس لئے شبیر احمد عثمانی صاحب نے پارہ ہفتم سورۃ مائدہ رکوع نمبر ۱۴ میں "واتبع سبيل من اناب الیّ" کی تفسیر میں لکھا ہے"پیغمبروں اور مرشد ہادی کا حق حق اللہ کے ذیل میں سمجھو"اس کے بعد مولوی مشتاق احمد اور مولوی اشرف علی تھانوی نے امداد المشتاق میں لکھا ہے"پیروں کی محبت عین اللہ اور رسول کی محبت ہے" انہی لوگوں کی طرف

اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے "الانسان سرّی و انا سرّہ" میں انسان کا سر (راز) ہوں اور انسان میرا سر ہے دوسری حدیث میں آتا ہے۔ "ان فی جسد ادم مضغۃ وفی المضغۃِ قلب وفی القلب فواد وفی الفواد روح وفی الروح سرِّ وفی السرِّ نور وفی النور انا" (ترجمہ) بے شک انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس میں دل ہے اور اس دل میں ایک پردہ ہے۔ اور اس پردے میں روح اور اس روح میں سر اور اس سر میں نور اور وہ نور اللہ تعالیٰ کا ہے۔

معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کی حقیقت یہی ہے جو ذکر ہوا۔ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میرے وہ بندے جنہوں نے نفلی عبادت کو فرض عبادت کی طرح اپنے آپ پر لازم کیا ہے تو یہ محبت کی علامت ہے تو میں ان کی آنکھ، منہ، کان، ہاتھ، پاؤں ہو جاتا ہوں اور حدیث میں باطن کا بھی ذکر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میں ہوں مطلب یہ کہ ان کے اعضاء ظاہر یا باطن سے جو کام سرزد ہوتے ہیں تو یہ حقیقت میں منجانب اللہ ہوتے ہیں اس لئے اس کو حق اور صحیح مانا جائے گا اور انکا علم اللہ تعالیٰ کا علم مانا جائے گا۔ اس لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب فرماتے ہیں۔

''علم حق در علم صوفی گم شود'' یعنی اللہ تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں چھپا ہوا ہے۔ یعنی صوفیوں اور بزرگوں کا علم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس لئے مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس لئے بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ اگر مرید کے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ تمام عالم میں ایسا دوسرا شخص بھی میرے پیر کے سوا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل کرے تو یہ مرید میں شیطان نے دخل اور تصرف کیا۔ یہ بھی شیطان کے اس اصل اثر سے ہے۔ جیسا کہ شیطان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی اسم میں عیب نظر آیا جو اللہ تعالیٰ کی

رضا اور رائے تھی۔اور اپنی رائے اور اپنا آپ اسے اچھا معلوم ہوا۔ پھر عرفا مقربین نے فرمایا ہے ''و ان قال لشیخه لِمَ لم یفلح قط فی طریق القوم''یعنی جس نے شیخ کو کہا'' کیوں''تو بھی نقصان سے بچ نہ سکے گا۔کیونکہ یہ بھی شیطان کے اس قول سے مشابہت ہے کہ جب اسے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ملا تو اس نے کہا ''کیوں'' یہ تو مجھ سے بہتر نہیں ہے۔اسی وجہ سے شیطان مقہور اور ملعون ہو گیا۔ یہ حکم خدا وندی اس نے عیب جانا اس لئے یہ الفاظ استعمال کئے۔معلوم ہوا کہ مرید نہ تقریری اور نہ تحریری یعنی کسی قسم کا بھی جواب جس سے شیخ کا کوئی قول وفعل معیوب نظر آتا ہو شیخ کے حق میں یہ شیطانی وسوسہ ہے اس سے جان بچائے۔اس فن طریقت میں ہر اخلاق، عادت، شیطان کی متابعت مرید کی ہلاکت ہے۔اے نادان انسان! تو کیسے اپنا علم وعقل وسمجھ ایسے لوگوں سے یعنی صوفیاء کرام خصوصاً اپنے شیخ سے بہتر اور اچھا جانتا ہے اور ان کے اقوال و افعال، حرکات وسکنات تمہیں کمزور، ضعیف اور معیوب نظر آتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے بے حیائی کا پردہ دور کرو۔اور دل سے حسد کا ناپاک پردہ ہٹا دو اپنے آپ کو معیوب اور نادان جان لو۔اپنے شیخ کو حق کی نظر سے دیکھو۔توبہ تائب ہو جاؤ کیونکہ ان کی طرف حقارت، عیب، ناسمجھی اور لاعلمی سے دیکھنا یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے جو تمہارے لئے ابدالآباد تک ہلاکت ہوگی۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل تصوف کے ساتھ جو بیعت کرتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بیعت فرمایا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ ظاہر میں تو ہاتھ شیخ کا دیکھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت ہے اور ان کی عداوت بھی خاص اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت ہے۔اس لئے حدیث شریف میں فرمایا ہے۔''الشیخ کالنبی''یعنی پیر طریقت اور شیخ مرید کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور نائب

ہے۔"فا عتبروا یا اولی الابصار"

مولانا روم فرماتے ہیں۔

من احب القوم منہم ابدا حُبِّ اھل اللہ و نور جان شدا

حدیث شریف میں آتا ہے "من اَحب قوماً فھو منہ" معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ محبت اور ان کی متابعت انتہائی پستی سے انسان کو اس اعلیٰ مقام تک پہنچاتی ہے جیسا کہ اصحاب کہف کا کتا۔ کہ وہ انسانی شکل میں ان کے ساتھ جنت کے اعلی مقام پر جائے گا۔ اس لئے ایک سالک فرماتا ہے۔ ترجمہ:

"کتا بھی اصحاب کہف کی پیروی سے جنتی بنا جو نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلے گا محفوظ ہو جائے گا" ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کے دلوں میں ان کے ساتھ محبت اور ان پر اچھا یقین اور ان کو اچھی نظر سے دیکھنا ان کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا ۔متابعت وغیرہ یہ تمام اثرات پیدا فرمائے اور ان کی رضا کے ذریعے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا، دوستی اور قرب نصیب ہو جائے اور اس جماعت میں ہم شامل ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی اسی گروہ (جماعت) کو بیان فرمایا ہے۔ تا کہ شیطان اور ان کے متبعین کا دل پارہ پارہ اور چہرہ تاریک ہو جائے۔

الھم آمینِ یارب العالمین.

الھم اھدنا الصراط المستقیم. صراط الذین انعمت علیھم غیرا لمغضوب علیھم و لاا لضآلین. آمین یا رب العالمین.

صلوٰۃ اللہ سر مدا علی البنی محمدا

فریاد رس یا احمدا اغثنی یا مصطفیٰ

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ

مولائے صلِ وسلم دائماً ابدا علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت آدم علیہ السلام کے واقعات

حضرت آدم علیہ السلام کا جنت میں شجر ممنوعہ کھانا اور اس کے ذریعے نکلنا یہ گناہ حقیقی کی نسبت نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا راز تھا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اس کے کھانے کی طرف رغبت کا الہام کر دیا کہ یہ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہائی محبت کا اثر تھا اور یہ آپ کو معیوب نظر نہیں آیا۔ اور نہ یہ حقیقی عیب تھا۔ اس کے کھانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے جنت سے نکلنے کا ایک سبب بن گیا۔ اور وہ حکمت اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کو ظاہر کرنا تھا۔ اس لئے کہ جنت و دوزخ کی تخلیق فرمائی تھی جو نیک اور بدلوگوں کا ٹھکانا ہے۔ دوزخ دشمنوں اور نافرمان کیلئے جیل خانہ اور جنت دوستوں کے لئے مقامِ دعوت ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس مقامِ دعوت میں حضرت آدم علیہ السلام و حواء علیہ السلام کو داخل فرمایا۔ اور وہ تمام مقامات اور لذات آپ حضرات کو دکھائے گئے۔ اس کے بعد نکلنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایک حق اور صحیح عذر بنالیا۔ اور دنیا کی طرف مبعوث فرمایا۔ اس چیز کے کھانے کی وجہ سے جو نفس کیلئے لذیذ اور خوش ذائقہ تھی اور اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی نفسانی رائے بھی نہ تھی۔ لیکن اصل مقصد آپ کی نیت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت تھی۔ تو اگر کوئی اس کو گناہ کا الزام کہے تو اس شخص کیلئے یہ بدگمانی بھی گناہ ہے اس لئے کہ ایک سالک فرماتے ہیں۔ ترجمہ:

''جنت تو الدو تناسل کی جگہ نہ تھی　　　گندم کا دانہ بابا کے لئے بہانہ ہوا''

جب دنیا میں تشریف لائے تو قسم قسم کی تکالیف، آہ وزاری میں مبتلا ہوئے اور دونوں

حضرات (آدم وحوا علیہما السلام) ایک دوسرے سے جدا ہوئے ۔ یہاں تک کہ تقریباً تین سو سال تک روتے رہے ۔ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ تھے آخر عرفات کی پہاڑی پر دونوں ملے تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کی طرف دیکھا تو اس پر لکھا تھا۔ ”لا الــه الا اللــه محمد رسول الله “ تو سمجھ گئے کہ یہ ایک ایسی ہستی ہے کہ خاصانِ خدا میں خاص ہستی ہے اور ان سے قریب تر اور محبوب کوئی دوسرا نہیں اس لئے ان کا اسم گرامی اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم مبارک کے ساتھ لکھا ہے۔تو پوچھا۔ یا اللہ مجھے سمجھایئے کہ یہ کون ہیں؟ تو فرمان ہوا کہ یہ میرا وہ محبوب ہے جس کی خاطر میں نے اپنی خدائی ظاہر فرمائی ہے ان کے طفیل میں نے زمین، آسمان الغرض تمام کائنات کو پیدا فرمایا ہے۔اور ان کو سب سے پہلے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور باقی سب ان کے نور سے پیدا کئے ۔اور آخر میں آپ کی اولاد میں ظاہر ہونگے ۔حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایسا الہام ڈال دیا کہ آرام حاصل کرنے کیلئے آپ فوراً سجدہ شکر میں گر گئے اور سوال کیا۔اے اللہ! ان کے طفیل مجھے معاف فرما تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا۔اور اسی وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا بھی مطالبہ کیا۔سجدہ کرنے کے بعد عرض کیا۔یا اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دکھایئے تاکہ میں دیدار کرلوں۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے ناخنوں کو عرش کی طرف سے دیکھئے کیونکہ آپ کے ناخن شیشے کی طرح تھے۔اور یہ بھی ثابت ہے کہ جنتی جنت میں ایک دوسرے کے لئے بمنزل شیشہ کے ہوں گے۔اور آپ بھی جنتی تھے جنت سے آئے تھے۔جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں میں نورانی جسدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو درود شریف پڑھا۔اور انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھا۔اکثر فرماتے ہیں کہ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے معافی کی درخواست کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور جنت میں لے گیا۔

حضرت آدم اور حوا علیہ السلام کا دنیا میں بھیجنا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا تھی۔ اور ان پر تکالیف اس وجہ سے تھی کہ یہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو اونچا مقام مقرر فرمایا ہے اور وہ اس تک عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو ایک ایسی مصیبت لے آتا ہے جس میں یہ شخص بہت آہ وزاری، عاجزی اور صبر کرے اور برداشت کرے اور اس امتحان میں پاس ہو جائے تو اس کے بعد اس مقام عزت پر پہنچ جاتا ہے۔ حضرت آدم و حوا علیھما السلام پر تو اس طرح امتحان نہیں آیا تھا۔ لیکن اس امتحان کیلئے آئے جس میں کامیاب ہو گئے اور دنیا میں آنا اور رہنا انسانوں کی پیدائش کا سبب بن گیا۔ اور جو ارواح اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائیں تھیں تو وہ اس واسطے سے دنیا میں ظاہر فرما دیں۔ اس میں آدم علیہ السلام کی اولاد کیلئے یہ تعلیم ہوگئی کہ آدم و حوا علیہما السلام کا دنیا میں آنا اور جنتی روحوں کا جنت میں جانے اور دوزخی روحوں کا دوزخ میں جانے کا سبب بن گیا۔ یعنی اولاد آدم سے جو لوگ شیطانی اخلاق سے آراستہ ہو گئے تو دوزخ میں گئے اور جو حضرت آدم علیہ السلام کے نقشِ قدم پر گئے تو انہوں نے اپنے اصل مقام کی طرف رجوع کر لیا۔ جہاں سے پہلی مرتبہ حضرت آدم و حوا علیھما السلام آئے تھے۔ اور ان نیک اہل جنت کے لئے حضرت آدم و حوا علیھما السلام کا یہ سارا حال واقعہ تعلیم کا سبب بن گیا۔

گندم کا دانہ حضرت آدم علیہ السلام کے کھانے کا اچھی نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے یہ تعلیم ہے کہ اگر انسان پاک وحلال لذتوں اور نعمتوں میں اگر دنیا میں مبتلا ہو جائے تو ہوسکتا ہے کہ اس کیلئے بھی یہی لذت، نعمتیں نفس کے لحاظ سے تکالیف اور بے آرامی کا ایک وقت تک سبب بن جائیں۔ اگر چہ یہ حلال اور پاک ہوں۔ کیونکہ جنت کی ساری نعمتیں پاک وحلال ہیں لیکن ان کے جسم کیلئے ایک وقت تک تکالیف کا سبب بن گئیں۔ اس لئے خاص الخاص حضرات دنیا میں پاک، ذائقہ دار نعمتوں کے ساتھ زیادہ محبت نہیں کرتے۔ بلکہ

اپنے نفوس پر سختی اور تکالیف برداشت کرتے ہیں۔اور سمجھتے ہیں کہ اگر چہ یہ نعمتیں حلال وپاک ہیں لیکن ان سے بھی ایک انداز ے تک پرہیز کرنا امانت وسلامت رہنا ہے اس لیے ان نعمتوں سے ایک انداز ے کے مطابق احتراز کرتے ہیں۔اور سوچتے ہیں کہ ان نعمتوں اورلذتوں میں مبتلا ہونا ایسا نہ ہو کہ ہمارے لئے کسی نہ کسی تکلیف کا سبب نہ بن جائے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے لئے اس ممنوع شے کا نہ کھانا جنت میں رہنے کا سبب تھا اوراس میں مبتلا ہونا جسم مبارک کے لئے تکلیف کا ایک وقت تک سبب بنا۔دوسری بات یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں تکلیف میں مبتلا ہونا ان کی اولاد کیلئے اس تعلیم کا نمونہ تھا کہ دنیا فراق اور جدائی کی جگہ ہے اس لئے جب بھی انسان دنیا میں سختی، تکالیف، بھوک وپیاس، آہ وزاری، غم وغیرہ اپنے آپ پر برداشت کرے اور سب لوگوں سے الگ رہ کر بارگاہ خداوندی میں آہ وزاری، فریاد وغیرہ میں مشغول ہوجائے تو آخرکار اپنے محبوب دوست کے ساتھ مل جاتا ہے۔اور یکجا ہونے کا مقام، رضا، عفواور کمال تک پہنچ جاتا ہے۔جیسے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام ایک دوسرے سے بچھڑ گئے اور بارگاہ خداوندی میں فریاد ورونا شروع کیا۔کسی اور چیز کی طرف فکر نہ تھی صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کی دوستی اور رضا کیلئے فکر مند تھے۔جب چند دن ایسے گزرے تو آخرکار دونوں بہت محبت سے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے۔اور آخرکار تکالیف سے چھٹکارہ حاصل کیا۔اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں رضا، دوستی اور مقبول ہونے کی بشارت حاصل ہوگئی۔اس وجہ سے بزرگان دین نے اپنے جدامجد وجدہ مبارکہ کے اخلاق اپنا لئے۔کہ ہم بھی دنیا میں اپنوں سے الگ ہوکر تنہائی میں آہ وزاری اور فریاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملیں۔اور آخرکار اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دوستوں کے ساتھ دوستی کے مقام پر یکجا فرمائے گا۔اور منجانب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں رضا، عفو اور دوستی کی بشارت مل جائے گی۔اور پھر اس مقام دعوت میں جو جنت

میں بیعت کرنے کے تو وہ امتی کو دیکھتا ہے جس کے دل میں بھی اس نورانی محبت سے کچھ تھوڑا سا بھی حصہ ہو۔ تو وہ اسے بہتر اور حق جانتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ یعنی اس کا چراغ محبت اس نورانی مشعل سے اور بھی روشن ہو جاتا ہے۔ جب کہ متابعت، اخلاص اور صداقت ہو۔ تو جب یہ نورانی محبت اس میں پیدا ہو جاتی ہے تو پھر اس کی کوئی بھی چیز اسے معیوب نظر نہیں آتی۔ یعنی ہر قسم قول و فعل عادات، تابعداری، فرمانبرداری اگر چہ کہ اس کے عقل و علم سے اجنبی ہو اسے صحیح اور حق نظر آتا ہے اور انکا ہر کام اسے اپنے علم سمجھ سے بہتر اور اچھا پیارا لگتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنا مال و اولاد، والدین اور اپنی جان قربان کرنا ان کی متابعت اور محبت میں اسے عیب نظر نہیں آتا۔ بلکہ مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ جانتے ہیں۔

پروانہ جب دل میں محبت کی روشنی دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو جلانا اور ہلاک کرنا عیب نہیں جانتا بلکہ اپنا وجود شمع سے دور رکھنا اس کے اور شمع کے درمیان حجاب ہے۔ تو جب اس مقام سے گزر جاتا ہے تو محبت کی روح شمع کے ساتھ واصل ہو جاتی ہے اور اس میں فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جب ایک شخص طریقت کی محبت کا دعویدار (مدعی) ہو یا ان کے ساتھ رابطہ قائم ہوا ہو یا قائم کرنا چاہتا ہو اور یہ خواہش ہو کہ اپنے مقصد تک پہنچ جاؤں اور تمام حجابات سے گزر جاؤں اور حق کے ساتھ واصل ہو جاؤں بلکہ محبت کی نورانی روح اس حقیقی نور میں فنا ہو جائے تو اس کیلئے فرض ہے کہ صاحبان طریقت کی محبت میں اپنا مال و جان قربان کرنا عین مقصد تک پہنچنے کا وسیلہ جانے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان بھی وہ چیز حجاب ہے کہ بندہ کا اپنی رائے بہتر جاننا اپنے نفس کے خیال اور متابعت پر چلنا، اپنا علم و عقل وغیرہ یہ سب یا اپنے مال و سر کا لحاظ رکھنا یہ اسے بہتر اور اچھا نظر آتا ہو جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ کہ ایک عاشق فرماتے ہیں۔

ترجمہ:

جب تو اپنے پیرومرشد پر مال وجان سے قربان ہو — گویا اپنے مقصود تک رسائی ہو

جب تک تیغ عشق سے شہید نہ ہو — تو وہ اپنے مقصود تک پہنچا نہیں

توحید کی باتیں ہر شخص کرتا ہے — لیکن سب لوگ توحید سے باخبر نہیں

مریدی اپنے پیر کی رضا سے کر — اپنے پیر کی رضا کے بغیر مرید نہیں

(یعنی مقصود و مراد تک نہیں پہنچ سکتا)

سعادت اور نیک سیرت لوگ آتے ہیں — لیکن بدسیرت کبھی سعید نہیں

بداخلاقی کی مثال جیسا کہ ہر جگہ بدنیتی قہر غصہ کرنا۔ جیسا کہ ایک جگہ مردار پڑا ہوا ہو اور اس سے بدبو آرہی ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ اس بداخلاق، بدنیت، غصہ کرنے والا، بدگو، بےادب اور بےحیا انسان کے دل میں بھی حسد، نجاست اور مردار کا کوئی ٹکڑہ پڑا ہوا ہے۔ اس لئے اس سے بدبو آرہی ہے۔ جس سے پاک مسلمان کا دل و دماغ خراب ہوتا ہے۔

اور جس میں اچھے اخلاق، ادب ولحاظ ہو اور حیاء ہو تو یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اس کے دل میں نورانی محبت کی مشک کی خوشبو کی طرح بنیاد قائم ہوگی۔ اس لئے ان کے دیکھنے سے لوگوں کے دل و دماغ روشن ہوں گے اور اس وجہ سے ان کی قسمت کی مشعل روشن ہوگی اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت اور قربت حاصل ہو جائے گی اگر اس کے دل سے حسد، جہل اور بےمحبتی کی یہ تاریکیاں دور ہو جائیں تو واصل ہو جائے گا۔

اس لئے فرمایا کہ ''تو جہل کی وجہ سے دور ہوا کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے دور نہیں۔ اگر نفس کیلئے اللہ تعالیٰ سے لڑائی کرتا ہے۔ تو یہ شخص فرعون ہے بندہ نہیں'' معلوم ہوا کہ پیر کی متابعت کے مقابلے میں اپنے نفس کی متابعت یہ فرعون کی پیروی سے ہے اور یہ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑائی ہے۔اس لئے فرمایا ''اللہ تعالیٰ بغیر محبت وعشق کے نہیں مل سکتا۔اپنا عشق استاد سے سیکھ کر عالم بنو'' اس کے بعد فرماتا ہے جیسا کہ گزر چکا کہ تمہارا اپنا علم و سمجھ اور رائے اپنے پیر کے علم، متابعت، فرمان اور محبت کے مقابلے میں یہ تمہارے نفسانی خیالات جو تم نے اپنے لئے بہتر اور اچھا جانا ہے اس لئے کہ تم اس کے ذریعے اپنے مال و جان اور فائدہ اور بہتری حاصل کرو۔ان سب کو قربان کرو یہاں تک کہ ظاہر جسم بھی ان کی متابعت میں قربان کرنا عیب نہ جانو بلکہ صحیح اور حق جانو تب حق کے ساتھ واصل ہو جاؤ گے۔اس لئے فرمایا کہ معرفت کے طالب کیلئے یہی جہاد اکبر ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کریں اور ان تمام خیالات سمجھ، نفسانیت اور تمام اخلاق رزیلہ کو اپنے پیرو مرشد کے متابعت اور محبت میں نیست و نابود کرے۔اور ان صفات حیوانی اور اخلاق رزیلہ سے خلاصی پالے اور صفات محمودہ، اخلاق حسنہ سے دل کا گھر روشن اور منور ہو جائے۔اس لئے کہ تمہارے لئے یہی تاریکیوں کا حجاب ہے جس نے تم سے حق چھپایا ہے۔اس لئے فرمایا۔

ترجمہ: ''سامنے پردہ نہیں رکھتا مگر تم خود حجاب ہو۔حجاب ختم کرو اور اس بلا سے خلاصی پالو'' اس لئے حدیث شریف میں آتا ہے ''العلم حجاب الاکبر'' اس سے مراد وہ علم و عقل ہے جسے یہ بزرگان دین خصوصاً اپنے پیرو مرشد کے مقابلے میں استعمال کرتا ہے اور ان کے اعمال گنتا ہے اور بیان کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ''اگر تم اس حجاب کو ختم کرنا چاہتے ہو تو مرشد کے پاس جایا کرو تاکہ عالم ہو جاؤ'' اور سر آنکھوں پر قبول کرلو۔یہاں تک کہ پیر کی محبت میں اپنی ہستی کا بھی خیال نہ کرو۔اس لئے فرماتے ہیں۔''اگر ایک مولا کی محبت چاہئے تو اپنی ہستی سے ہاتھ دھولو'' پیارے! عرفاء کاملین، علماء، مقربین تو یوں فرماتے ہیں کہ اس محبت میں اپنی ہستی قربان کرنا بھی کمال جان لے اور اپنی جان و مال کی پرواہ نہ کرے تو تب اہل ہو کر اپنے مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔

اس لئے فرمایا۔ ترجمہ:

''شریعت اور حقیقت کو کوڑا بنالو۔ اس راستے میں میاں حکیم جیسے جولاہا بنو'' یعنی شریعت اور حقیقت مان لو اور ان کی سب کچھ حقیقت جانو۔ اور اس اخلاص کے کوڑے سے اپنے خیالات کو مارو اور اس فن یعنی راہ طریقت میں ایک ہوشیار جولاہے کی طرح جو تانا بانا بُنتا ہے کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف جاتا ہے۔ اسی طرح تم بھی انتہائی تحقیق اور باریک نظر سے آیا جایا کرو اور اس آنے جانے کو بھی کمال جانو۔ اس لئے فرماتے ہیں۔ ترجمہ:

''سچے عشق سے پہلے مجنوں بنو پھر مجنوں سے آہستہ آہستہ لیلیٰ بنو''

ایک دوسرے عاشق فرماتے ہیں۔ ترجمہ:

''اگر تو مجنوں کی طرح عشق میں صادق ہوا تو لیلیٰ کے دروازے پر دربان نہیں''

مجنوں کا واقعہ گزر چکا ہے اس میں فکر کرو اور اتنی سی غیرت اور ننگ تو اپنے آپ میں پیدا کرو۔ یعنی مطلب یہ ہوا کہ اس محبت سے انسان کو مقام فناء فی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ اس سے پہلے اپنے پیر کی محبت میں فنا ہو جائے تو واصل باللہ ہو جاؤ گے تو پھر اپنا آپ بھی نہیں دیکھو گے بلکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔ ترجمہ:

''ساقی کے ہاتھوں مست پیالہ نوش کرو محبت کی شراب سے مست اور خبردار ہو جاؤ''

یعنی پیرومرشد کی محبت کی حقیقی شراب کا مست پیالہ نوش کیجئے تاکہ تمہارے یہ سب نفسانی خواہشات کے حجابات تمہاری نظر سے بلا تکلف دور ہو جائے۔ اور تمہاری ذات محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہو جائے۔ اور ایسی عاجزی اختیار کرو اپنے پیر کی متابعت میں کہ اپنی جان اور جہان، اختیار اور نفس اپنی خوشی اور علم وعقل سے ایسے بے اختیار ہو جاؤ جیسا کہ کاشتکار ایک دانہ مٹی میں ڈالتا ہے اور چھپ جاتا ہے۔ یا ایک باغبان پھولوں کے بیج میں سے ایک بیج مٹی میں ڈالتا ہے پھر چند دن بعد وہ اُگ آتا ہے اور اس سے خوشبودار پھول

نکل آتے ہیں۔ جس پر بھڑیں جمع ہوتی ہیں جس کے دل میں بھی پھول کی محبت کا کچھ حصہ ہوتا ہے۔ "کل شئی یرجع الی اصلہ" اور جس کی اصل پھول سے نہ ہو مثلاً مکھیاں مچھر تو وہ بغیر گندگی کے دوسری جگہ خوش نہیں ہوتا۔ جیسا کہ شیطان ملعون کو اپنی رائے اور ناقص عقل بہتر نظر آتی تھی۔ اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ محبت نہ تھی تو یہ وہی سلسلہ ہے جو جاری ہے۔ اور یہ بیان ان دونوں راستوں یعنی رحمانی اور شیطانی شروع سے چلا آرہا ہے اور اس آیت شریف سے ثابت ہے

"سنة الله التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا"

یعنی دستور خداوندی شروع سے چلا آرہا ہے اور ہرگز نہیں بدلے گا اللہ تعالیٰ کا دستور جو یہ ہے کہ مومنوں کی امداد اور کافروں پر قہر اور غضب یعنی رحمت خداوندی کے راستے بھی شروع سے جاری ہے۔ اور قہر وغضب کے راستے بھی جاری ہیں جیسے کہ وہابیوں کے راستے۔ اس آیت مبارکہ پر مولانا روم رحمۃ اللہ نے ایک عجیب روشنی ڈالی ہے۔

"گفت طوبیٰ من رانی مصطفیٰ والذی یبصر لمن وجھی رائی"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کیلئے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا ہے۔ اور جس نے اسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا تھا تو اس کا دیکھنا حق ہے۔

"چوں چراغِ نورِ شمع را کشید ہر کہ دید آن را یقین آن شمع دید"

جیسا کہ ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن ہوتا ہے تو جس نے اس چراغ کو دیکھا تو یقیناً اس نے شمع دیکھ لی۔

"ہم چنین تا صد چراغ از نقل شد دیدنِ آخر لقائے اصل شد"

اسی طرح اگر سو چراغ بھی اس چراغ سے روشن ہو جائیں یعنی ایک دوسرے سے مسلسل تو آخری چراغ کی روشنی بھی اس پہلے چراغ سے ہے اور اگر ایک چراغ سے

ہزاروں چراغ روشن ہو جائیں تو بھی پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہیں آتی۔مولانا روم رحمتہ اللہ کا یہی مطلب ہے۔کہ تمام انبیاء واولیاء کی نورانیت اسی شمع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔اور یہ وہ پاک نور ہے کہ تمام چراغ اسی سے نقل ہوئے ہیں۔یعنی روشن ہوئے ہیں اسی وجہ سے طریقت کے سلسلے جاری ہیں۔

''انا من نور الله والمومنون من نوری''

الحدیث(مدراج النبوۃ ج۲ ص ۶۱۰)

مولانا روم دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

''نورحق ظاہر بود اندر ولی　　　نیک بین باشی اگر اہل دلی''

(امدادالمشاق)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ولی میں اللہ تعالیٰ کا نور جلوہ نما ہو چکا ہے۔اگر تو اہل دل ہے تو عقیدت کی نظر سے اسے دیکھ لے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ اے انسان! اگر تو نے حسد کا زنگ،نفاق،بدگمانی،انانیت،تکبر اپنے دل سے نکال دیا جیسا کہ انسان کے آگے سے بادل کا حجاب ختم ہو جاتا ہے جس نے سورج کو چھپا لیا ہوتا ہے تو اس کے بعد تمہاری آنکھیں سورج کو دیکھ لیں گی۔اور اس روشنی سے دن اور رات کا فرق معلوم ہو جائے گا اور تو سمجھ جائے گا کہ تاریکی سے روشنی کی طرف آ گیا ہوں اور اس سے تو راستہ قطع کرے گا۔اور اپنے مقصود تک پہنچ جائے گا۔مطلب یہ کہ تمہارے دل پر جو تاریکی گناہ، تکبر، خود پسندی،حسد،نفس پرستی کا حجاب پڑا ہوا ہے تو تم اسے یقین،اور عقیدت صدق سے پھاڑ ڈالو تو اس کے بعد اس حقیقی نور کو اہل اللہ کے نورانی سینے میں دیکھ لو گے۔اور جلوہ گر ہو جائے گا۔تم بھی اس روشنی کی وجہ سے تاریکیوں سے نکل جاؤ گے۔اور اس روشنی میں تو اپنے مقصود کی طرف رفتار شروع کرو گے۔اور نشیب و فراز میں گرنے سے اور ہر مضر چیز سے بچ

جاؤ گے۔اور اسمِ ذات خداوندی سے تمہارے دل کا شیشہ ایسا صاف ہو جائے گا کہ وہی نور حقیقی اپنے سینے میں دیکھ لو گے۔اور اس سے تمہاری حقیقی نظر ایسی تیز ہو جائے گی کہ دور دراز مقامات میں تو معلومات کر سکے گا اور اس کا علم تم کو معلوم ہو جائے گا۔اس لئے سیدنا پیرانِ پیر غوث اعظم قدس سرہ نے غنیۃ الطالبین ص ۵۳۳ میں فرمایا ہے۔''مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر کی مخالفت نہ کرے اور دل میں اُس پر اعتراض نہ کرے ظاہر میں نافرمانی کرنے والا بے ادب ہے اور باطن میں اس پر اعتراض کرنے والا خود اپنی ہلاکت کا خواستگار ہے۔بلکہ شیخ کی طرفداری میں ہمیشہ خود اپنے نفس کا مقابلہ کرے اور ظاہر یا باطن میں شیخ کی مخالفت کرنے سے اپنے نفس پر نظر رکھے۔

یعنی اگر اس کے نفس میں پیر کے ساتھ کوئی نہ کوئی مخالفت آجائے تو شیخ کی متابعت میں اسے پائمال کرے اور اس کی ہر قسم کی نفسانی متابعت اور خیالات کو پائمال کرنا ایک اعلیٰ مقصد جانے۔شیخ کا اپنے مرید سے اس بات پر ناراض ہونا کہ جو مرید سے لاعلمی سے ہو گیا ہو۔بے محبتی، حسد کی وجہ سے نہ ہو بلکہ محبت ہے مگر لاعلمی کی وجہ سے یہ کام ہو گیا ہے تو یہ مرید نااہل نہیں ہے اور مردود نہ ہوگا۔بلکہ شیخ اس مرید کے اس عمل سے ناراض ہو کر اسے ڈانٹے یا تکلیف اور سختی دے پھر بھی اگر مرید میں محبت ہو تو وہ اس پر ناراض و خفا نہ ہو۔اور اس ڈانٹ کو معیوب نہ سمجھے بلکہ خود کو معیوب جانے۔اور اپنی غلطی کا اقرار کرے اور معافی طلب کرے کہ شیخ راضی ہو جائے۔تو مرید میں یہ ایک صفت آدم علیہ السلام ہے اور شیخ متصف بہ اخلاق الٰہی ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان سب سے معاف فرمایا اور مقامِ دوستی پر فائز کر دیا۔اسی طرح یہ شیخ اپنے اس مرید کو ضرور معاف کریگا۔اور پھر اپنے خاص محبّ دوستوں میں شامل کریگا اور دوستی کا وہ مقام اسے دوبارہ حاصل ہوگا اور اگر مرید ناراض ہوا شیخ کی بعض باتوں سے جو اسے ناجائز نظر آتی ہیں۔اس

وجہ سے اپنے شیخ سے ناراض وخفا ہو تو اس کا انجام بہت خراب ہوگا کیونکہ ہر وہ قول وفعل جس کی وجہ سے یہ شیخ سے ناراض ہوا ہے۔ اور اس نے دیکھا ہے تو یہ ناجائز نہ ہوگا مگر کسی راز و حکمت سے خالی نہ ہوگا۔ وہ حقیقت میں حق اور صحیح ہوگا وہ علم لدنی سے کسی کشف ومکاشفہ اور کسی مقصود کیلئے ہوگا لیکن اس مرید کے دل میں جہالت کی تاریکی اور بے محبتی کا حجاب ہوگا اور اس کے دل میں روحانی علم نہیں اور ظاہری علم سے وہ اس میں فرق اور تمیز نہیں کرسکتا تو جب یہ مرید اپنے علم وسمجھ وخیالات کے پیچھے چلے اور اس شیخ سے روٹھ جائے اور ان کی کوئی چیز اسے معیوب نظر آئے تو اس کے دل پر حسد کا پلید اور گندہ پردہ پڑ جائے گا۔ تو ایسا ملعون ہو جائے گا کہ ابدالآباد تک ہلاک ہو جائے گا کیونکہ یہ تو ابلیس کے اخلاق سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کے حکم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر ناراض ہوا تو اس کے دل پر حسد کفر کا پردہ آیا۔ اور معافی نہ چاہی بلکہ خود کو اچھا اور بہتر جانا۔ تو معلوم ہوا جس میں محبت نہ ہو اگرچہ عبادت گزار وعابد ہو اور اولیاء اللہ سے محبت نہ ہو بلکہ دل پر حسد کا حجاب پڑا ہو تو اللہ کے دوستوں کے آئینے میں نور حق نہیں دیکھ سکے گا۔ تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو جائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ ظاہر یا باطن میں کچھ عداوت ہے۔ کیونکہ یہ اخلاق شیطانیہ ہے۔ یہ بھی شیطان کی طرح بوجہ بے محبتی اللہ تعالیٰ کے دوستوں یا ان کی کوئی رائے جو حقیقت میں منجانب اللہ ہوتی ہے اور اس میں کچھ راز وحکمت ہوتی ہے اور اسے معیوب نظر آتی ہے تو قہر خداوندی ایسا غالب اور جوش میں آتا ہے کہ پھر کبھی بھی قبول نہ ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے وجود یا ان کے قول وفعل کو معیوب سمجھنا اسی طرح قہر خداوندی ہے اور محبت کے ساتھ اپنا آپ معیوب جاننا اور اپنا عیب محسوس کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور ان کے دوستوں اور ان کے قول وفعل کو معیوب نہ جاننا بلکہ ان سب کو حق نظر سے دیکھنا یہ حضرت آدم علیہ السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ اور

ہے اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں تک پہنچائے گا۔اور اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔ کیونکہ اس طرف نظر کیجئے کہ عمل کے ساتھ

لاتقنطوامن رحمت الله ان الله يغفر الذنوب جميعا ،انه هو الغفور الرحيم ، الا ان اولياء الله لاخوف عليهم ولا هم يحزنون، لهم البشرىٰ فى الحيواة الدنياوالاخره، ان الله اشترىٰ من المومنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة ، كل شيى يرجع الى اصله:۔ تو اولیاء اللہ کو معلوم ہوا کہ سب سے پہلے تکالیف وسختی برداشت کرنا اگر چہ حلال چیزیں ہوں لیکن اس سے بھی ایک اندازے کے مطابق پرہیز کرنا کہ اسمیں پورا مشغول نہ ہو جائے۔ نفس کے لحاظ سے اگر چہ اس کی ممانعت پر کوئی آیت قرآنی نہیں لیکن یہ بھی ایک انجام میں انسان کیلئے ایک اندازے کے مطابق تکالیف وسختیوں کا سبب بنتا ہے۔ جس طرح آدم وحوا علیہما السلام کیلئے جنت سے خروج ،فراق اور تکلیف کا سبب ایک وقت تک بنا۔ تو معلوم ہوا کہ پہلے سختی ،تکلیف برداشت کرنا آئندہ راحت ،خوشی اور رضا کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح نفسانی لذت ،عیش وعشرت اور راحت اگر چہ جائز ہو لیکن انسان کے لئے ایک وقت تک تکلیف ،فراق کا سبب بنتا ہے۔ جیسے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے لئے جنت کے نکلنے کا سبب بنا اور اسی قسم کی تکلیف جو ذکر ہو چکی ہے اول ابتداء میں دنیا میں برداشت کرنا انسان کی کامیابی ،نجات ،آرام ،اللہ تعالیٰ کی رضا ،دوستی اور اپنے مقصود تک پہنچنے کا سبب ہے۔ جیسے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کیلئے دنیا میں یہی تکالیف اور فراق جو ذکر ہو چکے ہیں اپنے مقصود تک پہنچنے کا ایک کامل سبب بنا تھا۔ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی تکالیف اور جنت سے نکلنا ایک ایسی مثال ہے جس طرح ایک ماں اپنے بچے کو اپنی مشفقانہ گود میں دودھ پلاتی ہے اور یہ بچہ بھی اس میں مشغول ہوتا ہے۔ اور کسی وقت یہ ماں اپنے بچے کو انتہائی محبت وشفقت سے اپنے دودھ سے چھڑاتی ہے حالانکہ

اس ماں کا مقصود اس بچے کا رونا، خفا ہونا، غمگین ہونا نہیں ہوتا بلکہ محبت و پیار ایسا ہی ہوتا ہے جس طرح پہلے تھا۔ اور جب بچہ روتا ہے تو ماں کا دل اور بھی رنجیدہ ہوتا ہے۔ اور رحم کرتی ہے۔ اس کے بعد ماں کے پاس جو چیز لذیذ، اور مناسب ہوتی ہے تو وہ اس بچے کو دیتی ہے۔ اور وہی محبت کا رابطہ قائم رہتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حضرت آدم و حوا علیہما السّلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و محبوب تھے۔ اور انتہائی لذیذ نعمتوں میں مشغول تھے لیکن جو چیز اللہ تعالیٰ کو مقصود تھی تو اس کے لئے بہانہ بنا دیا۔ اور اس مقصود کے لئے دنیا کی طرف بھیجے گئے۔ اور جب وہ روتے، فریاد کرتے، اور غم برداشت کرتے تو یہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہائی محبت کا معاملہ تھا۔ جس طرح بچے اور ماں کے درمیان۔ اس میں ایک حکمت اللہ تعالیٰ کی تو یہ تھی کہ ان کی محبت اور ناز جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا وہ بھی ابن آدم کو دکھایا گیا۔ اور ابلیس شیطان کو بھی دکھایا گیا اور اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ میں نے تو نافرمانی کی ہے۔ لیکن توبہ تائب نہ ہوا۔ بوجہ آدم علیہ السلام کے میں مردود اور نا قبول ہوا ہوں۔ اور یہ بھی اسے معلوم ہوا کہ یہ وہ ہستی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی خاص حکمت کی وجہ سے دنیا کی طرف بھیجا ہے۔ اور تکالیف و سختیوں میں مبتلا کیا ہے۔ اور اس قدر روتے اور فریاد کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں روٹھتے۔ بغاوت اور شکایت بھی نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے باوجود خود کو قصوروار جانتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ محبوب کے ہاتھوں محب پر جتنی بھی تکالیف آتیں ہیں تو وہ اسے عیب نظر نہیں آتا۔ بلکہ خود کو معیوب جانتا ہے اور بے وفائی نہیں کرتا۔ باقی سارے مقاصد پس پشت ہوتے ہیں صرف اپنے محبوب کے پیچھے دوڑتا ہے۔ جس طرح حضرت آدم و حوا علیہما السلام اس فرمان کے انتظار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فرمائے کہ میں راضی ہوں اور تم میرے دوست ہو۔ ماں اور بچے کی مثال پر غور کیجئے کہ ماں کس طرح پھر اپنے بچے سے محبت کرتی ہے۔ کیونکہ پہلے تو بچے کو جو چیز پسند اور لذیذ تھی اس کے لئے بچے کو تڑپاتی

رہی۔ کیونکہ اب یہ چیز بچے کے فائدہ کی نہ تھی اور بچہ اس سے بہتر چیز نہ جانتا تھا۔ بلکہ اب ماں کو جو چیز پسند اور اعلیٰ نظر آتی تھی تو وہ بچے کو دیتی رہی۔ تو جب بچہ کی اس لذیذ اور اعلیٰ چیزوں کے ساتھ عادت ہوگئی تو پھر کبھی ماں کی چھاتی کی طرف میلان نہ کیا۔ اسی طرح آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان تکالیف اور رونے کی وجہ سے انہیں وہ انعام اور لذتیں رضا و دوستی عطا فرمائی اور ایسے خوش ہوئے کہ پھر گذشتہ چیزوں کیلئے تمنا نہ کی جو انہوں نے دیکھا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی لذت حاصل ہوئی۔ اور یہ تو معلوم ہے کہ اس لذت خداوندی، تجلی، نور، معرفت قربت، اور وصلت پر جنت قربان کی۔ کیونکہ عارفانِ خداوندی کا مقصد صرف اور صرف قربت ہوتا ہے۔ تو یہی تعلیم بزرگانِ دین کو حاصل ہوئی۔ اور حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے اس قصے سے انہیں کامل عبرت حاصل ہوئی کیونکہ ایک عاشق صادق فرماتے ہیں۔ ترجمہ:

''اتنی مٹھاس باغ رضوان میں بھی نہیں جس طرح میں تمہارے شوق سے پیارا پیارا روتا تھا''

عاشق اپنے معشوق کے رونے پر بہت خوش ہوتا ہے۔ ایک عاشق صادق فرماتے ہیں۔ ترجمہ:

''بادشاہانِ زمانہ تمہارے در کے گدا ہیں دیکھتا ہوں ہر نوکر سر فراز تمہارے''

''وہ پھر کب مال و سر کو روکتے ہیں جو خبردار ہوتے ہیں حسن سے تمہارے''

اس لئے فرمایا۔ ترجمہ:

''پروانے کی طرح مال و سر کی پروانہ کر جب تو رخسارِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر شیدا ہوا''

''مال و سر پر گھبرایا نہیں کرتے جو ایمان والے ہوں

میدان میں پیٹھ نہیں پھیرتے جو ایمان والے ہوں''

''اگر تیغ محبت دل میں پیوست نہ ہو دنیا سے نامراد جاؤ گے''

''عاشقوں نے شکست میں پالی یہاں وہ طاقتور ہے جو کمزور ہو''

یعنی جو اپنے نفس کے اختیار اور رائے سے بے اختیار ہو جائے تو وہ ناتواں لوگ طاقتور ہو گئے۔ اور مال و سر کی کوئی پرواہ خیال میں باقی نہ رہی اپنے دوست کے عشق میں۔ جب مجازی عاشق مجنوں کو لیلیٰ کا عشق ایسا حاصل تھا کہ انتہائی محبت سے اپنے بدن کا خون نکالا اور پھر بھی خوش تھا۔ بلکہ اس میں لیلیٰ کی محبت کی لذت تھی۔ اسی طرح محبت خداوندی کی لذت حضرت آدم علیہ السلام کو رونے میں حاصل تھی۔ حالانکہ اس وقت وہ جنت میں بھی نہ تھے۔ اور اس محبت کی وجہ سے ان کا دل لطیف، نرم، منور ہو گیا کہ پھر انہوں نے جب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر دیکھا تو اس پر عاشق ہو گئے۔ تو یہی عشق و محبت کا ہنر اور دیدارِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھی عاشقوں نے اسی طریقے سے سیکھا۔ اس لئے عاشقان و عرفاء مجاہدات اور بہت سختی و غم برداشت کرنے کے بعد نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر دیکھتا ہے۔ بلکہ ہر جگہ اس نور کو دیکھتا ہے۔ جیسے کہ ایک عاشق نے فرمایا۔

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

ایک قدم سے عرش تک پہنچتے ہیں میں نے درویشوں کی رفتار دیکھی

تو ابلیس کو بھی یہ معلوم ہوا کہ یہ وہی نورانی محبوب اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں جو میں نے عرش معلیٰ پر دیکھا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر اور حسد کی وجہ سے میں لعنتی بن گیا۔ اور یہ بھی شیطان کو معلوم ہوا کہ اچھے دوست حضرت آدم علیہ السلام کو اس خاص حبیب کی محبت اور طفیل سے جو حضرت آدم علیہ السلام کو دکھایا گیا تھا اور اس سے محبت پیدا ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ قبول و مقبول دوست بنا لیا۔ اور عشاق نے ان کی اولاد سے یہ تعلیم حاصل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ حبیب و محبوب دوست

ہیں کہ آپ کے طفیل اور آپ کی دوستی، محبت اور معرفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کی تکلیف و زحمت معاف فرماتا ہے اور اپنے دربار میں مقبول و مقرب بناتا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق و دشمن کو ظاہر فرماتا ہے۔تو جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق بنے تابعدار بنے یعنی پہلے مجاہدہ کیا تکالیف برداشت کی اور مخلوق سے فراق اختیار کی اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل کی تو ان کو ظاہر فرمادیا محبوب بنے اور واصل الی اللہ ہوئے۔اور بعض اولادِ آدم علیہ السلام شیطان کے راستے پر چلے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت دیکھی اور نہ صفت ان کو پہنچی اور نہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عاشق ہوئے۔تو وہ اسی طرح دھتکارے ہوئے، روسیاہ اور شیطان کی متابعت میں رہ گئے۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی، معرفت اور عشق و محبت کیلئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔اور دوست و دشمن، حق و باطل کو اپنی مخلوق میں ظاہر فرمایا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت، متابعت، اور محبت کو اپنی محبت و معرفت اور متابعت کی بنیاد مقرر فرمایا۔اور اپنی معرفت، رضا، دوستی اور محبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ مبارک میں اپنے دوستوں کو دکھادیا اور جو لوگ اس سے محروم ہو گئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی کل نعمتوں سے محروم ہو گئے۔اور اسی محبت کو تا قیامت وارثانِ نبوت یعنی اولیاء میں سلسلہ وار جاری فرمایا۔تا کہ دوست و دشمن، گمراہ و بددین اس کسوٹی پر معلوم ہوتے رہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "من یطع الرسول فقدا طاع اللہ" دوسرے جگہ فرمایا۔"اطیعو اللہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم، واتبع سبیل من اناب الیّ. فمن اتبع ھدٰی فلا یضل و لا یشقیٰ." اور جو اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں تو ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے وعید فرمائی یعنی اعلانِ جنگ فرمایا۔کیونکہ اولیاء اللہ سے دشمنی اور مخالفت کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنا ہے اس لئے حدیث قدسی میں آیا ہے۔

"من عادیٰ لی ولیّا فقد ا ذنته بالحرب"

حضرت محترم مجاہد اعظم غوث الزمان فضل واحد بابا جی صاحب قدس سرہ مدفون ترنگزئی علاقہ یاغستان خاص مقام مجاہد آباد مرکز مجاہدین کی ایک پُر اسرار و راز دار حکایت :-

ایک دفعہ محترم بابا جی صاحب مرحوم موصوف نماز جمعہ پیش امام قاری خطیب مفتی اعظم ایوب خان صاحب کے پیچھے پڑھ رہے تھے جو خود بھی حضرت بابا جی صاحب کے مرید تھے۔ لیکن خاص مجاہدہ تو نہ کیا تھا مگر علماء میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو گئے تو امام صاحب موصوف مصلی پر تشریف فرما تھے اور سینکڑوں ہزاروں کا مجمع تھا کہ اچانک بابا جی صاحب مرحوم نے اپنا اعصا (لاٹھی) لے کر مولانا ایوب خان صاحب پر برس پڑے۔ تو فوراً مولانا ایوب خان صاحب نے کہا کہ خبردار! کوئی نزدیک نہ آئے اور مجھے بابا جی صاحب سے نہ چھڑائے۔ کیونکہ یقیناً میں اس مار کے قابل ہوں اور بابا جی صاحب جو بھی کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔ تو تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور حیران ہو گئے۔ بابا جی صاحب یہاں تک مارتے رہے کہ لاٹھی ٹوٹ گئی۔ اور مولانا کے بعض اعضاء سے خون بہنے لگا۔ اس کے بعد لاتوں اور مکوں سے مارنا شروع کیا۔ الغرض بابا جی خوب تھک گئے۔ اور جتنا چاہا اس کو مارا مارنے کے دوران بابا جی صاحب کا عمامہ شریف بھی گر پڑا۔ اور مولانا کی قمیض بھی جگہ جگہ سے پھٹ گئی۔ اور خون آلود ہو گئی تھی۔ اس کے بعد بابا جی مرحوم روبقبلہ بیٹھ گئے اور مولانا ایوب خان صاحب دست بستہ، نیچی نظروں سے انتہائی عاجزی اور تعظیم سے بابا جی صاحب کے سامنے کھڑے تھے۔ اسی حالت میں کچھ دیر بعد بابا جی صاحب نے سر مبارک اٹھایا اور اپنے صاحبزادہ کو آواز دی کہ جاؤ اور میرا نیا جبہ لے آؤ۔ جب انہوں نے نیا جبہ لا کر دیا تو بابا جی صاحب نے جبہ لے کر مولانا ایوب خان صاحب کو لپیٹ لیا۔ یعنی اسے اوڑھا دیا۔ اور مولانا کو گود میں لے کر سینے سے لگایا اور موجود

تمام لوگوں کو آواز دی کہ خبردار ہوجاؤ۔ مولانا ایوب خان صاحب اب سنگ فارس بن گئے۔ اور آج کے بعد میری طرف سے اسے خلافت اذن کی تمام اجازت حاصل ہے اور مولانا یقیناً اس بات کے اہل ہیں اور مردان کے جتنے لوگ میرے پاس آتے ہیں وہ ان کے پاس جایا کریں اور ان کے پاس جانا ایسا سمجھ لیں کہ میرے پاس آتے ہیں اور جو لوگ بیعت کرنا چاہتے ہیں تو مولانا بیعت کرانے کے قابل اور اہل ہیں۔ اور تمام لوگ مولانا صاحب کو مبارکباد دے دو۔ اس کے بعد مولانا کو دعا دی۔ اور جتنے بھی صحیح العقیدہ مسلمان مولانا ایوب خان صاحب کو دیکھنے والے تھے تمام مولانا کی ولایت اور بزرگی کے گواہ ہوگئے۔ کہ مولانا اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی ہیں۔ اور مشہور زمانہ بزرگ ہیں۔ یہ اصل میں باباجی صاحب مرحوم کی ایک جامع حکمت پر مبنی راز کی بات تھی اور ہر مرید کیلئے ایک عبرت ناک نظریہ تھا۔ اور مولانا ایوب خان پر ایک بہت بڑا امتحان تھا۔ اس کے ذریعے مولانا کی اہلیت، صبر، قناعت، اور کامل عقیدے اور اپنی جان قربان کرنے کے یہ سارے حالات تمام شرافت تمام مریدوں پر ظاہر ہوگئی۔ کہ تمام لوگ مولانا کی کاملیت، جامع اہلیت کے قائل اور معتقد بن گئے۔

یہ ایک جامع راز ہے مگر اس سے اختصاراً یہ بات کہ اس مارنے سے باباجی صاحب کی غرض اس کے نفس کی تذلیل تھی۔ کہ ان لوگوں کے سامنے ایک بڑے عالم، پیش امام کی تذلیل ہوگئی۔ لیکن اس کے باوجود وہ پھر اپنا آپ اس مارنے اور ذلیل کرنے کے قابل سمجھتا ہے۔ اگرچہ اس سے کوئی جرم وقصور صادر نہ ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی اپنے آپ کو قصوروار اور مجرم کہتا ہے۔ اور اپنے پیر صاحب کے ہاتھوں اپنی بے عزتی اسے عیب نظر نہیں آئی۔ بلکہ اپنا عیب جانتا ہے اور اس وجہ سے اس کے نفس میں ایسی ذلت، عاجزی اور اپنی نااہلی نظر آئی کہ اپنے آپ سے نااہل ملامت، عاجز، گنہگار اور مجرم کوئی اور نہیں دیکھا اور

مولانا کی نفس میں ذرہ برابر انانیت، تکبر اور غرور بھی باقی نہ رہا۔ اور اپنی عزت، وقار اور علم سے قطع نظر اپنی عاجزی، نااہلی، ملامت اور جرم کو ظاہر و باطن میں دیکھا۔ اور کسی قسم کا اعتراض اپنے پیر و مرشد کے بارے میں نہ کیا۔ بلکہ اس سے زیادہ اپنے پیر کی تعظیم شروع کی۔ کہ دست بستہ، جھکی نظروں انتہائی تعظیم کے ساتھ لبیک کی صدا لگاتے اپنے پیر و مرشد کے سامنے کھڑے ہیں تو تمام لوگوں کو بھی اور پیر و مرشد کو بھی مولانا کی شرافت ظاہر ہوگئی۔ اور مولانا نے اپنے پیر کو حق اور اپنے نفس کو قصوروار جانا۔ اور آئندہ کیلئے بھی پیر کی رضا و تابعداری کیلئے اپنے نفس کی زجر و توبیخ کیلئے تابعدار تھے۔ جب مولانا کی حقیقت و شرافت اس امتحان میں ظاہر ہوگئی کہ اپنے شیخ پر ذرہ برابر بھی اعتراض نہ کیا اور نہ معیوب جانا بلکہ خود کو معیوب جانا۔ تو کامل خلیفہ اور ماذونِ طریقت ہو گئے اور لوگوں میں سرفراز و معزز بن گئے اور فی زمانہ ولی اللہ بن گئے۔

فائدہ: اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شریف اور غیرت مند، بہادر اور مجاہد وہ ہے کہ جو اپنے دشمن کو پہنچانے اور اس کی مخالفت کرے اور دشمنی کرے اور اس کی ہر رائے کی مخالفت کرے اور اس کے مقابلے میں اپنے حقیقی دوست کی تابعداری کرے۔ اور ہر بات مانے اور دوست کی ہر بات اگرچہ ظاہر میں بری بات معلوم ہوتی ہو پھر بھی اچھی فائدہ دینے والی اور اپنے لیے خیر اور کامیابی جانے اور اس کے مقابلے میں دشمن کی ہر بات، ہر کام اور رائے اگرچہ ظاہر میں اچھی نظر آئے پھر بھی اسے بری جانے اور اپنے لئے نقصان دہ جانے اور یہ یقین جانے کہ دشمن کی بات اگرچہ ظاہراً اچھی ہے اس کا انجام خراب ہے کیونکہ یہ میرا دشمن ہے اور دشمن کبھی بھی بہتری اور اچھائی کی بات نہیں کرتا۔ بلکہ دشمن کی بات فریب اور دھوکہ سے خالی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دشمنوں سے زیادہ شریر دشمن تمہارا نفس ہے۔ اور یہ اس لئے فرمایا کہ کسی کافر یا مسلمان دشمن سے ظلماً اگر کوئی قتل

ہو جائے تو انتہائی عزت کی ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واصل ہو جاتا ہے۔ اور تمام غموں و تکالیف سے خلاصی پالیتا ہے اس لئے جب مسلمان کافر کے ساتھ لڑتا ہے اور اپنا سر و مال قربان کرتا ہے اور کسی قسم کے نقصان و تاوان کا خوف نہیں ہوتا تو صرف یہی وجہ ہے اور کافر کے قتل کرنے کے لئے اس لئے درپے ہوتا ہے کہ مسلمان کی یہ نیت ہوتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کے ساتھ لڑنے پر اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوتا ہے اس لئے کہ یا تو یہ کافر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ کا دوست بن جائے یا قتل ہو جائے کہ اس کافر کے درخت سے کفر کا بیج پیدا نہ ہو جائے۔ اور مسلمانوں اور اسلام کو ضرر نہ پہنچے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو ہمارا بڑا دشمن بتایا ہے۔ اس لئے کہ تم اپنا دشمن پہچان لو اور اس کے ساتھ دشمنی کرو۔ تو وہ بڑا ابدترین دشمن نفس ہے۔ اس لئے خدانخواستہ اگر اس کے ہاتھوں کوئی ہلاک ہوا تو پھر ہمیشہ کے لئے عذاب اور دوزخ میں رہے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا دشمن رہے گا کہ پھر نجات نہ پائے گا۔ اور اگر نفس کی ہر وقت متابعت نہ کی بلکہ کبھی کبھی نفس کی متابعت سے ہلاک ہوا اور ایمان زیادہ نہ ہوا تو پھر بھی ایک انداز ے کے مطابق اللہ تعالیٰ اور محبوب صلی اللہ علی وسلم کی قر ت اور وصلت اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، رحمتوں، خوشحالیوں، عزتوں سے محرم رہے گا۔ اور نفس کی اطاعت کے اندازے کے مطابق دوزخ میں عذاب پائے گا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اعداعدوک نفسک التی بین جنبیک" یعنی تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا وہ نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوں کے درمیان ہے۔ اس لئے جنگ احزاب یعنی غزوہ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کافروں کے خوف کی وجہ چار نمازیں قضا ہو گئی تو جب کفار پر غلبہ حاصل ہوا تو کفار سے لڑنے کو جہاد اصغر کہا اور عبادت کو جہاد اکبر فرمایا۔ جو اپنے اختیار سے اپنے نفس کو مغلوب کرتا ہے۔ اور اس پر بوجھ ڈالتا ہے۔ اور نفس کو

اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے تابع کرتا ہے اور نفس کی رضا، خواہش، تصور، فکر اور رائے کو نظر انداز کرتا ہے۔ اور نفس کی رضا کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو نفس سے فارغ ہوتا، غائب ہوتا اور بے پرواہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونا یعنی حضوری میں راز کرتا ہے۔ جیسے کہ "**الصلوٰۃ معراج المومنین**" تو معراج اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس وقت ہو سکتی ہے کہ جب اپنے نفس کی ہر رائے اور تابعداری سے ایسا بے پرواہ ہو جائے کہ اپنے نفس کو پائمال کرے۔ یعنی جس کا نفس سے تعلق ہے اور وہ فانی ہو اور وہ اس کا نفس امارہ اور ہر وہ چیز جس انسان کے ساتھ موت تک تعلق ہو تو یہ ان تمام چیزوں سے بے فکر ہو جائے اور اس کا تصور چھوڑ دے اور سوچ و فکر اس کی ظاہراً و باطناً اور تمام تعلق و محبت اس ذات کے ساتھ جوڑ لے جو فانی نہیں بلکہ واجب ہے۔ اور اپنی روح کا رابطہ بھی اس سے قائم رکھے۔ تاکہ وہ ابدی زندگی اور ہمیشہ کی عزت اسی ذات پروردگار عالم سے حاصل کرے۔ کیونکہ فرمایا ہے "**کل شيٍ هالک الاوجهه**" یعنی تمام چیزیں ہلاک ہو جائیں گی مگر پروردگارِ عالم کی ذات قائم رہے گی۔ تو اس ذات واجب الوجود کے ساتھ قائم ہونا تب ہو سکتا ہے جب نفس کی مخالفت کی جائے۔ اور تمام چیزوں سے جن سے اس کا اس دنیا میں تعلق ہے اور فانی ہے ان تمام سے فکر و تصور کو ختم کرنا ہے اور ان کی تابعداری سے منہ موڑنا ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہوگا۔ اس لئے جنگ خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ "ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس ہو رہے ہیں" یعنی اب جہاد اکبر میں مشغول ہو جاؤ جو نماز ہے اور اس میں نفس جیسے بڑے دشمن سے جہاد کرنا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نفس کے مقابلے اور مخالفت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد اکبر فرمایا ہے اور نفس کو بڑا دشمن فرمایا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں کافروں کو چھوٹا دشمن فرمایا ہے، کیونکہ ان کے ساتھ لڑنے کو جہاد اصغر فرمایا۔ اور چھوٹے دشمن کے ساتھ

لڑنا چھوٹی لڑائی ہے۔اور بڑے دشمن کے ساتھ لڑنا بڑی لڑائی ہے۔اس قانون کے تحت چھوٹے جنگ کے مجاہد کے لئے ادنیٰ درجہ ہے۔اور بڑے مجاہد یعنی نفس کے ساتھ لڑائی کرنے والے کیلئے بڑا درجہ ہے اور اعلیٰ انعام ہے۔اس لئے اولیاء اللہ اپنے نفوس کے ساتھ ہر قسم کا مجاہدہ کرتے ہیں اور اس مجاہدے کی تعلیم کے لئے یہ اولیاء اللہ مخلوق کے پیشوا اور مقتدا ہیں۔اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری ہے کہ جو لوگ بھی مقصود تک پہنچنا چاہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی وصلت چاہتے ہیں اور ایمان کی دولت صحیح سلامت چاہتے ہیں اور بڑے دشمن سے لڑنا چاہتے ہیں اور اس دشمن سے اپنا ایمان اور اسلام امن میں رکھنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ ان پیشوا صحیح رہبر اہل شریعت و طریقت کے حکم کو دل و جان سے قبول کریں۔اور مالی و جانی قربانی کے ساتھ ان کے تابعدار وفادار رہیں۔اور ان پیشوایان طریقت کی فرمانبرداری، تابعداری، قول و فعل میں اپنے نفس کے ساتھ ہر وقت مقابلہ کریں اور اپنے نفس کی تابعداری اور رائے کو اپنے لئے ہلاکت کا سبب جانے اگر چہ نفس کی رائے ظاہر میں اچھی نظر آئے۔پھر بھی اچھی نہ جانے اور نہ مانے اور شیخ کی ہر بات و تابعداری، اپنے لئے خیر اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور دوستی جانے اور دین و دنیا میں اپنے لئے سرفرازی اور کامیابی جانے۔اور شیخ کے امور انہیں سر آنکھوں پر قبول ہو۔اگر چہ ظاہر میں ناجائز معلوم ہوتے ہیں۔لیکن یہ اسے حق اور صحیح مانے۔اور اس کے مقابلے میں اپنی عقل، علم کو جہل جانے۔حاصل یہ ہے کہ نفس کو دشمن جانے اور اس کی ہر رائے اور متابعت اپنے شیخ کے مقابلے میں اپنی ہلاکت جانے۔تاکہ اس سے خود کو بچائے کہ نفس میرا سب سے بڑا دشمن ہے۔

شیخ کی تابعداری، قول و فعل، اعتقاد کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دوستی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان جانے۔اور عین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جانے۔اور اس کو مان کر اس پر عمل

کرے۔اور اس کے مقابلے میں اپنے تمام خیالات،افکار اور اپنی رائے اور رضا کو رد کرے۔اور ذلیل کرے۔اور اپنے خیالات کو نیست و نابود کرے۔اور اس کے مقابلے میں اپنے شیخ کی تابعداری کرے جو اس کا بے نظیر دوست ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی رسائی کا کامل رہبر ہے۔کہ یہ شخص اس شیخ کی متابعت کی وجہ سے واصل الی اللہ ہو کر ابدی وصلت وقربت اور ہمیشہ کی زندگی وعزت حاصل کرے گا۔"وما توفیقی الاباللہ"

وہ لوگ محروم رہ گئے جو اپنے شیخ اہل طریقت وشریعت کی معمولی معمولی باتیں بھی برداشت نہیں کر سکتے۔اور اسے معیوب،نقصان دہ ناسمجھی اور لاعلمی کہتے ہیں۔اور اپنے شیخ کے قول وفعل،اعتقاد،اخلاق و عادات میں تابعداری کرنے میں عیب تلاش کرتے ہیں۔اور ان کے مقابلے میں اپنی سمجھ،عقل،فکر،ہنر،علم و دانائی کو فائدہ اور کامیابی تصور کرتے ہیں اور یہ اسے اچھا نظر آتا ہے۔ یہ اصل میں نااہلی،عقیدے کی کمزوری،تکبر،غرور،انانیت کی وجہ ہے جو شیطان کے اخلاق میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں امن نصیب فرمائے۔اللھم آمین یا رب العلمین ثم آمین.

"تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد"

یعنی تکبر نے شیطان کو ہمیشہ کیلئے خوار وذلیل کر دیا۔یعنی ہلاک کر دیا۔اس لئے لعنت کے زندان وقید خانے میں گرفتار ہو گیا۔مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب"

اے اللہ ! ہمیں ادب کی توفیق عطا فرما اس فن سلوک میں کیونکہ بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔اس لئے مولانا روم قدس سرہ اپنے شیخ کی غلامی پر فخر فرماتے ہیں۔اور خود کو کہتے ہیں۔

"مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزے نہ شد"

اے مولانائے روم : تم اس وقت تک مولوی نہ بنتے یعنی ملک روم میں تمہاری شہرت نہ ہوتی اور نہ تمہارا باطن صاف ہوتا اس نور سے جب تک شمس تبریز قدس سرہ کی غلامی نہ کرتے یعنی حقیقی بادشاہی اور عزت مولانا روم نے اپنے شیخ کی غلامی میں پائی تو اس لئے یہ فرمایا۔

"الحمد الله منشی الخلق من عدم   ثم الصلوٰة علی المختار فی القدم"

"هو الحبيب الذی ترجیٰ شفاعته   لكل هول من الاهوال مقتحم"

"مولای صل وسلم دائما ابدا   علی حبيبك خير الخلق كلهم"

اللهم صل علی سيدنا محمد واله و عترته بعد دكل معلوم لك

یہ تقریر اس بات کے متعلق ہوئی کہ اس میں وہ سارے نکتے ظاہر ہو گئے اور اس تقریر میں صرف یہ نکتہ خصوصاً ظاہر کرنا چاہئے کہ بہادر، غیرت مند، شریف وفادار جو اپنے شیخ سے اتنی بڑی ظاہری بے عزتی کی وجہ سے بھی ناراض نہیں ہوتا اور نہ روٹھ جاتا ہے اور اسے عیب بھی نہیں جانتا بلکہ اسے اپنے لئے خیر سمجھتا ہے۔ جس طرح تقریر کے شروع میں مولانا ایوبؒ خان صاحب طوروی کا حال بیان ہو چکا ہے۔ تو اس وجہ سے وہ کتنے کمال تک پہنچ گئے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ بہت سے نادان، کم عقل مرید اپنے شیخ سے معمولی معمولی باتوں پر ناراض ہو کر روٹھ جاتے ہیں یہ رویّہ کم عقلی اور بدنصیبی ہے جس سے شیطان خوش ہوتا ہے اور حقیقت میں اس سالک کیلئے تباہی ہے لیکن یہ اس کی دوسری جہالت اور بد قسمتی ہے کہ باربار اپنے شیخ سے معافی نہیں مانگتا اور اپنا روٹھنا اپنے لئے ملامت، گناہ، تاوان، تباہی اور ہلاکت نہیں سمجھتا اس لئے شمس العلماء سلطان العارفین اخوندرویزہ فرماتے ہیں۔ ترجمہ:

اگر مرید مکھی سے بھی ہمت میں کم ہو   تو کب یہ طریقت میں قبول ہوگا؟

اگر پیر اس کو سر پر مارے   لیکن یہ دل و جان سے بار بار جائے

مطلب یہ ہے کہ اگر شیخ اسے بہت ڈانٹے اور بے عزت کرے یا مارے یا اس سے ناراض ہو جائے لیکن دل و جان سے مرید حاضر ہوتا رہے اور سچے دل سے قربان ہونے کی نیت سے آہ وزاری و فریاد کرتے ہوئے اپنے آپ کو ملامت اور گنہگار سمجھتے ہوئے شیخ کی رضا کیلئے معافی مانگتا رہے اور خود کو ناراض ہونے اور روٹھنے سے بچائے۔ بلکہ شیخ کی رضا کی کوشش کرے۔ اور یہ شیطانی خیال اور تکبر دل میں نہ لائے کہ پیر صاحب مجھے راضی کریں گے مطلب یہ کہ اگر مکھی کسی جگہ تھوڑا سا مقصود پالے تو پھر بار بار اُڑانے سے ناراض اور روٹھتی نہیں۔ بلکہ بار بار اپنی جگہ آتی رہتی ہے۔ مطلب یہ کہ مرید نے اعلیٰ مقصد تک پہنچنے کی لذت پائی ہے۔ جو ایمان و اسلام اور عبادت کا ذائقہ اور لذت ہے اور شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور وصلت کی دولت ہے۔ اور یہ اسے ہاتھ آئی ہے۔ جو پیر کی متابعت ہے جو عین اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ تو مرید اگر اصل اور مقصد کا صادق طالب ہو اور غیرت مند، وفادار بہادر ہو تو اگر بعض اوقات اس سے اپنا شیخ ناراض بھی ہو جائے اس مرید کی بعض غلطیوں کی وجہ سے اور شیخ اس مرید کو ڈانٹے بے عزت کرے اور اپنے دربار سے بار بار بھگائے لیکن مرید نہ روٹھے اور نہ اپنے آپ کو ناراض کرے۔ بلکہ بار بار شیخ سے معافی مانگنے کیلئے جائے اور فریاد کرتا رہے۔ یہاں تک کہ شیخ راضی ہو جائے اور اسکے لئے دعا کرے تاکہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

اے لخت جگر! یہ سبق مکھی سے سیکھنا چاہئے تاکہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ اسی طرح ہمارے بزرگ ''کربوغہ صاحب'' سے اپنے شیخ ''سوات صاحب'' معمولی سی بات پر ناراض ہو گئے تھے تو وہ نوے مرتبہ اپنی جگہ سے اپنے شیخ سوات صاحب کے دربار سید و شریف معافی مانگنے اور ان کو راضی کرنے کیلئے آئے تھے۔ یہ سفر کم از کم تقریباً 170 میل بنتا ہے۔ یہاں تک کہ صاحب سوات راضی ہو گئے اور دعا کی تو صاحب

کر بو غہ کا انجام یہ ہوا کہ وہ اپنے زمانے میں ''غوث الزماں'' کہلانے لگے۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے لیکن اگر مکھی جتنی بھی ہمت کسی مرید میں نہ ہو تو بزرگان طریقت فرماتے ہیں کہ اس جیسا انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں قابل قبول نہیں اور یہ شخص خیر نہ پائے گا۔

فاعتبروا یااولی الابصار   الغیرت من الایمان

مولای صل وسلم دائماً ابدا   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

بلکہ اگر مرید اسی طرح اپنے شیخ سے ناراض اور روٹھا ہوا رہا تو اس کے دل میں ایسی گندی میل اور زنگِ عداوت اور فتنہ پیدا ہوگا کہ جو پہلے والی ناراضگی سے بھی انتہائی درجے کی ہلاکت تک پہنچ جائے گا۔

اگر شیخ اہل شریعت اور پیر طریقت اور صحیح رہبر ہو اور اس مرید کا یہ روٹھنا اپنے حال پر رہا اور اس نے معافی نہ مانگی اور شیخ کو راضی نہ کیا جس طرح بھی ہو تو اس کے دل میں روز بروز اپنے شیخ کے ساتھ فتنہ، حسد، عداوت زیادہ ہوگی اور یہ عداوت اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی دشمنی کا سبب بنے گی۔ اور یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے لڑائی کرنا ہے اور اس کو جائز جاننا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے ہی لوگوں سے اعلان جنگ کیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے کسی کے ساتھ عداوت رکھتا ہے اس لئے حدیث قدسی میں فرمایا ہے۔

''من عادیٰ لی ولیّا فقد استحل محاربی''

قال اللہ تعالیٰ:

''من عادیٰ لی ولیّا فقد اذنتہ بالحرب'' مطلب یہ ہوا کہ ایسے شخص کی مثال فرعون کی طرح ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلانِ جنگ اپنے عقیدے کی بنا پر صحیح اور جائز مانا تھا۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کا بڑا دشمن تھا اور اسے ہمیشہ کیلئے لعنت کی زندان میں گرفتار اور ہمیشہ کیلئے دوزخی بنا دیا۔ تو معلوم ہوا کہ صحیح اہل شریعت پیر طریقت سے اگر مرید

ناراض اور روٹھ جائے اور معافی نہ مانگے اور جس طرح بھی ہو اپنے شیخ کو راضی نہ کرے اور یہی ناراضگی، کینہ اور حسد میں باقی رہے تو انجام بھی اس شخص کا ایسا ہی ہوگا جس طرح حال فرعون کا ہوا تھا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

آیت شریف:- ''واتبع سبیل من اناب الیّ'' اس آیت کی تفسیر میں مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب نے حاشیۃ القرآن میں لکھا ہے۔''پیغمبروں اور مرشد ہادی کا حق حقُ اللہ کے ذیل میں سمجھو'' حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے''پیر واجب الاطاعت ہے'' مولوی اشرف علی تھانوی نے امداد المشتاق میں لکھا ہے'' پیروں کی محبت عین اللہ اور رسول کی محبت ہے اور ان سے عداوت عین اللہ و رسول سے عداوت ہے۔ (العیاذ باللہ نعوذ باللہ من ذالک. وماتوفیقی الا باللہ)

مولای صل وسلم دائماً ابدا　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

بعض کم عقل مرید اور عوام کو یہ بدگمانی ہوتی ہے اور اعتراض ہوتا ہے ظاہر یا باطن میں اپنے شیخ کے خلاف کہ یہ ہمارے پیر صاحب مال پر زیادہ خوش ہوتے ہیں اور مال و دولت سے بہت محبت ہے۔ اور جتنا لوگ کچھ دیتے ہیں تو اس سے زیادہ خوش ہو کر زیادہ دعائیں دیتے ہیں اور جو لوگ کچھ نہیں دیتے تو ان کے لئے دعا نہیں کرتے یا صرف ہاتھ اٹھا کر منہ پر پھیر لیتے ہیں۔ یہ بدگمانی شیطان نے مرید کے دل میں ڈالی ہوتی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا پیر خاص دنیا پرست ہے تو صرف یہی بات نفاق، حسد اور بے محبتی کا سبب بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ ایک دن ایک مرید نے ایک اللہ والے سے ظاہراً یہ کہا کہ جناب! اگر کوئی آپ کو کچھ زیادہ مال دے تو آپ لمبی دعا کرتے ہیں اور جو تھوڑا مال دے تو تھوڑی سی دعا کرتے ہیں اور جو کچھ نہیں دیتا تو اس کو دعا نہیں کرتے۔ تو ایک دن شیخ صاحب اپنے اسی

مرید کو اپنے ساتھ بیابان لے گئے اور اس مرید کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس چٹان (پتھر) سے کہو کہ میرے پیر صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے خزانوں کا دروازہ کھول کر دکھاؤ تا کہ میں دیکھ لوں۔ مرید اسی فرمان کو لے کر چٹان کے پاس آیا اور پیر صاحب سامنے کھڑے ہوئے ہیں کہ اچانک چٹان کھل گئی۔ مرید اندر داخل ہوا اور لعل و جوہرات، سونے چاندی کے بے حساب خزانے دیکھے تو حیران ہو گیا۔ اور تردّد بے اختیاری کی حالت میں پیر صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ حضرت یہ کیا بات ہے؟ پیر صاحب نے فرمایا کہ ان خزانوں کو آواز دو کہ تم کس کے ہو؟ جب مرید نے آواز دی تو ان تمام خزانوں اور دولت نے قدرتی طور پر آواز دی کہ ہم سب ''ڈکڑے صاحب'' کے ہیں۔ اور یہ حضرت پیر صاحب ''صاحب سوات'' کے ماذون اور خلیفہ تھے۔ تو پس پیر صاحب نے پوچھا کہ کیا کہتے ہیں؟ مرید نے آواز دی کہ ایسا ہی کہتے ہیں تو پیر صاحب نے کہا کہ اگر تجھے حاجت ہو تو لے لو اور آؤ۔ تو مرید خالی ہاتھ نکل آیا اور دل میں یہ بات تھی کہ پیر صاحب سے واپس آ کر سب پر قبضہ کر لوں گا۔ جب چند قدم گئے اور پیچھے دیکھا تو وہی عظیم الشان پتھر (چٹان) پھر اسی طرح تھا جیسے پہلے تھا تو مرید نے اپنے پیر صاحب سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات ہے؟ تو شیخ نے اس بات کی وضاحت کر دی اس طرح کہ یہ تمہاری اس بات کا جواب ہے جب تم نے کہا تھا کہ تم لوگ بہت مال کی وجہ سے لمبی لمبی دعا دیتے ہو اور تھوڑے مال پر کم دعا دیتے ہو اور جب مال نہیں ہوتا تو بالکل دعا نہیں کرتے۔ تو آج تم نے دیکھ لیا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے دروازے کھلے ہیں۔ لیکن ہمارا مقصد یہ نہیں جس کی تم بدظنی (بدگمانی) کرتے ہو۔ ''من کان اللّٰہ کان اللّٰہ لہ'' جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اس کا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا اختیار اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اللہ والے لوگ بھوک و پیاس اور سختیاں و تکالیف اپنے نفوس پر برداشت کرتے ہیں۔ اور ان اشیاء کی طرف میلان نہیں

کرتے۔ کیونکہ یہ اللہ والے باقی کو فانی سے نہیں بدلتے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا "ولاتشتروا بَـایٰتیٖ ثمناقلیلا" مطلب یہ ہوا کہ اگر دنیا کے تمام خزانے قیمتی جواہرات سے لبریز ہو جائیں تو وہ صرف موت تک ہے۔ پھر نہیں ہوں گے تو اگر چہ یہ دولت بہت ہے مگر اس کم عمر کی وجہ سے کم ہے۔ اس لئے اگر اس مال و دولت سے ہمارے نفسوں کو خوشحالی، آرام، فراخی، عیش وعشرت حاصل ہو جائے تو ہمارے نفوس سرکشی اختیار کر لیں گے۔ اور یہ ہمارا دشمن ہے تو ہمیں ہلاک کردے گا۔ اور ہماری ابدی (ہمیشہ کی) دوستی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور ہمیشہ کی عزت اور خوشی جو آخرت کی ہے اس فانی خوشی وعزت سے بدل جائے گی۔ اور ہم جو لوگوں سے روپیہ (مال) لیتے ہیں اور وہ دیتے ہیں تو یہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں "لا کـدّو لا ردّ" یعنی کسی سے نہ مانگو اور جو لوگ کچھ دیتے ہیں تو اسے واپس نہ کرو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے تو ہم بھی رضاء الٰہی اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے لیتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ اس سے ہماری نیت یہ بھی ہے کہ اس شخص کو کامل ثواب ملے۔ اور جب کوئی بہت کچھ یعنی بہت مال و دولت دیتا ہے اور ہم اس کیلئے دعا دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی باطنی محبت کا ہمیں اس خدمت کی وجہ سے وضاحت ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہمیں اپنی محبت، صداقت، اخلاص اور اچھی نیت کی دلیل دیتا ہے جس کو روپیہ کہتے ہیں۔ جو روح کا دودھ کہلاتا ہے تو وہ ہمیں اپنی روح کا دودھ دیتا ہے۔ جس سے ہمیں اس کی محبت اور اخلاص ظاہر ہو جاتا ہے۔ تو اس کی اس محبت کی وجہ سے اس انداز سے ہمارے دل سے محبت کی آواز دعا کی شکل میں زبان سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ تو جتنا اخلاص اس نے ظاہر کیا ہوتا ہے تو اتنی محبت اور اخلاص ہماری طرف سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف ہے۔

"حـب القلب یظهرُ بالید" یعنی دل کی محبت ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے جو مالی

اور بدنی خدمت ہے۔تو ہر شخص سے ہماری محبت اس کی محبت اور اخلاص کے انداز ے کے مطابق ہوتی ہے۔اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے ثابت ہے۔''کہ جس کی جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اتنی محبت دوسرے کی طرف سے بھی ہو جاتی ہے۔اور بغض بھی دوطرف سے ایک جیسا ہوتا ہے۔''الحب من الجانبین و البغض ھکذا'' اوراس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ایک دوسرے کے دوست بنواور دوستوں کیلئے تحفہ لے جایا کرواس سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔تو معلوم ہوا کہ محبت دل کی چیز ہے۔جو دیکھی نہیں جاتی لیکن ظاہر میں مالی، بدنی خدمت، مال و دولت قربان کرنا اپنے شیخ کے سامنے یہ مرید کی اپنی دلی محبت پر اپنے شیخ کو اخلاص ومحبت پر دلیل پیش کرنا ہے۔تو جب بھی کسی کی طرف سے یہ دلیل ہمیں جس انداز ے سے مل جائے تو اس کے مطابق ہماری زبان سے دعا نکلتی ہے۔

انشاءاللہ یہی اخلاص ومحبت کا اظہار اور ہماری دعا اس کیلئے سبب مغفرت ورضاء الٰہی ہوتا ہے اور مال کو ویسے بھی ہم خزانہ نہیں بناتے بلکہ راہ خداوندی میں خرچ کرتے ہیں۔بلکہ یہ اس شخص کیلئے نیک بختی کا سبب ہے۔جس کی وجہ سے وہ مغفرت اور عزت حاصل کرے۔جیسا کہ آیت کریمہ

''ویتخذ ماینفق قربٰتٍ عنداللہ و صلوٰت الرسول ۔ الاانہاقربۃ لھم ، سید خلھم اللہ فی رحمتہ، ان اللہ غفور رحیم ہ۔''

یعنی جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کے مقربین دوستوں رسولوں پر خرچ کرتے ہیں۔یعنی انہیں للہ فی اللہ کچھ دے اور یہ دینا اپنے لئے ان سے دعا حاصل کرنے کا ذریعہ جانے۔تو یہ ان لوگوں کیلئے قرب الٰہی کا سبب ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی اپنی رحمت میں

داخل فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اپنا مال و دولت خرچ کرنا مالی بدنی خدمت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کا سبب تھا اور آپ کی دعا ان کیلئے قرب الٰہی کا سبب تھی۔ اور یہ قرب الٰہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و بخشش اور مغفرت کا سبب تھا۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب بھی کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ وخیرات پیش کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے خیر و برکت اور مغفرت کی دعا فرماتے۔ یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور یہی فاتحہ یعنی دعا کی اصل (دلیل) ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مال و دولت دینے یعنی صدقہ کرنے میں انسان یعنی امتی کو دعا و مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ اہل شریعت پیر طریقت نائب اور وارث وخلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جیسا کہ "الشیخ کا لنبی فی اُمته" شیخ یعنی پیر طریقت امت میں نبی کی طرح ہے یعنی وارث اور نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل، طریقہ کو اپنے مقام پر ادا کرتا رہے گا اور لوگوں کے ساتھ اسی طرح معاملہ فرمائے گا جس طرح ذکر ہوا ہے۔ وارث اور نائب کا یہی معنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال واعتقاد پر عمل کرے۔ تو یہی اہل شریعت وطریقت ہے۔ دوسرا کوئی نہیں اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "الشریعة اقوالی و الطریقة افعالی" یعنی شریعت میرا قول اور طریقت میرا فعل ہے۔ اسی طرح ہمارا بھی اپنے دوستوں کے ساتھ یہی رویہ ہے۔ اور ان کا بھی ہمارے ساتھ اسی طرح محبت ولین دین اور رویہ ہونا چاہئے جس طرح صحابہ کرام وحضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے درمیان آیات واحادیث سے ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ پیری ومریدی بھی اسی طرح ثابت ہے تمام شرائط کے ساتھ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا ثبوت موجود ہے۔ اسی لئے ہمارے سامنے ہمارے مرید، دوست، تعلقدار، محبان مالی اور بدنی خدمت اور دولت سے اپنے دل کی محبت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اور ہم اس اندازے کے مطابق انہیں دعا دیتے ہیں۔ اور انشاء اللہ ان کی محبت کا اظہار اور ہماری طرف سے دلی دعا کرنا ان کیلئے رحمت، بخشش اور دوستی کا سبب بنے **وما توفيقى الابالله** ۔

یہ صاحب کڑہ اوران کے مرید کے متعلق حکایت تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صاف نیت اور صاف عقیدہ عطا فرمائے۔ **الشيح كالنبى فى امته** : ۔ شیخ مسلمان قوم میں مانند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے القول الجمیل میں، حاجی امداد اللہ صاحب نے مرقومات امدایہ صفحہ (۳۱) میں اشرف علی تھانوی امداد المشتاق میں، مولوی محمد اسماعیل نے صراط مستقیم صفحہ (۱۲۳) مترجم اردو میں ''**وابتغوا اليه الوسيلة**'' سے پیر طریقت مراد لیا ہے۔ اشرف علی تھانوی اور مشتاق احمد صاحب نے لکھا ہے۔ ''مرشدوں کی محبت عین اللہ ورسولوں کی محبت ہے'' اور صحابہ کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان محبت سے پیراور مرید کے درمیان محبت کے بارے علامات ثابت ہوئے ہیں۔ جیسے کہ گذشتہ حکایت میں نقل ہوا ہے۔ اس بناء پر صاحب قشیری نے مطالب رشیدی میں لکھا ہے کہ یہ پیری ومریدی اصل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے سنت طریقے کو زندہ کرنا ہے۔ تو جب بھی مرید پیر صاحب کے دربار میں جانا چاہے تو خالی ہاتھ نہ جائے۔ بلکہ حسب توفیق تحفہ لے جانا چاہئے۔ کیونکہ یہ محبت واخلاص کی علامت ہے۔ اور

اپنے پیر صاحب کے ساتھ محبت کرنا اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے۔اس لئے اپنے پیر صاحب سے محبت واخلاص پیدا کرنا یہ کامیابی اور نجات کا ذریعہ ہے۔اور یہ ضروری ہے۔اور اپنے پیر صاحب کے دربار میں پیر صاحب سے یا پیر بھائیوں سے مہمان نوازی طلب نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے رہنا چاہیے۔ بلکہ اگر تمہیں اپنے پیر صاحب کے دربار میں خدمت کرنے کا موقع ملے تو اس پر شکر ادا کرنا چاہیے۔اور جب پیر صاحب کی محفل میں ہو تو ان کے حکم پر عمل کرنا لازم ہے۔اس کے بعد ''مطالب رشیدی'' میں لکھا ہے کہ اگر مرید اپنے پیر صاحب سے کچھ نصائح سن کر اسے لکھ لے تو اللہ تعالیٰ ہر حرف کے بدلے میں ایک ہزار سال کا ثوابِ عبادت اس کے اعمال نامہ میں لکھے گا۔الغرض کرامت و ولایت مربوط (مشروط) ہے۔یعنی کرامت وولایت کا حاصل کرنا خاص ان دو کاموں سے متعلق ہے۔جیسا کہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے مغفرت، رحمت اور دوستی کا جومژدہ سنایا ہے (جیسا کہ گزر چکا ہے) وہ صرف اور صرف اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر مال وجان قربان کرنے کی وجہ سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تحفہ وتحائف دینے کی وجہ سے اسی طرح مرید کو بھی منجانب اللہ رحمت، مہربانی، مغفرت، دوستی اور ولایت انہی باتوں سے حاصل ہوتی ہے۔جو شریعت کی تابعداری اور اپنے پیر صاحب سے اخلاص ومحبت کرنا ہے۔اور پیر کی خدمت میں تحفے تحائف پیش کرنا ہے۔اور یہ مال وجان قبول کرنا یہ صحابہ کرام کا وہ طریقہ ہے کہ جس کی پیروی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا۔اس لئے فرمایا ہے صاحب قشیری رحمتہ اللہ علیہ نے کہ اگر ان دونوں یعنی اتباع شریعت اور محبت مرشد میں کچھ

قصور نہ ہو تو باقی ہر پریشانی یا تردّد اگر مرید کے دل پر آئے تو نقصان کی بات نہیں کیونکہ آخر میں خیر اور عزت حاصل ہو جائے گی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "من جاءَ بالحسنة فله عشر امثالها" اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ایک کے بدلے دس تو عام حکم ہے لیکن اس چیز کی فضیلت و بہتری اور درجہ جو اہل شریعت پیر طریقت کو دیا جاتا ہے دین و دنیا میں یہ ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے تحائف دیئے جاتے تھے۔ اور اس کی بہتری اور ثواب اس قدر تھا کہ اللہ رب العزت کی دوستی حاصل ہوتی تھی۔ جو عقل سے ماوراء بات ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک بے اندازہ اور انسان کی عقل سے دور ثواب، درجات، عزت، اور اللہ تعالیٰ کی دوستی کا ذریعہ ہے کہ جو اخلاص اور محبت مالی و جانی اپنے پیر صاحب کے دربار میں ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزاروں، لاکھوں سے دولت لینا رضاء الٰہی اور مخلوق خدا کی خیر و فائدہ اور اسلام کی خدمت اور مومنوں کی خیر خواہی اور سہولت کے لئے تھا۔ تو اسی طرح اہل شریعت و پیر طریقت کا مال و دولت لینا اور حاصل کرنا یہ دین اسلام کی خدمت اور جس سے لیا جاتا ہے ان کے ثواب اور بلندی درجات و خیر کے لئے اور مسلمانوں کی سہولت کیلئے یا اپنی یا اپنی قوت لایموت کیلئے اور دینی خدمات کی ضروریات کے لئے اور خاص کر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوگا۔ خواہ اپنا مال ہو یا کوئی دیتا ہو یا کسی سے لیتا ہو صرف اسی مقصد کیلئے ہوگا۔ جیسا کہ ایک بزرگ کی حکایت ہے۔

مولانا جامی علیہ الرحمتہ پیر کی تلاش میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی بارگاہ میں پہنچے اس زمانے میں خواجہ صاحب کی شہرت بہت تھی۔ دنیا بھر کی ہر قسم کی نعمتیں موجود

تھیں۔ مولانا جامی پشیمان ہوئے اور جوش میں آ کر خواجہ صاحب کے سامنے بے اختیار یہ کہا ''نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد'' یہ کہہ کر مسجد میں چلے گئے اور حسرت سے لیٹ گئے۔ خواب دیکھا کہ میدان حشر قائم ہے۔ اور مولانا جامی ایک قرض خواہ کے تقاضے کی وجہ سے سخت پریشان ہیں۔ کہ ایک طرف سے خواجہ صاحب جلدی سے آ گئے اور کہا کہ درویش کو کیوں پریشان کرتے ہو۔ ہم نے یہاں جو خزانہ جمع کیا ہے اس سے اسے قرض دے دو۔ اس کے بعد مولانا جامی کی آنکھ کھل گئی اسی وقت خواجہ صاحب مسجد میں تشریف لائے۔ مولانا جامی نے فوراً حاضر ہو کر قدم بوسی کی اور کہا کہ حضور میری گستاخی معاف کیجئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ تم نے وہ مصرعہ (شعر) کیسے پڑھا تھا مولانا جامی نے عرض کیا کہ حضور وہ تو میری غلطی تھی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا میں اسے دوبارہ سننا چاہتا ہوں۔

مولانا جامی نے کہا کہ جب میں نے اس مقام کے سامان کو دیکھا تو زبان سے نکلا ''نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد'' یعنی وہ شخص مرد نہیں جو دنیا سے دوستی کرتا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر یہ مصرعہ نامکمل ہے۔ اس کے ساتھ یہ دوسرا بھی ملالو۔ ''اگر دارد برائے دوست دارد'' اگر رکھتا ہے تو دوست کے لئے دولت رکھتا ہے۔ پورا شعر یوں ہے۔

''نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد اگر دارد برائے دوست دارد''

نکتہ: یہ بات بھی جاننا چاہئے کہ جب کوئی مرید برائے رضا الٰہی اپنے پیر صاحب کے دربار میں کسی کو کچھ دیتا ہے تو یہ بھی ایک حکمت اور زیادہ فائدے کے حصول کی بات ہے کہ وہ چیز جو یہ کسی کو دینا چاہتا ہے۔ اس کی نیت سے پیر صاحب کو دے دے اور نیت کرے کہ

اگر یہ شخص اس چیز کا اہل ہے تو میرا پیر صاحب اپنے ہاتھ سے یہ چیز اسے دے دے تو یہ میرے لئے بہت زیادہ بے حساب ثواب، درجات، خیر اور کامیابی کا سبب ہوگا کیونکہ پیر صاحب کو دینے کا ثواب اور اس کی فضیلت تو آیت کی ضمن میں گزر چکی ہے کہ صحابہ کرام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے تحائف کی فضیلت ثابت ہے اور اس کے ضمن میں اپنے پیر صاحب کو تحفہ دینا اور اس پر اجر عظیم اور کمال ثابت و بیان ہو چکا ہے۔ جو باقی لوگوں سے بہت زیادہ ہے۔ تو وہی شرافت، کمال، خیر اور درجہ اس مرید کو حاصل ہوا کہ اس نے اپنے پیر صاحب کو منصفی اور خیر کیلئے یہ چیز دی تھی۔ اس کے بعد اگر وہ دوسرا شخص اس کا اہل ہو۔ اور پیر صاحب وہ چیز اسے دیں تو یہ بھی اس مرید کیلئے اس سے زیادہ ثواب کا موجب ہوگا جب یہ خود اپنے ہاتھ سے یہ چیز دیتا تو یہ اتنا اجر نہ پاتا۔

دوسرا راز یہ ہے کہ یہ پیر صاحب کو معلوم ہو جائے گا کہ مرید بہت وفادار ہے۔ اور مجھ پر کامل یقین رکھتا ہے۔ اور رضاء الٰہی کیلئے جتنا اخلاص کرتا ہے تو میرے علاوہ اسے عزت اور حصول درجات کی کوئی اور جگہ دکھائی نہیں دیتی۔ اور مجھ پر یہ یقین ہے کہ اگر یہ چیز میں خود اپنے ہاتھ سے دوں تو یہ مناسب ہوگا اور اسے بھی ثواب حاصل ہوگا۔ اور پیر صاحب دعا فرمائیں گے۔ جو ہر کسی سے بڑھ کر میرے لئے خیر کی دعا کر سکتا ہے۔ اور نہ ان کے علاوہ کسی اور سے میں فائدہ اور عزت پا سکتا ہوں۔ بلکہ یہ وہی طریقہ ہے جو صحابہ کرام کا تھا کہ صحابہ کرام جتنے بھی صدقات و تحائف دیتے تو خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے۔ اور پھر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصاف سے اپنے دست مبارک سے تقسیم فرماتے کہ مجاہدین، مہاجرین، فقراء، مساکین، یتامیٰ اور دین اسلام کی خدمت کیلئے مناسب

اوقات میں اچھے طریقے سے تقسیم فرماتے اور بھوکے پیاسے مہمان اور مسافر اس لنگر بے مثال سے سیر ہوا کرتے۔ اس لئے فرماتے کہ "الشیخ کالنبی فی اُمتہ" یعنی شیخ طریقت خلیفہ اور نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس وجہ سے لوگوں سے بڑھ کر محبت اور خاص تعلق ہر قسم کی مالی بدنی خدمات اور لین دین یہ مرید کی اپنے پیر صاحب کے ساتھ ہوگی۔ اور فقراء و مساکین، دوست و متعلقین اسی لنگر سے تناول فرمائیں گے اور ہر وقت مناسب طریقے سے دینی خدمات بھی ادا کیے جائیں گے اور ان دینے والے مریدوں کیلئے دعا دو چند ہو جائے گی۔ ایک اپنے پیر صاحب کی دعا ہوگی اور دوسرے دعا باقی دوستوں اور روحانی بچوں کی ہوگی۔ تو اس صدقہ کرنے والے کا مال و دولت اپنے پیر پر نُور علیٰ نُور رہو گا۔ اور صحابہ کرام کا طریقہ اس نے صحیح ادا کر دیا۔ بلکہ اصلی بات یہ ہے کہ صادقان، مقربین اولیاء کے نزدیک مرید اپنا مال و دولت، اہل و عیال پیر سے محبوب نہ جانے گا۔ بلکہ اپنا سب کچھ اس کا خیال کرے گا۔ اور خود اور اہل و عیال کو ان کا خادم تصور کرے گا۔ اور یہ یقین رکھے گا کہ میرے اس مال و سر، اولاد، اہل و عیال سب کچھ کا اختیار پیر کے ہاتھ میں ہے۔ کیونکہ میں اس کا تابع اور غلام ہوں تو میرا سب کچھ بھی اس کا ہے۔ اور تابع ہے۔ اس وجہ سے مرید کسی کو کوئی چیز ثواب کیلئے دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کو بھی پیر کے حوالے کرتا ہے۔ اور اس کو ثواب اور خاص خیر جانتا ہے۔

اس لئے ایک سالک شمس العلماء سلطان الاولیائے عارف کامل آخون درویزہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تم اپنے پیر پر مال و جان قربان کرلو تو تب مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔ یعنی مقصد اصلی اور کمال کے انتہائی درجے تک مرید اس وقت پہنچے گا جب

اپنا سب کچھ اپنے پیر کا تصور کر لے۔یعنی اپنے پیر کے سامنے اپنے مال و سر کو قربان کرنے کیلئے تابعدار ہو۔جیسے کہ مولانا روم نے اپنے آپ کو اپنے پیر کا مخلص خادم بنایا تھا۔اور پیر کی غلامی پر فخر کرتا تھا تو کس کمال تک پہنچا۔غلام کے معنی یہ کہ غلام کا مال و جان مالک کا ہوتا ہے۔اگر مالک غلام کو فروخت کرنا بھی چاہے تو انکار نہیں کر سکتا یوں اپنے آپ پر بھی اختیار نہیں ہوتا۔تو جتنے بھی مقربین خاصان،اولیاء انتہائی کمال تک پہنچے ہیں تو وہ صرف اور صرف اس خلوص،صداقت اور شرافت کی وجہ سے پہنچے ہیں۔مولانا روم اس لئے اپنے آپ کو کہتے ہیں کہ ''مولوی روم تم اس وقت تک مولوی نہ ہوتے جب تک تم اپنے پیر کے غلام نہ ہوتے۔

''مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم   تا غلام شمس تبریزے نہ شد''

یعنی قرب الٰہی کے اس مقام پر نہ پہنچتے اگر اپنے پیر کے غلام نہ ہوتے۔جب پہلے غلام ہوئے تو بعد میں بادشاہ ہوئے۔اور یہ بھی وہی طریقہ تھا جو صحابہ کرامؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اپنے ماں باپ،بچوں اور تمام لوگوں (مال و جان) سے محبوب نہ ہو جاؤں یعنی جب تک مجھ سے اپنے ماں باپ،اہل و عیال،مال و دولت اور اپنے آپ سے زیادہ محبت نہ ہو تو وہ شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا بلکہ صاحب ایمان نہیں بن سکتا۔

جیسا کہ فرمایا! ''الا لا ایمان لمن لا محبة له''یعنی اس شخص کا ایمان نہیں جس کی مجھ سے محبت نہ ہو ہر چیز سے بڑھ کر۔اس وجہ سے صحابہ کرام اپنے مال و جان،اہل و عیال کو قربان کرنے کیلئے بارگاہ نبوی میں ہر وقت اور ہر جگہ آواز مبارک پر لبیک کہتے

ہوئے تابعدار اور فرمانبردار تھے۔اور ہر قسم کی قربانی انہوں نے دی تھی۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مبارک محبت انہوں نے ظاہراً باطناً حاصل کر لی تھی اس لئے دنیا بھر کے تمام اولیاء سے بھی ایک ادنیٰ صحابی کا درجہ بلند ہے تو پیری مریدی کا یہ سلسلہ یہ وہی صحابہ کرام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان والا سلسلہ ہے۔تو اگر کسی مرید میں اسی طرح اخلاص، صداقت محبت، تابعداری اور وفاداری پیدا ہو جائے اپنے پیر کیلئے تو وہ مرید بھی اپنے زمانے کے لوگوں میں عنداللہ ایسا معزز، سرفراز اور بلند درجہ اور عزت والا ہو جائے گا۔جس طرح ایک ادنیٰ صحابی کی شرافت دنیا کے تمام اولیاء پر ہے۔تو یہ معلوم ہوا یہ عزت و شرافت کا سلسلہ صحابہ کرام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اہل طریقت یعنی پیری و مریدی میں چلا آرہا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔خوش نصیب لوگ اسی بیان مذکورہ کی طرح عزت و شرافت حاصل کرتے ہیں۔اور عنداللہ و عندالرسول تمام لوگوں میں سرفراز ہو جاتے ہیں۔اور بد بخت لوگ اپنے حسد، تکبر وانا نیت کی وجہ سے اس طرح کے اعمال اور ایسے سلاسل سے محروم، بے نوا اور ذلیل رہ جاتے ہیں۔اور شکوک وشبہات کے گندے تالاب میں غرق ہو جاتے ہیں۔(العیاذ باللہ)

بعض عوام (جاہل) کہتے ہیں کہ ولی وہ ہوتا ہے جو تارک الدنیا ہوتا ہے۔اور گھر بار نہیں رکھتا۔اور جو لوگ مالدار ہوتے ہیں تو وہ ولی نہیں ہوتے۔یہ صرف دھوکہ ہے۔تو حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عثمان غنی، حضرت امام ابو حنیفہ، غوث اعظم، مولانا روم رضی اللہ عنہم یہ سب مالدار ہستیاں تھیں تو کیا یہ حضرات اولیاء نہیں تھے؟ بلکہ یہ سب کامل اولیاء تھے۔اور یوں بہت کفار و راہب جو آج کل تارک الدنیا ہو تو کیا وہ اولیاء

ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔

اولیاء کے ساتھ جتنا بھی مال ہو یا کوئی دیتا ہو یا لیتا ہو تو وہ اس فانی دنیا کے لئے نہیں ہوتا اور نہ عیش وعشرت اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہوتا ہے اور نہ کسی ناجائز کام کیلئے ہوتا ہے۔ بلکہ یہ جو کچھ بھی ہو یہ ابدی اور اخروی زندگی اور خاص کر رضاء الٰہی کے لئے ہوتا ہے۔ جس سے دینی خدمات، فقراء، مساکین، دوستوں، بزرگوں کی امداد اور ہر کار خیر میں چلاتے ہیں۔ اور وہاں استعمال کرتے ہیں۔ جو اس کے لئے آخرت کا خزانہ بنتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات خواجہ عبید اللہ احرار کی حکایت گزر چکی ہے۔ کہ مولانا نے ظاہر مال و دولت دیکھ کر ناراضگی کا اظہار کیا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ خواجہ صاحب کا خزانہ اللہ تعالیٰ نے مولانا روم کو خواب میں دکھایا تو اس کے بعد معتقد ہو گئے۔ تو صرف یہی دلیل صادق سچے مومن مسلمان اور صحیح مرید کے لئے کافی ہے۔ اگر کوئی اپنے پیر کے ساتھ مال دیکھے یعنی مالدار نظر آئے یا کسی سے مال لیتے وقت مرید دیکھ لے کہ خوشی سے کوئی مال دے رہا ہے تو پیر صاحب کی یہ دولت خالص آخرت کا خزانہ جانے۔ اور ان کی ہر چیز کو باقی اور ابدی زندگی یعنی آخرت کا خزانہ اور رضاء الٰہی کا سبب جانے۔

<u>حکایت:</u> جیسے کہ سلطان الاولیاء حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا. بدایونی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ''ایک شخص دریا کے کنارے رہتا تھا اس نے بیوی سے کہا کہ دریا جمنا کے پار کنارے پر ایک درویش ہے اس کیلئے کھانا لے کر جاؤ۔ بیوی نے عرض کی کہ مجھے کوئی عذر نہیں مگر رات اندھیری ہے۔ درمیان میں دریا جمنا ہے کوئی کشتی نہ ملے تو کیسے جاؤں گی۔ تو اس آدمی نے کہا کہ جا کر دریا سے کہنا کہ مجھے اس شخص نے بھیجا ہے کہ جو میں

سال سے بیوی کے قریب نہیں گیا عورت کو تعجب ہوا کیونکہ وہ صاحب اولاد تھا، لیکن عورت باادب تھی کچھ نہ کہا اور روانہ ہوگئی۔ جب دریا سے وہی بات کہی تو دریا میں قدرتی خشک راستہ بن گیا۔ دریا پار کر کے بزرگ درویش کو کھانا دیا۔ واپس ہوتے وقت بزرگ نے اس عورت سے کہا کہ دریا سے کہنا کہ میں اس شخص کی خدمت سے آئی ہوں جس نے کبھی کچھ نہیں کھایا۔ اب تو عورت کی حیرانی اور زیادہ ہوگئی۔ کہ ابھی تو میرے سامنے کھانا کھایا اور کہتا کچھ اور ہے۔ لیکن خاموش ہوکر گئی اور دریا سے وہی بات کہہ دی تو دریا میں راستہ ظاہر ہوگیا۔ ایک دن اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ چند دن پہلے آپ کے اور اس درویش کی باتوں میں کیا راز تھا؟ تو شوہر نے فرمایا کہ ہم اپنے نفس کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارا قول و فعل ہماری نسبت بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس تقویٰ کی یہ حقیقت ہے۔ اس لئے یہ حکم ہوا کہ

''الذین امنو او کانو ایتقون'' جس طرح ایمان یا تقویٰ ہوتا ہے اسی طرح ولایت ہوتی ہے۔ ''لھم البشریٰ وفی الاخرۃ'' دیکھا آپ نے کہ خاصانِ خدا گھر بار بھی رکھتے ہیں۔ کھانا پینا، بال بچے بھی ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فکر، تصور، ذکر و محبت بلکہ اس باریک وقت میں جب بیوی سے جماع کرنا ہو اس وقت بھی اور تمام اقوال و افعال میں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اور کوئی چیز اس کے اس رابطے، فکر و تصور میں تغیر نہیں لاسکتی۔ اور بیوی کے ساتھ خاص رابطے کے وقت بھی میاں بیوی کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور تصور پر غلبہ نہیں کرسکتی۔ بلکہ دل میں جو حضوری

استقامت، اطمینان ہوتا ہے وہ اس وقت بھی ہوتا ہے۔ اور اس کا ظاہری وجود اگر چہ ظاہر میں قول وفعل ادا کرتا ہے اور ظاہراً اس کام میں مشغول ومصروف ہوتا ہے۔ لیکن وہ دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بھی رضاء الٰہی کیلئے اس قول وفعل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت سے اختیار کیا ہوتا ہے۔ جو خود بھی اللہ تعالیٰ کی رضا، فرمان اور عبادت ہے۔ تو جب بھی انسان کی روح اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو ظاہر میں بھی اس سے رضاء الٰہی کے کام صادر ہوتے ہیں۔ اور ان کے ظاہری افعال مال واولاد، اہل وعیال نفسانی خواہشات کیلئے نہیں ہوتے اور نہ فانی دنیا کی رنگینیوں اور عیش وعشرت کیلئے ہوتے ہیں بلکہ ان کے ظاہر وباطن ہر چیز عین رضاء الٰہی کیلئے ہوتا ہے۔ اور ظاہراً باطناً عند اللہ حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا اور ان کی یہ بات ایسی سچی اور صادق ہے کہ ان کی صداقت پر دریائے جمنا بھی دلیل پیش کرتا ہے۔ کہ وہ بھی انسان کو راستہ دیتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ محکم اور کامل یقین چاہتا ہے۔ اس کے بعد ہر کوئی اولیاء کی شرافت وکمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ زبان سے گڑ کہنا الگ اور گڑ دیکھنا الگ ہے۔ اور گڑ کھانا یہ انتہائی بات ہے۔ تو اللہ والوں نے گڑ کا ذائقہ حاصل کرلیا ہے اور کامل معتقدین نے اس گڑ کو دیکھ لیا۔ اور جس کی محبت کامل یقین ومحبت کے ساتھ ہوتی ہے جیسے کہ اہل طریقت مریدین تو وہ اس مقام تک پہنچ گئے۔ اور بے علم و یقین کمزور عقیدہ اور عمل والے بے محبت مریدین ویسے ہی گڑ کی رٹ لگا رہے ہیں۔ لیکن بہت منکرین اور گمراہ اور بے دین ایسے بھی ہیں جو بالکل نہیں مانتے اور انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا غوث الاعظمؒ کی ایک مختصر حکایت ہے کہ ایک دن آپ ذکر خداوندی میں

مشغول تھے۔نماز کے بعد خلوت خانہ میں تھے کہ کوئی آیا اور کہا کہ حضرت آپ کا وہ سمندری جہاز غرق ہونے والا ہے۔تو آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا۔الحمد للہ۔وہ شخص واپس گیا۔اور تھوڑی دیر بعد آواز آئی کہ جہاز بچ گیا۔تو وہ شخص پھر آیا اور غوث اعظم سے کہا کہ حضرت جہاز غرق ہونے سے بچ گیا ہے۔تو آپ نے الحمد للہ کہتے ہوئے سر اٹھایا۔تو وہ آدمی حیران ہوا۔کہ حضرت مبارک نے دونوں حالتوں میں الحمد للہ کہا۔اور ایک طرح شکریہ ادا کیا۔تو پوچھا کہ حضرت قربان جایئے مجھے بھی اس راز سے آگاہ فرمایئے۔کیونکہ میں آپ کے پہلے اور بعد والے حال کی تبدیلی نہ سمجھ سکا۔کیونکہ آپ نے دونوں حالتوں میں حمد وثنا پڑھی تو غوث اعظم نے فرمایا کہ میں نے دونوں حالتوں میں حمد اس لئے پڑھی کہ پہلی حالت میں جب مجھے جہاز کے غرق ہونے کا علم ہوا تو میں نے دل کی طرف توجہ کی تو میرے دل میں جس طرح اطمینان استقامت، محبت، حضوری اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ راز تھا تو اس بُری خبر نے میری روح وقلب کے رابطے پر کوئی غلبہ نہ کیا تو میں نے اثبات پر حمد وثنا ادا کی اور جب دوسری دفعہ آپ نے جہاز کے بچنے کی خبر دی تو میں نے دل کی طرف توجہ کی تو میرے دل میں وہی حال اور رابطہ خداوندی تھا۔اور اس کے علاوہ مجھے جہاز بچنے سے زیادہ خوشی حاصل نہ ہوئی تو اس لئے میں نے الحمد للہ کہا۔کہ کوئی دوسری محبت مجھ پر غالب نہ ہوئی کہ اس سے میرا باطن تبدیل ہوتا اور خوشی کی کمی وزیادتی کا انقلاب آتا صرف یہی وجہ تھی۔

دیکھئے اولیاء اللہ کے حالات کو۔اگر اولیاء مال ودولت رکھتے ہیں تو وہ بھی عین رضاء الٰہی کیلئے اور ان کی اس حالت پر صرف اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔صرف ان کے تابعدار و معتقدین ان کی ان باتوں پر یقین کریں گے۔اور باطن تو ویسے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ

ہے۔تو ان کے مال و دولت بھی دین اور عبادت ہے۔اور ان کی عبادت اور دین تو ویسے بھی حق ہے۔اور یہ دولت ان پر منجانب اللہ ایک امتحان ہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی لوگوں کے مال و رزق میں ان کے ہاتھوں پر تقسیم ہونے کے لئے اپنا حصہ بنایا ہے۔کہ صرف اسی نام سے یہ لوگ اس دینے اور ان کے ساتھ تعلق اور محبت رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اپنا دوست اور سخی بناتا ہے۔

"السخی حبیب الله لو کان فاسقا" یہ لوگ ان اولیاء اور بزرگوں و دیگر دیتے ہیں رضاء الٰہی کے لئے تو یہ حقیقت میں اللہ کو دیتے ہیں۔یعنی ان بزرگوں کے ہاتھ پر اس مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے لئے خزانہ جمع کرتے ہیں۔اور ان خدمات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے درجات بھی بلند فرماتا ہے۔جو سخاوت کا درجہ ہے اور یہ بلند درجہ ہے۔اگر یہ بزگانِ دین اس امتحان میں کامیاب ہو جائیں اس طور پر کہ دنیا ان کا مقصود نہ بن جائے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو جائیں۔اور اس کے بجائے اگر کسی کا پیر و مرشد فقیر و مسکین ہو یعنی مال و دولت نہ ہو یا کوئی اسے کچھ نہیں دیتا ہے۔بھوکا پیاسا ہو۔یا بچے وغیرہ بھی نہ ہوں اور لوگ بھی اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھتے ہوں۔لیکن اتنی بات ہے کہ جب وہ اہل شریعت پیر طریقت اور صحیح عقیدے والا ہو اور حق کیلئے حق بولتا ہو۔حق کا ساتھی سچا اور صادق ہو تو ہر مرید پر لازم اور فرض عین ہے کہ اس کے بارے میں کامل یقین رکھے اور اس غربت کی وجہ سے اس پیر کو خوار، ذلیل، کم درجہ اور بے عزت نہ جانے بلکہ یہ یقین کر لے کہ یہ ہمارے مرشد پر منجانب اللہ ایک امتحان ہے وقت مقرر تک یہ نہ کہے کہ یہ غریب ہے عاجز ہے۔اور لوگ اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور کوئی اسے

تحفہ وغیرہ بھی نہیں دیتا تو (نعوذ باللہ) یہ خدا کا دشمن ہے۔اور خدا کا دوست وولی نہیں ہے۔

اگر اس طرح کے حضرات جن پر ظاہری صورت میں غربت وافلاس وتکالیف ہو یا لوگ ان کے مخالف ہوں یا اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ عطا نہ فرمایا اگر یہ حضرات اللہ کے دوست نہیں بن سکتے تو پھر ایوب علیہ السلام بھی اس طرح مصیبتوں میں گرفتار نہ ہوتے۔کہ مال ودولت اہل وعیال سب ہلاک ہو گئے تھے۔اور ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئے کہ سارے بدن مبارک میں کیڑے پڑ گئے تھے۔لوگوں نے اپنے علاقے سے نکال دیا تھا اور جہاں بھی اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ جاتے لوگ بھگا دیتے تھے۔اور کچھ بھی نہ دیتے تھے۔یہاں تک کہ ایک نوالہ بھی نہ دیا۔تو جنگل کی طرف گئے اور وہاں رہنے لگے اور درختوں کے پتے کھانے لگے یہاں تک کہ زبان مبارک میں بھی کیڑے پڑ گئے اور پتے کھانے سے بھی لاچار ہو گئے یہاں تک کہ جب سخت بھوک نے گھیر لیا۔تو زوجہ محترمہ آپ کی اجازت سے ایک گاؤں کی طرف گئیں اور ایک کافر کے گھر گئیں اور فرمایا کہ اگر آپ کی کوئی خدمت ہو تو میں کرلوں تاکہ آپ ہمیں کھانا دیں۔یہ طویل حکایت ہے مگر مقصود بات یہ ہے کہ اتنی تکالیف ومصیبتوں اور اپنے علاقے سے نکالنے کے باوجود کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے دوست نہیں ہیں؟ نہیں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے محبوبان میں محبوبِ خدا تھے اور اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دوست (خلیل) ہیں مقرب رسول ہیں۔لیکن اس کے باوجود نمرود کافر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھولے میں بیٹھا کر انتہائی بے ادبی اور گستاخی سے ظلماً آگ میں گرا دیا۔تو کوئی مسلمان یہ

کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دوست نہ تھے۔ نہیں بلکہ ان پر تو امتحان تھا جس میں آپ کامیاب ہو گئے اور آگ میں جانا پسند فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو آپ پر گلزار بنا دیا۔ دوسرا یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھئے کہ کئی سال ایک بے دین بادشاہ کی غلامی میں گزار دیئے مشت نمونہ از خروار یعنی یہ ہزاروں لاکھوں واقعات جو گزر رہے ہیں ان میں سے نمونہ کی شکل میں یہ بات ظاہر کی گئی تا کہ صاحبان عقل اس سے عبرت حاصل کریں۔ تو اگر کوئی پیر طریقت و اہل شریعت اس طرح تکالیف مخلوق کے ہاتھوں برداشت کرتے ہیں تو یہ ایک وقت تک امتحان ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان تکالیف کے بعد ایک ایسی عزت، روحانی حقیقی بادشاہی بوجہ صبر پالے جس کا بیان مکمل ہے۔ اور مرید کو بھی چاہئے کہ ان تکالیف کو جو شیخ پر آتے ہیں مخلوق کی طرف سے ہو یا بھوک و پیاس، غربت و افلاس ہو حقیقت میں یہ تمام پیر صاحب کیلئے عزت، اجر عظیم، رضاء الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی دوستی کا سبب جانے اور اسے عین اپنے پیر کا کمال جانے اور اس کو اپنے اوپر بھی امتحان سمجھے کہ میرا پیر جو میرا بے مثال خیر خواہ اور حقدار ہے اس کے باوجود کہ ان پر ہر قسم کی تکالیف و مصیبت ہے مگر میں ان کے ساتھ کیسا سلوک، ہمدردی، اتباع اور یقین رکھتا ہوں۔ اس لئے مجھے بھی اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں صادق اور محبت کرنے والا مخلص مرید بنا لے۔ تا کہ میں اپنا مال و جان سب اس پر قربان کروں تا کہ اس امتحان میں کامیاب ہو جاؤں۔ کیونکہ مجھ سے بھی پوچھا جائے گا۔ پشتون قوم کے ایک عظیم بزرگ و شاعر حضرت عبدالرحمٰن بابا فرماتے ہیں۔

(مالداری اور دین داری ایک دوسرے سے بہت دور ہیں۔ میں نے مالدار آدمی کو دیندار نہیں دیکھا) ان کی اس سے مراد وہ مالدار ہیں جو دنیا پرست اور خلاف شرع ہیں یعنی ایسے

مالداروں کو دیندار نہیں کہا جا سکتا۔ پھر فرماتے ہیں۔ (میری قناعت میرے خرقہ کے نیچے اطلس ہے۔ چھپ کر تمام دنیا کا بادشاہ اور ظاہر میں گدا ہوں) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایسے گدا، فقیر، عاجز، مسکین اور بھوکے پیاسے ہر کوئی حقیقت میں خدا کا دوست و حقیقی بادشاہ نہیں ہوتا بلکہ یہ حقیقی روحانی بادشاہی اور دوستی وولایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض حضرات کو عنایت ہوتی ہے جو ظاہر میں لوگوں کی نظروں میں خوار و فقیر، بلا مال و ذلیل نظر آتے ہیں اور لوگوں کا ان سے تعلق بھی نہیں ہوتا۔ اور نہ انہیں کچھ دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں بادشاہ ہوتے ہیں۔ کہ ان کی یہ بادشاہی ایسی ہوتی ہے کہ کسی کی طرف حاجت نہیں ہوتی۔

تو معلوم ہوا کہ نہ تو ہر قسم کے مالداران دنیا اولیاء بنتے ہیں۔ اور نہ ہر قسم کے بھوکے پیاسے فقیر و مسکین اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بروز قیامت ایسے فقراء و مساکین بھی ہوں گے جو بوجہ شکم پرستی۔ مخالفت شریعت اور دنیا پرستی کے فرعون، ہامان، شداد کی صف میں کھڑے ہوں گے۔ اور بہت مالدار بھی قیامت کے دن حشر کے میدان میں پچاس ہزار سال جتنے بڑے دن میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں امان نصیب فرمائے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا یقین مال و دولت، محبت، صداقت، دینداری، مالداری، حرکات و سکنات لین دین، گفتار و رفتار نصیب فرمائے جو ہمارے لئے بلندی درجات کا سبب ہو۔ اور ابدی عزت کا موجب ہو۔ (اللھم آمین یا رب العلمین)

ان تمام اسباق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض اولیاء اللہ، مقربین دنیا کا جاہ و جلال، اور مخلوق پر ظاہری مجازی تصرف بھی رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ استوار کردہ رابطہ بھی قائم رہتا ہے۔ اور بعض غربت و افلاس، فقر و فاقہ کے مارے ہوئے

غربا بھی اللہ تعالیٰ کے مقربین ہیں۔اس وجہ سے کہ ان تمام تکالیف کے باوجود صبر و قناعت ،خلوص ،صداقت تقویٰ اور پرہیزگاری قائم کئے ہوئے ہیں۔اگر چہ ان غرباء اولیاء کی مخلوق مخالف ہوتی ہے۔(فاعتبروا یااولی الابصار)

مولای صل وسلم دائما ابدا　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حقیقت کیلئے مجازی مثال یہ بھی ہے کہ دنیا کے امراء اور سردار لوگ بادشاہ وغیرہ جب دنیا میں غلام ونوکر رکھتے ہیں تو ایک مدت تک اس پر طرح طرح کے امتحانات لاتے ہیں۔پہلی دفعہ چند روپیہ پیسہ اس نوکر کے راستے میں گرا کر خود غافل بن جاتا ہے۔جب نوکر وہ رقم اُٹھا کر مالک کو دے دیتا ہے۔تو مالک چند دن بعد کچھ زیادہ رقم اس کے سامنے گرا کر غافل بن جاتا ہے۔اسی طرح رقم بڑھاتا رہتا ہے۔سینکڑوں ہزاروں تک بات پہنچا دیتا ہیں۔لیکن جب نوکر وہ رقم لے کر اپنی ضروریات میں استعمال کرنے کے بجائے مالک کو دیتا ہے تو مالک غلام کو پرکھنے کے بعد اسے اپنے تمام خزانے گھربار، حال و مال کا اختیار دیتا ہے۔اور اسے ایک مخلص دوست کی حیثیت دیتا ہے۔اور جب کوئی نا اہل نوکر ان تھوڑی سی رقم پر دھوکہ ہو کر اور چھپا کر اپنی ضروریات میں استعمال کرتا ہے تو مالک سمجھ جاتا ہے کہ یہ نوکر اہل نہیں ہے۔تو اسے کہتا کہ بھائی جان آپ نوکری نہیں کر سکتے۔آپ جائیے۔اس کے بعد نوکر ہمیشہ کے لئے اس مزے کیلئے حیران و پریشان دربدر پھرتا رہتا ہے۔لیکن ہاتھ کچھ نہیں آتا۔مطلب یہ کہ اسی مثال کی طرح اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نوکری کرنے کا تعلق رکھتا ہے یعنی دوستی رکھنا چاہتا ہے اور وہ دوستی کے راستے میں سے یعنی شریعت یا طریقت میں داخل ہو جاتا ہے۔اور مشقت ومجاہدہ شروع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دنیا کے دولت کے

دروازے کھول دیتا ہے۔اور کوئی مانع نہیں ہوتا۔لیکن یہ دنیاوی مال و دولت اللہ تعالیٰ کی دوستی اور ابدی واخروی عزت کے مقابلے میں بہت کم ہوتی ہے۔لیکن جب وہ شخص اہل ہوجائے اور اس مال ودولت کو اپنے کاموں میں استعمال نہ کرے اور نہ کسی دوسرے کو مشغول کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگ ابدی زندگی دولت وعزت کو اس فانی دنیا کے مال ودولت، جاہ وجلال پر نہ بدلو۔اور اس فانی دولت کی وجہ سے ان ابدی عزتوں سے غافل نہ ہوجانا۔اس لئے یہ صادق اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کے یہ دنیاوی خزانے اگرچہ اس میں کوئی مانع نہیں ہوتا مگر نہ اپنے کاموں میں صرف کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو مشغول کرتے ہیں کیونکہ ان محبوں کا یہ مقصد نہیں ہوتا۔جب یہ حضرات ان اخلاق کے ساتھ اصلی مقصد کے طالب بن جاتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ انہیں روحانی حقیقی ابدی عزت اور قرب عطا فرماتا ہے۔یہ نکتہ بھی صاحب کڑہ رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر سے ثابت ہوا۔اور اگر یہی مدعیٰ رضاء الٰہی (اللہ کی دوستی کا دعویٰ کرنے والا) اس دنیاوی مال ودولت میں مشغول ہوجائے اور اللہ تعالیٰ سے غافل ہوجائے تو یہ مال ودولت بہت کم وقت تک ہوگا۔بلکہ یہ بھی نصیب نہ ہوگا۔اور ہمیشہ کے لئے روسیاہ، رسوا، شرمندہ، دھتکارا ہوا، راندۂ درگاہ ہوجائے گا۔(**العیاذ باللہ تعالیٰ**)

یہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا معاملہ تھا جو بیان ہوچکا کہ ان کا تعلق خدا اور مخلوقِ خدا کے ساتھ کیسا تھا۔اس لئے صحیح تابعدار، مخلص، صادق مرید بھی اسی طرح زندگی بسر کرے گا۔تاکہ وہ بھی ان اخلاق، عادات اور اللہ تعالیٰ کے قرب ووصل کو حاصل کرلے اور ہمیشہ کی عزت، شرافت اور دولت پالے۔(**وما توفیقی الا باللہ**) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی قرآن

مجید میں فرمایا۔ ''بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال جنت کے بدلے میں خرید لی ہے'' (ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ) تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جنت ان کے جان و مال کے بدلے میں دیتا ہے۔ تو جو لوگ مومن ہیں ان کا اپنے رب کے ساتھ اپنے مال و جان اور جنت کے بارے میں یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اس لئے اہل طریقت مرید اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہی خرید و فروخت (بیع) اپنے مرشد کے ہاتھ پر کرتے ہیں اور رضاء الٰہی کیلئے اپنی مالی و جانی قربانی للہ فی اللہ انتہائی محبت و عقیدت کے ساتھ اپنے مرشد کے ہاتھوں میں پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک شخص کسی بادشاہ کو خاص تحفہ دینا چاہے تو وہ یہ تحفہ کسی خاص ایسے آدمی کے ہاتھ ارسال کرتا ہے جو بادشاہ کا خاص درباری ہوتا ہے۔ اور یہ اصل میں وہی طریقہ ہے کہ صحابہ کرام و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا کہ صحابہ کرام کو رضاء الٰہی، رحم و کرم، مغفرت، بلندیٔ درجات، جنت وغیرہ یہ تمام انعامات اس وجہ سے حاصل ہوئے کہ وہ اپنے پیشوائے کامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان و مال کو صدقہ کرتے۔ جو گذشتہ صفحات میں آیت کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

اور جن لوگوں کو اپنا مال و جان، اہل و عیال، دولت و ثروت محبوب ہو۔ بلکہ اہل طریقت میں سے اگر کسی کو یہ مال و دولت وغیرہ رضاء الٰہی، جنت اور اپنے پیر شریعت کے تعلق سے محبوب ہو تو ایسی مال و دولت، عیش و عشرت ان کیلئے فتنہ ہے۔ جو آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب بنے گا۔ اور رضاء الٰہی اور ابدی عزت سے محرومی ہے۔ اور یہی دنیا کے مال و دولت عین ہلاکت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (انما اموالکم و اولادکم فتنۃ) دوسری آیت (یا ایھا الذین امنو ان من

ازواجکم واولادکم عدولکم فاحذروھم) اے مومنوں بے شک تمہاری بیویاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں ان سے بچو۔ تیسری آیت (یا ایھا الذین امنو لا تلھکم اموالکم و لا اولادکم عن ذکر اللہ. ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخاسرون) خاسرون کا مطلب بھی یہی کہ انسان کا مال ودولت فضول ضائع ہوجاتا ہے۔ اور کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور مال ختم ہو جاتا ہے۔ اسے خسران اور تاوان کہتے ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی مرید اللہ تعالیٰ کی عبادات بدنی و مالی، رضاء الٰہی جنت حاصل کرنے سے جس کا حصول مال وجان کے بدلے میں ہے اور رضاء الٰہی محبوبانِ خدا کی رضا میں ہے۔ تو اگر یہ مرید ان سے غافل ہوجائے تو وہ ہمیشہ کیلئے تاوان اور نقصان میں ہوگا۔ اور رسواء اور شرمندہ ہوگا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افضل الاعمال الی اللہ الحب فی اللہ و البُغض فی اللّٰہ"

یعنی اللہ والوں سے محبت و اخلاص اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے بغض وعداوت رکھنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل اور بہتر عبادت فرمایا۔ اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان محبت کرنے والوں اور بغض رکھنے والوں کو اپنا گروہ (جماعت) فرمایا ہے۔ جس طرح حدیث شریف میں یہ بہتر عمل بیان ہوا۔ جیسے کہ اس آیتِ کریمہ میں جو ذکر ہو چکا ہے۔ "یاایھاالذین امنو ......ھم الخاسرون تک۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر سے غافل ہونے والوں اور دنیا سے محبت کرنے والوں کو تاوان اور نقصان اٹھانے والے فرمایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت، ذکر اور عبادت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ذکر ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔ "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ، حضور کو

اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرمایا "**ورفعنا لک ذکرک**" ایک تفسیر میں ہے۔ اے حبیب میں نے تمہیں اپنے ذکر سے بنایا۔ پس تیرا ذکر میرا ذکر ہے۔ جس نے تیرا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ (بحوالہ شفا شریف صفحہ ۱/۱۲)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اور محبوب کے تابعداروں کی شان میں فرمایا "**واتبع سبیل من اناب الیّ**" ان لوگوں کے راستے پر چلو جو میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ دوسری آیت "**واولی الامر منکم**" اس سے معلوم ہوا کہ مرید کیلئے صحیح اور بہتر اولی الامر اسکا مرشد ہے۔ جو اسے ہمیشہ نیکی کا حکم دیتا ہے۔ آیات وحدیث سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ذکر اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نیک صالح بندوں مثلاً اہل شریعت وطریقت کے اوامر کی اطاعت اور محبت عین اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ کیونکہ ہر عبادت اور ذکر جو اللہ کا کیا جاتا ہے وہ تمام عبادات ہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عبادت فرمایا۔ تو مرید کا اپنے پیر ومرشد کے ساتھ محبت کرنا بہترین عبادت ہے۔ اور محبت کرنے کے وسائل واسباب بھی گزرے ہیں جو مالی وبدنی خدمات اور قربانی دینا ہے۔ اور اسی مال وجان کی قربانی جو جنت لینے کے بدلے میں تجارت ہے جو اللہ تعالیٰ سے بدستِ مرشد کی جاتی ہے۔ "**وماتوفیقی الاباللہ۔ ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ**"

مرید کا اپنے پیر کی عزت کرنا یہ بھی قرآن سے ثابت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مومن کیلئے عزت بیان فرمایا ہے اپنی عزت اور محبوب کی عزت کے ساتھ متصل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن کامل کی عزت یہ عین اللہ تعالیٰ کی عزت ہے۔ اور مرید تو ضرور یہ عقیدہ

محکم رکھے گا کہ میرا پیر باقی مخلوق میں مجھے سب سے کامل مومن نظر آتا ہے۔اسی لئے مرید نے اس پیر کامل کو اپنے لئے پیشواء اور رہبر بنایا ہے۔تاکہ اللہ کا قرب حاصل ہو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''ولله العزة ولرسوله و للمومنين ولكن المنافقين لا يعلمون''اس لئے اگر مرید نے اپنے پیر کی محبت وعزت کو عین اللہ ورسول کی عزت نہ جانی اور اللہ ورسول سے الگ جانی۔اور پیر کی عزت سے بے پرواہ ہوا تو اس آیت سے اس مرید کی منافقت ثابت ہوگئی کہ یہ واقعی منافق ہے۔''ان المنافقين فى الدرك الاسفل من النار'' منافق کے لئے درک اسفل یعنی دوزخ میں سب سے نیچے والا طبقہ ہے۔(العياذ بالله)اس آیت کا حکم عام ہے۔لیکن پیر ومرید کے خصوصی تعلق وحق کی وجہ سے ہم نے خاص کرلیا۔

(سورۂ منافقون)

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک صالح بندوں کے بارے میں قرآن مجید میں آیت نازل فرمائی۔يا ايها الذين امنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين

(سورہ توبہ)

اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ ہو جاؤ۔مثال یہ ہے کہ جب ایک آدمی کسی طاقتور سے ڈرتا ہوا اپنے گناہ کی وجہ سے تو جب اس طاقتور کے سامنے جاتا ہے تو اپنی سفارش میں اور معذرت کیلئے ایک ایسا سفارشی دیکھتا ہے جو اس طاقتور کا ساتھی اور دوست ہو۔اور اس طاقتور کے دربار کا عزت والا آدمی ہوتا ہے۔تو اس وسیلے سے ان کی دوستی اور ملاقات ہو جاتی ہے۔اور طاقتور اس کا قصور اور غلطی معاف کر دیتا ہے۔مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء گناہگار انسانوں کیلئے

مغفرت اور بخشش اور عزت کے اسباب ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا سبب ہیں۔اس وجہ سے ہر مرید اپنے پیر کو اپنے لئے ایک کامل وسیلہ اور عزت کے حصول کا سبب بارگاہ خداوندی میں جانے کہ اس کامل پیر کی اطاعت اور محبت کی وجہ سے میں بارگاہ رب العزت میں واصل ہو جاؤنگا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا"یا ایھاالذین امنو اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة"،مفسیرین اہلسنت نے اس کی تفسیر میں وسیلے سے مراد پیر طریقت لیا ہے کہ ہر مرید کیلئے اپنا پیر طریقت رہبر شریعت اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہے۔تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی کرنا اور معرفت و وصلت حاصل کرنا اللہ کے دوستوں کے وسیلے سے حاصل ہوتا ہے۔اور مرید تو یہ محکم یقین رکھے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کی دوستی قربت اور وصلت کیلئے بارگاہ خداوندی میں میرے مرشد سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں۔اور یہی پیر میرے خیر خواہ اور عزت والی ہستی ہیں۔تو معلوم ہوا کہ قرب خداوندی اپنے پیر کی محبت اور فرمانبرداری میں ہے اور یہی متابعت شیخ عین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت ہے۔جو کامل ایمان ہے۔اور مرید کیلئے ابدی عزت کا سبب ہے۔کہ نہ تو مرید کبھی خفا ہوگا اور نہ غمگین ہوگا۔کقولہ تعالیٰ "الاان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون" خبردار اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے اللہ تعالیٰ کے اولیاء وہ لوگ ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔سورۂ بقرہ میں ہے۔"واعلموا ان اللہ مع المتقین" جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔مطلب یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متقین کے ساتھ حساب کیا اور ان کو دوست جان لیا۔تو اس لئے ان پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔کیونکہ دوسرا کوئی ایسی طاقت والا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں

انہیں عذاب اور مصیبت دے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور نیک لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ تاکہ تم لوگ عزت اور نجات پاؤ۔ اس لئے مرید اپنا سب کچھ مال و جان اپنے پیر پر قربان و نثار کرتا ہے۔ اور ہر قسم کی قربانی پیش کرنے سے اپنے پیر کو اپنے اخلاص و محبت کی دلیل پیش کرتا ہے۔ "حب القلب يظهر باليد"

دل کی محبت کا اظہار مالی و جانی قربانی خدمات سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور محبت وہ چیز ہے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے پیر کے ساتھ دربار خداوندی میں ابدی عزت و وصلت اور مقام ولایت حاصل کرتا ہے۔ "من احب قوماً فهو منه" اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ مومن صفات خداوندی کا مظہر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ "قلب المومن عرش الله" اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زمین پر مومن کامل یعنی مومن کامل کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ اور مرید کامل تو ویسے بھی اپنے مرشد کو مومن کامل مانتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا اس کی نظر میں نہیں ہوتا۔ تو یہ ثابت ہوا کہ مرشد کے دل کی پاسداری، راضی کرنا، خوش کرنا اور ان کی قدر و عزت کرنا یہ عین اللہ تعالیٰ کے عرش کی عزت کرنا ہے۔ اور جس نے یہ عزت کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عرش تک پہنچا ہے۔ جیسا کہ سالک فرماتے ہیں۔

"میں نے درویشوں کی رفتار دیکھی ایک قدم سے عرش تک پہنچتے ہیں"

کیونکہ "كل شيء يرجع الى اصله" یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب مرید اپنے پیر کی اس طرح اطاعت کرے تو وہ واصل الی اللہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں فرمایا

"لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونک تحت الشجرة فعلم

مافی قلوبهم فانزل السکینة علیهم و اثابهم فتحا قریبا"

بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوا ہے جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی پس اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام پر سکون واطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح کی بشارت دی۔ یہ آیت کریمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت پر دلالت کرتی ہے۔ اور جن خوش نصیب لوگوں نے بیعت کی ان کے مراتب کا ذکر ہے۔ اس لئے اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان بیعت کرنے والوں سے راضی ہوا ہے اور خاص کر ان کے دلوں پر رحمت، آرام اور اطمینان نازل فرمایا ہے۔ قرآن مجید کا حکم عام ہے۔ جو لوگ بھی بیعت میں شامل ہوتے ہیں۔ بخلوص نیت و صداقت سے تو اللہ تعالیٰ کا ان پر یہ احسان ہے کہ دونوں جہانوں کی کامیابی اور فتح عنایت فرماتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ راضی ہونے کا یہ وعدہ ان تمام اہل طریقت کے ساتھ ہے جنہوں نے اخلاص سے بیعت کی ہو اس لئے صحابہ کرام جنتی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا

"کلاً وعداللہ الحسنی" تمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ وقولہ تعالیٰ "رضی اللہ عنهم ورضوا عنه ذلک لمن خشی ربه" اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ یہ انعام ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اس وجہ سے تمام صحابہ کرام، اہل بیت، تمام اصحاب طریقت علماء اولیاء اللہ کو رضی اللہ عنہ اور رحمتہ اللہ علیہ کہنا جائز ہے۔ (شامی۔ کتاب الکراھۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو رضاء الٰہی، رحمت و آرام، اطمینانِ قلبی اور دونوں جہانوں کی کامیابی اور عزت ابدی اپنے پیر طریقت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ کہ اس سے

بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ اہل طریقت و شریعت مرشد سے محبت کرنا کامل ایمان ہے۔ تو اگر اس سے مرید لاپرواہ ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پرواہ ہوا حدیث شریف میں ہے

"من صافحني او صافح من صافحني الى يوم القيامة دخل الجنة"

(رواه البخاری و مسلم)

یعنی جس نے میرے ساتھ مصافحہ یعنی بیعت کی یا اس سے بیعت کی جس نے مجھ سے بیعت کی تا قیامت تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔

معلوم ہوا کہ وہ بیعت رضوان جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و اطمینان قلبی اور دونوں جہانوں کی کامیابی کا سبب ہے اور جنت میں داخل ہونا ہے۔ تو یہ سب بطفیل پیر طریقت اور ان کی برکت سے بیعت کی وجہ سے ہے۔ جو عین اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس لئے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی مصافحہ اور قول صوفیاء کرام اہل طریقت سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔ "**وهذه توجد فى طائفة الولية الصوفية**" اس قول سے اہل طریقت کا اولیاء اللہ ہونا ثابت ہوا۔ دوسرا سورۂ فتح میں فرمایا۔ "**ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله. يدالله فوق ايديهم**" جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت فرمایا ہے۔ اس طرح مولانا روم

فرماتے ہیں۔

”دست تو از دست آن بیعت شود

که ید الله فوق ایدیهم هم ایدی بود“

”ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ　　　غالب و کار آفرین کار کشا کارساز“

مندرجہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ مرشد کے ہاتھوں پر بیعت کرنا اللہ و رسول کے دست مبارک پر بیعت کرنا ہے تو یہ ثابت ہوا کہ مرشد کا ہاتھ مرید کیلئے حقیقت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک بلکہ دست خداوندی ہے۔ اور ان بزرگوں کے ہاتھ مبارک کی عزت و ادب یا ان میں کچھ دینا یہ عین دست قدرتِ خداوندی کی عزت و ادب ہے۔ کیونکہ بخاری شریف کی ایک طویل حدیث قدسی سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ ہمیشہ میری طرف نزدیک ہوتا رہتا ہے۔ فرائض کے بعد نوافل کی انتہا کی وجہ سے میں اسے اپنا دوست (ولی) بناتا ہوں پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ باتیں کرتا ہے۔ اس لئے مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

یعنی مقربین بندوں کی باتیں اصل میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے اگرچہ ظاہر میں یہ بات ایک بندہ کی زبان سے نکلتی ہے۔ تو پیر و مرید کے درمیان مرید پر یہ بات فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنے پیر کو دربار خداوندی میں ایک خاص الخاص مقرب بندہ جانے اور یہ محکم

عقیدہ ہونا چاہئے اور یہ جو علامات ذکر کی گئیں تو مرید کو یقین رکھنا چاہئے کہ میری ہر بات چاہے میں جہاں بھی ہوں ظاہری ہو یا باطنی میرا پیر اس کو سنتا ہے کیونکہ ان کی سننے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے۔ اور میں جہاں بھی ہوں اور جو بھی کرتا ہوں میرا مرشد اسے دیکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے دیکھنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے۔ جو سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔ اور میرا اپنے مرشد سے ہاتھ ملانا اور بیعت کرنا یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرنا ہے۔ اور مرشد کے ہاتھوں کی عزت یہ دستِ قدرت خداوندی کی عزت ہے۔ اور ان ہاتھوں میں جو کچھ دیتا ہوں اور مرشد لیتا ہے یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ سے لیتا ہے اور مرشد مجھے جو دیتا ہے تو میں یوں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے دستِ اقدس سے دیتا ہے۔ جس کا ادب واحترام لازمی ہے۔ اس لئے اس کو تبرک کہتے ہیں۔ جو مجھ سے ظاہر میں پیر کے ہاتھوں لینا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یقینی اور بے نظیر مقبول عبادت ہے۔ اور میں جو پیر سے امداد طلب کرتا ہوں کہ میری امداد کیجئے یہ اصل (حقیقت) میں اللہ تعالیٰ میری امداد کرتا ہے اور اسی طرح جو میرا پیر میرے پاس آتا ہے تو یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے تو میرے پیر کی طاقت یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طاقت کسی چیز سے عاجز نہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کی پیروی ومحبت نصیب فرمائے۔ اور کامل اعتقاد، اخلاص وصداقت اور ان کے بارے میں پاک نیت

نصیب فرمائے۔اور یہ تمام اچھی نیت، کامل عقیدے اور اخلاص ومحبت جو اہل شریعت و پیرطریقت کے ساتھ ہوتی ہے حاصل ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے نصیب فرمائے۔

ایک نکتہ : عاجزی کرنا بڑا کمال ہے۔کسی بزرگ نے کسی نے پوچھا کہ تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے کتے کی دُم۔اس نے جواب دیا کہ تمہارے کُتے کی دم کو اپنی داڑھی سے بہتر نہیں کہہ سکتا اور نہ اپنی داڑھی کو تمہارے کتے کی دم سے بدتر کہہ سکتا ہوں۔لیکن جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے میں آنا میں جواب دوں گا۔جب وہ وفات پا گیا تو اس نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ فلاں راستے سے لے جانا۔اور فلاں مکان کے سامنے رکھ کر آواز دینا کہ یہ بایزید بسطامی کا جنازہ ہے۔ وصیت پر عمل کیا گیا۔جب مکان کے سامنے جنازہ رکھا گیا اور آواز دی گئی تو اس مکان سے عورت نکلی اور اس کے جنازے کو آواز دی کہ اے فلاں تمہاری داڑھی بہتر ہے یا میرے کتے کی دُم تو اس صاحب نے آواز دی کہ تمہارا کتا نجس ہے اور الحمدللہ میری داڑھی بہتر اور معزز ہے۔

راز اور کمال اس حکایت میں یہ ہے کہ صدیقین۔خوش بخت حضرات اپنے نفس سے اس قدر مجاہدہ کرتے ہیں کہ تا موت ان کو اپنا نفس کتے سے بہتر نظر نہیں آتا۔تو دوسری کیا چیز ہوگی کہ جس سے انھیں نفس بہتر نظر آئے۔اس سے معلوم ہوا کہ انسان مسلمان تو اشرف المخلوقات ہے تو وہ اس کی نظر میں بلکہ ہر مسلمان مرد عورت، چھوٹا بڑا سب اس کی نظر میں بہتر اور اچھے نظر آئیں گے۔اور اپنا آپ دوسرے مسلمان کے مقابلے میں بہتر نظر نہیں آئے گا۔کیونکہ نفس دشمن ہے اور غیرت مند مسلمان اپنے دشمن کو اچھی نسبت کبھی نہیں

کرتا اور اگر کوئی اس کی صفت وتعریف کرتا ہے تو بھی اسے اچھا نہیں لگتا۔ اور اگر کوئی برائی بیان کرے تو کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ انسان خود بھی اس نفس کی طرف جو اس کا دشمن ہے بری نسبت کرنا حق جانتا ہے۔ کہ تمہارے ساتھ یہی مناسب ہے۔ تو غیرت منداور کامل انسان ہمیشہ کیلئے اپنے دشمن کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور خود نہیں کرسکتا تو اگر کوئی دوسرا اس کو ذلیل کرتا ہے تو اس پر بھی خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں اسے بہت بڑا دشمن کہا گیا۔ تو جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پر اور قرآن مجید پر کامل ایمان ہو تو وہ اس نفس کو دوست نہیں جانیگا بلکہ اسے بدترین دشمن سمجھے گا۔ اور جس طرح بھی ہوا سے ذلیل کرتا رہے گا۔ اور اس کو فتح کرنے اور مغلوب کرنے کی کوشش کرے گا۔ چاہے بھوک سے ہو یا پیاس سے چاہے غربت وافلاس خواری کمزوری سے ہو یا شب بیداری سے یا روزہ رکھنے سے ہو۔ مطلب یہ کہ یہ تمام ان کے ساتھ مجاہدے اور جہاد کیلئے اسلحہ ہے۔ اور ان میں سب سے بڑا اسلحہ جس سے نفس ذلیل اور فتح ہوتا ہے یہ ہے کہ کسی کے مارنے یا جھڑکنے اور بے عزت کرنے سے ناراض نہ ہو۔ بلکہ جو شخص جو بھی کرے تو یہ اپنے نفس سے کہے کہ یہ سب تمہاری نااہلی ہے۔ اور تمہارے ساتھ یہی مناسب ہے۔ تم ایسے اچھے ہو۔ اور بڑی خوشی اور اختیار سے نفس کے ساتھ یہ مجاہدہ اور جنگ کرتا ہے۔ اور یہ تمام مجاہدوں کا اصل ہے۔ کہ اپنے آپ سے کم تر انسان کا بوجھ اور خدمت اپنے نفس پر برداشت کرتا ہے۔ اور اس تصور کے ساتھ اپنا آپ ہر کسی سے گناہگار، ملامت شدہ اور کمزور جانتا ہے۔ ہر وقت اپنی کمزوری، گناہ، بدعملی پر نظر ہوتی ہے۔ جو اس کیلئے دوسروں کے عیوب دیکھنے میں ایک حجاب ہوتا ہے۔ اور دوسرے مسلمان بھائی میں اسے کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ بلکہ ہر وقت

اپنے آپ کو معیوب جانتا ہے۔

حکایت: ایک بزرگ نے کسی جنگل میں چلہ نکالا۔ ایک دفعہ نفس نے کہا کہ شہر دیکھنے کیلئے بھی تو کبھی جایئے۔ جب آبادی میں پہنچا تو تربوز کا باغ دیکھا۔ نفس نے کہا کہ ایک تربوز تو کھانا چاہیئے۔ تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے تربوز بھی کھا لو گے۔ ایک میٹھے اور پکے تربوز کے پاس پہنچ کر وہاں ڈھیلہ (مٹی) اٹھایا اور تربوز چھوڑ دیا اور ڈھیلے کو اپنی چادر میں باندھ لیا۔ باغبان نے دیکھا کہ اس نے تو سارا باغ ختم کردیا یہ کوئی چور یا پاگل ہے۔ ڈنڈا لے کر بھاگ کر آیا۔ اور مارنا شروع کیا۔ اتنا مارا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور سارا بوجھ جو اس نے بھرا تھا اس سے گر گیا۔ باغ کے مالک نے بوجھ کو کھول کر دیکھا تو وہ سارے ڈھیلے تھے۔ فوراً اس کے ہاتھ اور پاؤں ملنے شروع کئے۔ جب ہوش میں آیا تو باغ کے مالک نے توبہ کر کے اس سے معافی مانگی اور بہت زیادہ تربوز دیئے لیکن اس نے نہ لئے۔ پھر پوچھا کہ یہ کام آپ نے کیوں کیا کہ مجھے دھوکہ دے کر اپنی پٹائی کرائی اور مجھے بھی گناہگار کردیا۔ تو اس بزرگ نے جواب دیا کہ تم مجرم نہیں ہو بلکہ میرا نفس میرا دشمن ہے اور تم نے میرے ساتھ میرے دشمن کو ذلیل کرنے میں مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرا بھلا فرمائے کہ تم نے میرے زبردست دشمن کو ذلیل کیا اور میرا ساتھ دیا۔

تو غیرت مند اور حقیقی محبوبانِ خدا اپنے نفس کے ساتھ یوں معاملہ فرماتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر ایسا محکم یقین ہوتا ہے کہ واقع میرے نفس سے بڑھ کر دوسرا میرا دشمن نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دعویٰ تو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا کرے اور ساری زندگی نفس کی اطاعت کرے۔ اور اس کو خوش کرنے کا خیال کرتا رہے۔ کہ ایک

مسلمان کی معمولی بات بھی اپنے اوپر بوجھ سمجھ کر اس کو برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ اس بڑے دشمن نفس کی رائے پر اپنے مسلمان بھائی سے ظاہر یا باطن میں حسد، دشمنی اور فتنہ رکھتا ہے۔اس کے بجائے اگر بہت سے مسلمانوں کی تکالیف اور مصیبتیں اور ان کا غصہ و قہر، مسلمانوں کی خدمت اوران کے ہاتھوں کی طرف سے سختیاں اپنے نفس پر ڈال کر اپنے نفس کواس بوجھ سے ذلیل کرے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔اور بلند درجہ سے سرفراز فرمائے گا۔اور اگر یہ شخص اپنے نفس کیلئے مخلوق کے ساتھ فتنہ،حسد،عداوت رکھتا ہے۔اور یہ نفس بھی اسے برائی کا حکم کرتا ہو تو اس نفس کو امارہ کہتے ہیں۔اور یہ اس کا سخت دشمن ہے۔اور یہ شخص اپنے دشمن کی غلامی اور تابعداری کرتا ہے۔اور یہ بات تو ثابت ہے کہ دشمن کے ہاتھوں کسی کو خیر نہیں پہنچتی۔آخر کار یہ شخص اس نفس کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو کر دنیا سے چلا جائے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حکایت

تین دن آپ کرم اللہ وجہہ نے ایک کافر پہلوان کے ساتھ مقابلہ کیا اس کو ذلیل اور قتل کرنے کیلئے آخر کار تیسرے دن اس کافر کو پچھاڑ دیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے۔اور تلوار نکال کر اس کی گردن پر رکھنے کا ارادہ کیا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیں کہ اس کافر نے آپ کرم اللہ وجہہ کے چہرے مبارک پر تھوک دیا۔فوراً آپ کرم اللہ وجہہ اس سے الگ ہو کر اس کو چھوڑ دیا۔کافر نے اٹھ کر آپ سے پوچھا کہ آخر کار کیا وجہ ہے کہ تین دن سے آپ میرے قتل کے لئے لڑ رہے تھے اور آج آپ کو موقعہ ملا اور آپ نے مجھ کو قتل کئے بغیر چھوڑ دیا۔تو آپ کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ تین دن میں نے تمہارے ساتھ صرف رضاء الٰہی

کے لئے لڑائی کی۔اور اس کی وجہ سے میرے نفس کو کافی تکلیف بھی ملی۔تم کو قتل اس لئے کرتا کہ تم خدا کے دشمن ہو اور میرا نفس بھی میرا دشمن ہے۔لیکن جب تم نے میرے چہرے پر تھوک دیا تو میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ جلدی اس کو قتل کرو کیونکہ اس نے تیری بے عزتی کی ہے۔تو اس نفس نے اس وقت رضاء الٰہی کو مجھ سے ایک طرف کر کے اپنی بے عزتی یری طرف آگے کر دی اور نفس تو میرا دشمن ہے تو میں یہ ہرگز نہیں کر سکتا کہ نفس کے دشمن کیلئے اللہ تعالیٰ کا دشمن قتل کروں۔اس وجہ سے میں نے تم کو چھوڑ دیا۔تو فوراً اس کافر نے آپ کرم اللہ وجہہ کے کامل ایمان و شرافت سے متاثر ہو کہا کہ مجھے کلمہ پڑھائیے میں مسلمان ونا چاہتا ہوں۔آپ کرم اللہ وجہہ نے کلمہ پڑھایا اور اس کافر کا ظاہر و باطن نورِ ایمان سے نور ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ رضاء الٰہی اور دوستی کے طالبانِ حق ہر وقت ہر کام اللہ تعالیٰ لی رضاء کیلئے کرتے ہیں۔اپنے نفس کیلئے کچھ نہیں کرتے۔اور اپنا نفس انہیں ایسا بدترین ثمن نظر آتا ہے کہ کافر کے مقابلے میں اپنے نفس کی دشمنی کرتے ہیں اور کافر کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن اپنے نفس سے مقابلہ کرنا نہیں چھوڑتے۔یہ کامل ایمان کی وجہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یعنی تمہارا سب سے بڑا دشمن وہ نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلو کے درمیان ہے۔اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"**رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر**"،تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قول وفعل سے ثابت ہوا کہ کافر کے ساتھ لڑائی کرنا چھوٹا جہاد ہے کیونکہ یہ چھوٹا دشمن ہے۔اور نفس کے

ساتھ جہاد کرنا بڑا جہاد ہے کیونکہ یہ نفس مسلمان کی ابدی ہلاکت کیلئے اس کا بڑا دشمن ہے۔ کیونکہ جو نفس کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے تو ہمیشہ کیلئے اللہ تعالیٰ کا دشمن اور عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور اگر کافر کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے تو ہمیشہ کیلئے عزت، رضاء الٰہی اور جنت پالے گا۔ پس عاقل کیلئے اشارہ کافی ہے۔ یعنی اگر چراغ میں تیل ہوگا تو صرف ماچس کی تیلی لگانے کی ضرورت ہے اور اگر چراغ میں نہ تیل ہو نہ بتی ہو تو ہزاروں ماچیس ختم کرنے کے باوجود روشنی نہیں ہوگی۔ یہی مثال اس شخص کی ہے کہ جس کے سینے میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو تو اس کیلئے نصیحت کا اشارہ بھی کافی ہے۔ کہ ان کی یہ باطنی شمع ہمیشہ کیلئے روشن ہو جاتی ہے۔ اور اگر سینے میں ذرہ بھر ایمان بھی نہ ہو صرف بت کی طرح ڈھانچہ ہو جیسا کہ خالی چراغ کہ نہ اس میں تیل ہو نہ بتی۔ تو ایسے شخص کے سامنے کتب سماوی سارے کے سارے ختم کر دیں پھر بھی اثر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ امان نصیب فرمائے۔ (آمین)

جتنی بھی تباہی و ہلاکت ہو یہ انسان کیلئے اپنے نفس سے پیدا ہوتی ہے اور یہ نفس اس کا بدترین دشمن ہے کہ اس نفس کی رائے، پر عمل، تابعداری کسی حال مین بھی نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے اگر کوئی کسی کے ساتھ اچھائی سے پیش آئے یا اس کی عزت واحترام کرے اور ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے اس سے باتیں کریں تو یہ شخص سمجھ جائے کہ یہ آدمی خود شریف اور معزز ہے۔ اور میں اپنے نفس کو جانتا ہوں کہ اس میں کوئی کمال اور اچھائی نہیں۔ یہ میری خوبی نہیں بلکہ یہ آدمی خود اچھا اور مہذب ہے اس لئے میرے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ اور اگر کوئی کسی کے ساتھ بداخلاقی اور بے ادبی سے پیش آئے اور اسے باتیں سنائے یا تکلیف و مصیبت پہنچائے تو یہ آدمی سمجھ جائے کہ اگر مجھ میں نقصان نہ ہوتا تو ہرگز یہ شخص یوں

بداخلاقی سے پیش نہ آتا۔ لیکن یہ میرے اپنے گناہ اور جرم ہیں۔ یہ آدمی مجرم نہیں اور نہ بداخلاق ہے۔ بلکہ میرا نفس مجرم ہے اگر چہ اس آدمی سے اس وقت کوئی گناہ یا خطا سرزد نہ ہوئی ہو لیکن یہ سوچ اور فکر کریگا کہ یہ مجھ سے کسی دوسرے وقت میں کئے ہوئے گناہ و غلطی کا بدلہ ہے جو آج مجھے دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی اپنے نفس کو ڈانٹے۔ اور اس شخص کی دلجوئی کرے اور معافی مانگے اور اپنے نفس کی طرف گناہ و جرم کی نسبت کرے۔

وماتو فیقی الابالله. ماشاء الله لاحول و لا قوة الا بالله العلی العظیم.

"مولای صلِ وسلّم دایماً ابداً. علیٰ حبیبک خیرا لخلق کلهم"۔

گذشتہ صفحات میں نوشتہ حدیث قدسی "میں ان کے اعضاء بنتا ہوں جس سے وہ کام کرتے ہیں" کی وضاحت میں چند نکتے بیان کئے جاتے ہیں۔

حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحفۃ السلوک صفحہ نمبر (۱۳) میں فرمایا ہے کہ۔

"**لسان الامیر لسان الله**" امیر کی زبان اللہ تعالیٰ کی زبان ہے۔ امیر کامل مومن کو کہا جاتا ہے۔ کقولہ تعالیٰ "**وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین**" "انسان زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ "**الانسان ظل الله فی الارض**"، کقولہ تعالیٰ "**انی جاعل فی الارض خلیفه**" میں زمین میں اپنا خلیفہ، نائب بناتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین، اولیاء اللہ، صالحین زمین میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور خلیفہ ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل طریقت کیلئے اہل شریعت پیر طریقت اللہ تعالیٰ کی نشانی اور خلیفہ ہیں اور ان کی باتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں ہیں۔ صفحہ نمبر (۷۸) میں فرماتے ہیں۔

"**الانسان سرّی و انا سره**" انسان میرا اور میں انسان کا راز ہوں۔ اس نکتہ میں ایک

باریک راز ہے۔اگر وہ ظاہر ہو جائے تو وہ انسان قتل کا مستحق ہو جائے گا۔یہ حال کی بات قال میں نہیں آسکتی یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"**جعلت نفسی محل اسراری**"معنی یہ ہوئے کہ میں نے اپنی ذات کیلئے محل یا اپنی ذات کیلئے تخت اپنا نفس بنایا ہے جو اسرار و راز کے جگہوں میں سے ایک محل ہے۔یعنی میرے راز کی جگہ تیری روح ہے۔یعنی تیری روح میری صورت ہے۔اور میں تیری روح کا معنی روح کے لباس میں ہو۔تجھ سے تجھ پر ظاہر ہوا ہوں۔اس لئے فرمایا"**الانسان سری و انا سرہ**"اس وجہ سے مشتاق احمد اور اشرف علی تھانوی امداد المشتاق صفحہ (۱۳۳) میں لکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ صورت و شکل سے پاک ہے لیکن اگر اس کی صورت ہے تو یہی انسان کامل ہے۔"پس انسان کامل حق نہیں صورتِ حق ہے۔اگر حق کی مجالست و مکالمت منظور ہو اولیاء کرام عرفاء عظام کی صحبت اختیار کرو۔پس کامل حق نہیں مگر حق کی صورت ہے۔اس لئے اگر حق یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت اور کلام کرنا چاہے تو اولیاء کرام اور عرفاء عظام کی صحبت اختیار کرے۔

اس لئے تحفۂ غوث الثقلین صفحہ (۴۱) میں لکھا ہے۔اے دوست! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر ولی وہ آئینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے نہیں چمکتی۔یہ بات بار بار ثابت ہو گئی کہ انسان کامل کی حقیقت پہچاننا بہت مشکل ہے۔

تحفۂ دستگیر صفحہ (۳۹) میں لکھا ہے۔"جانتے ہو انسان بنیان رب" انسان پروردگار کی بنیاد ہے۔پھر تحفہ دستگیر صفحہ (۳۶) میں فرماتے ہیں۔"**قلب المومن مراۃ اللہ**" مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے۔"**الم یعلم بان اللہ یریٰ**" آیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ان تمام روایتوں کا مختصر مقصد یہ ہے کہ آیات کریمہ، احادیث

مبارکہ اور محققین کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اہل شریعت پیر طریقت کی بات اللہ تعالیٰ کی بات ہے۔ ان کے ہاتھ، سمع وبصر، دل وروح، پاؤں یہ تمام اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے انوار وصفات اور جملہ کمالات اور معرفت خداوندی کے مظہر ہیں۔ ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ یہ تمام الگ الگ تفصیل مع دلائل کے ثابت ہے۔ اس کے باوجود کوئی انہیں اللہ تعالیٰ کے صفات کے غیر مانتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ حسد، عداوت، توہین، بے ادبی کرتے ہیں خواہ ظاہر ہو یا باطن میں۔ سامنے ہو یا پشت تو ان کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی ''من عادی لی ولیافقد اذنته بالحرب'' ''من عادی لی ولیا فقد استحل محاربتی'' جو میرے اولیاء سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے جنگ کرنا حلال جانتا ہے اور میرے ساتھ لڑائی کیلئے تیار ہو جائے۔ اس لئے محققین علماً فرماتے ہیں۔ ان بزرگوں کے مخالفین مطلق کافر ہیں اور مستحق عذاب ہیں۔ جیسا کہ امداد المشتاق صفحہ (۹۴) میں مولوی تھانوی لکھتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا ''اولیائی تحت قبائی'' (الحدیث) اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو اپنی قبا میں چھپائے ہوئے ہیں۔ اس میں ایک مصلحت اور حکمت ہے وہ یہ کہ اگر لوگوں کو ظاہر ہوتے اور وہ ان کی مخالفت کرتے تو ان پر عتاب وعذاب آتا۔ اور اس وجہ سے کہ اولیاء صفات الٰہی سے متصف ہوتے ہیں۔ اور ان کی مخالفت گویا حق کی مخالفت ہے اور جو حق کی مخالفت کرتا ہے تو وہ مردود ومقہور ہو جاتا ہے۔

ان تمام روایات سے مرید کیلئے اپنے پیر کی بے شمار فضیلت وشرافت ثابت ہوئی۔ کہ اپنے مرشد کی اقتداء میں نماز پڑھنا گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا ہے۔ اور پیر ومرشد کے چہرے مبارک کو دیکھنا گویا نبی کریم کا دیدار کرنا اور اس سے

آتش جہنم حرام ہوتی ہے۔اس کے باوجود اگر مرید گذشتہ بیان شدہ عقیدے کے ساتھ اپنے پیر کے چہرے کو دیکھے یا ان کے ساتھ بار بار مصافحہ اور معانقہ کرے یا صحبت میں شریک ہو یا ان پر ہر وقت مالی و جانی قربانی کرتا رہے تو یہ ایسا ہے کہ عین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہو۔''الشیخ کالنبی فی امتہ'' اہل شریعت پیر طریقت اپنی مسلمان قوم خصوصاً مریدوں میں نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔الھم ارزقنا بوجھک النبی الکریم. حدیث شریف میں ہے۔''الانسان مراۃ اللہ'' کامل انسان اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے۔وقولہ ''المومن مراۃ المومن'' کامل انسان دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔مثال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تجلیات صفات،اقوال و افعال اور نورِ خداوندی کے مظہر اور ایک مکمل آئینہ ہیں۔اور جب ایک مومن کی ظاہر و باطن کی روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی طرف متوجہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے نور،صفات، اقوال وافعال کی تجلی اس مومن کے آئینہ میں متجلی ہوتی ہے تو وہ مومن بھی اللہ تعالیٰ کے اقوال وافعال،انور و صفات کا ایک مظہر اور کامل آئینہ بن جاتا ہے۔''تخلقوا باخلاق اللہ'' یہی مومن بھی اللہ تعالیٰ کی ان اخلاق سے متصف و متخلق ہو جاتا ہے۔

جس طرح شانِ رسالت دلیل قطعی سے ثابت ہے۔''وانک لعلی خلق عظیم'' مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلقِ عظیم کی صفت سے متصف فرمایا ہے۔اس لئے جب دوسرا مومن اس کامل مومن کا ظاہر یا باطن میں تابعدار اور فرمانبردار بن جاتا ہے۔اور اپنا دل و روح اس کے دل و روح کی طرف متوجہ کرتا ہے اور عقیدت سے اس کی طرف راغب ہو جائے تو اس مومن کے آئینہ میں بھی اس کامل مومن کے آئینہ یعنی سینہ سے اللہ

تعالیٰ کے انوار متجلی ہوتے ہیں۔ اور ان اخلاق واقوال سے متصف ہوتا ہے۔

(علیٰ ھذا القیاس)

یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا کہ ایک مرید اپنے پیر سے نسبت شرافت، انوار اور معرفت خداوندی اس طرح حاصل کرتا ہے جس طرح اس پیر نے اپنے مرشد سے حاصل کیا ہوتا ہے۔ اس کو وسیلہ کہتے ہیں۔ بقولہ تعالیٰ "یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ" اللہ تعالیٰ کی قربت اور تجلی انوار و معرفت کے حصول کیلئے پیر طریقت سے بیعت کرنا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے یہ انوار تو بغیر وسیلے کے بھی حاصل ہوسکتے ہیں۔ تو یہ جھوٹ بولنا ہے۔ اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔

ظاہری مثال دیکھئے" گرمی کے موسم میں ایک کپڑا اپورا دن سورج (دھوپ) میں ہو تو بغیر سبب کے صرف یہ دھوپ کپڑا نہیں جلا سکتی اور جب ایک آتشی شیشہ (مائیکرو گلاس) سورج کے سامنے رکھ کر اس سورج کی شعائیں اس شیشے کے ذریعے اس کپڑے پر ڈالی جائیں تو ایک دم (فوراً) اسے جلا دیتا ہے۔

صرف یہی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کی (حبل الورید) شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تجلی کا وہ عکس جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ مبارک میں متجلی ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ وار ایک دوسرے کو پیر طریقت کے آئینہ قلبی سے مرید کے آئینہ پر متجلی ہوجائے تو وہ تمام اخلاق رزیلہ جو اس کے دل میں ہو سب کو جلا کر خاکستر کر کے تجلی حق اس میں قائم ہو جاتی ہے۔ اور اس سے اس کا باطنی گھر منور ہو کر صفات الٰہیہ سے متصف و متخلق ہو جاتا ہے۔

یہ سلسلہ طریقت میں بیعت، صحبت اور فیض و وسیلے کا اثر و ثبوت ہے۔

"الھم ارزقنا بوجھک الکریم. الھم آمین. یا رب العٰلمین"

اس لئے فرمایا "مشائخ سے بیعت طریقت" مرید کا معنیٰ ہے ارادہ کرنے والا جب اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو تو اس کو مرید کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کا یہ مذکورہ معنیٰ قرآن مجید اس آیت سے لیا گیا ہے۔

"یریدون وجھہ اللہ اولئک ھم المفلحون"

مسئلہ: بیعت کرنا کسی پیر سے لازمی اور ضروری ہے۔ کیونکہ یہ رضاء الٰہی کے حصول کا ارادہ ہے۔ اور جو یہ ارادہ حاصل کرے تو وہ خلاصی اور نجات پاتا ہے۔ اور خاص طالب المولیٰ اور ذاکر بن جاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ رضاء الٰہی اور معرفت کا طالب بننا ایک فرضی مسئلہ ہے۔ اور جس نے اس بیعت کو قبول نہ کیا یا جس نے قبول کیا مگر اس کے آداب کی پاسداری نہ کی تو یہ بھی شیطان کی دوستی میں رہ گیا۔ کیونکہ اس نے نفس و شیطان کے مقابلے میں اپنے پیر کی بات نہ مانی۔ یا ان کے آداب کو ملحوظ نہ رکھا تو یہ بھی نہ ہونے کے برابر ہوا۔ جیسے اس نے بیعت ہی نہیں کی اس لئے شیطان کی تابعداری میں رہ گئے۔

خرپوتی شریف میں لکھا ہے کہ جس کا پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے۔

(شان حبیب الرحمٰن صفحہ (۱۷۱) مفتی احمد یار خان قدس سرہ)

"ومن لا شیخ لہ فشیخہ الشیطٰن"

کیونکہ جس کا پیر نہیں ہوتا تو وہ ذکر خداوندی خصوصی طور پر زیادہ نہیں کر سکتا یا اگر کرتا ہے مگر سمجھتا نہیں۔ اور اس ذکر سے اسے ایسا فائدہ بھی نہیں پہنچتا جس سے وہ اللہ تعالیٰ

تک واصل ہو جائے۔ کہ معرفت کی لذت پائے۔

مثال اس کی یہ ہے کہ جب تک دودھ میں دہی (لسی) میں سے کچھ نہ ڈالا جائے تو وہ دودھ دہی نہیں بن سکتا اور اگر دودھ بغیر لسی کی ملاوٹ کے گاڑھا بھی ہو جائے تو اسے خراب دودھ کہتے ہیں دہی نہیں کہتے۔ نہ وہ دہی ہوتا ہے۔ نہ اس سے مکھن نکلتا ہے۔ اور ذائقہ بھی خراب ہوتا ہے اس لئے لوگ اسے گرا دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک شخص بغیر شیخ طریقت کی بیعت کے ساری زندگی ذکر واذکار میں گذار دے تو یہ ذکر کرنا ایسا ہے جیسے بغیر لسی ملایا ہوا دودھ کا خراب ہونا جس میں نہ ذوق ہوتا ہے نہ لذت۔ اور اس سے کوئی فائدہ اسے حاصل نہ ہوگا۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہی عبادت ایسے ہی رد کی جائے جس طرح وہ خراب دودھ رد کر دیا جاتا ہے۔ جو بغیر دہی (لسی) ملا گاڑھا ہو گیا ہو۔ اور وہ گرانے کے قابل ہوا ہو۔ اور کوئی فائدہ اس سے حاصل نہ ہوا۔ اسی طرح پہلے تو جو شخص بغیر طریقت کے ذکر بھی نہیں کرتا وہ تو ہے ہی برباد وہلاک۔ اور جو لوگ ذکر واذکار تو کرتے ہیں مگر بغیر طریقت کے کرتے ہیں تو اس کی مثال خراب دودھ کی سی ہے۔ جو کسی کام کا نہیں۔ اسی طرح جس نے بیعت تو کی ہے مگر اپنے پیر کی مخالفت میں خواہشات نفسانی کی متابعت میں چال چلن اور ذکر واذکار کرتا ہے اور عقل کا پجاری بن جاتا ہے۔ تو وہ پھر پہاڑ سے گرے گا۔ کیونکہ کچھ عرصہ تک مرید کے اردگرد ایسے حجابات اور پردے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ حق وباطل میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور یہ باطنی راستہ ہے اس لئے نادیدہ راستہ پر مرید اپنے پیر کے پیچھے اس کے نقش قدم پر جائے گا۔ اور پیر کی متابعت، تعلق، خلوص اور صداقت ہوگی تو تب منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اور شیطان کے مکروفریب سے بچ جائے گا۔ اس لئے حدیث

شریف میں ہے کہ انسان کے دل پر شیطان بیٹھا ہوتا ہے جب یہ انسان ظاہر و باطن میں ذکر شروع کر دیتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اور جب غافل ہو جاتا ہے تو شیطان دوبارہ اس کے دل پر بیٹھتا ہے۔ اور اس کے دل میں اپنا زہریلہ مادہ، مکروفریب ڈالتا ہے۔ اور اس وجہ سے اس کے دل سے نور ایمانی کو اپنے وسوسوں سے غائب کر دیتا ہے۔

"قال علیه السلام الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم فاذا ذکر الله خنث و اذا غفل وسوس"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ جو میرے ذکر سے غافل ہو جائے تو ہم اس پر شیطان مسلط کر دیں گے جو اس کے راستے کا ساتھی ہوگا یعنی اس کا پیشوا اور امام ہوگا اور اس کی اطاعت و متابعت اس شیطان کے نقش قدم پر ہوگی۔ اور یہ ہلاک ہونے والوں میں ہو جائے گا۔ اگر چہ ایسے غافل اپنی اس ہلاکت کو نہیں جانتے اور اس کے باوجود اس کو اپنا آپ بہت بہتر اور صحیح نظر آتا ہے۔ اور خود کو عابد اور متشرع جانتا ہے۔ لیکن اصلی شیطانی اخلاق جو تکبر اور غرور ہے یہی ہلاکت کی علامت ہے۔ اور دوسرے اس کی نظر میں اپنے آپ سے بہتر نہیں ہوتے۔ کہ ان سے بیعت کریں اور ان کو اپنا رہبر و رہنما اور پیشوا بنائے۔ اور ان کی صداقت و اخلاص سے اقتدا کرے اور عشق خداوندی اور قربت کا سبق ان سے سیکھ لے۔ اور خود کو اللہ تعالیٰ کی جماعت میں شامل کر لے۔

کقولہ "من اراد ان یجلس مع الله تعالیٰ فلیجلس مع اهل التصوف (شمائم امدادیه صفحه (۴۹) انا جلیس من ذکرنی"

جہاں میرا ذکر ہوتا ہے میں وہاں ہوتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل طریقت و

ذکر کی جماعت اللہ تعالیٰ کی صحبت ہے۔اور اس سے محروم و مغرور جماعت شیطان کی ہے۔اوراسی شیطان کی متابعت کی وجہ سے یہ شخص دنیا سے ناکام و نامراد اور تباہ و برباد جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اسی بات پر

'من یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطاناً فھو لہ قرین'

دوسری مثال یہ ہے کہ کسی درخت کا میوہ صرف میوہ ہی کہاتا ہے۔اور مالک اس کو استعمال کرتا رہتا ہے۔اور وہ شخص صرف اسے ہی میٹھا جانتا ہے کیونکہ اس نے اس سے بڑھکر ذائقہ نہیں چکھا۔لیکن جو شخص ہوشیار و عاقل ہوتا ہے۔اور یہ یقین رکھتا ہے کہ اگر میں نے یہ ہمت کی اور اس درخت میں قلم لگا لئے تو ہوسکتا ہے کہ اس درخت کا پھل اور بھی میٹھا ہو جائے تو جب یہ شخص اس یقین سے اس درخت میں بغیر قلم کے درخت کا قلم لگا لیتا ہے۔اوراس کے موافق کوشش اور محنت کرتا ہے تو اسے یہ پھل ایسا عمدہ اور مزیدار نظر آتا ہے کہ پھر خود ظاہر میں دیگر پھلوں کے بجائے اس پھل کے ساتھ تعلق اور محبت رکھتا ہے۔اور سمجھ جاتا ہے کہ لذت و ذائقہ کسی اور میں نہیں ہے۔اور یہ جان لیتا ہے کہ پہلے تو اس پھل سے صرف پیٹ بھرنا تھا۔اسی طرح سلسلہ بیعت کی شان ہے۔کیونکہ انسان تو انسانیت میں سب ایک جیسے ہیں۔اور اکثر مسلمان عبادت بھی کرتے ہیں تو ان میں سے اگر ایک مسلمان شیطان کی نہ مان کر بیعت کے بیج کو اپنے جسم کے درخت میں لگا دے یعنی بیعت کرے اور وہ روحانی قلم اس کے وجود میں لگ جائے اور پھر اس کے مناسب وہ رنگ جو اسے عارفانِ طریقت نے بتائے ہوں مثلاً اخلاص، صداقت، متابعت وغیرہ کی حق داری اور پاسداری کرے تو آخر کار اپنی روحانیت، عبادت کی مٹھاس اور اس پھل کی لذت روح و دل سے

ایسی حاصل کرلے گا کہ اس کے علاوہ کوئی شے اسے لذیذ اور پیاری نہ ہوگی۔ نہ اسے لذت حاصل ہوگی۔ تو یہ شخص سمجھ جائے گا کہ اس سے پہلے کی زندگی میری فضول اور ضائع گزری ہے۔ تو بیعت کے ذائقے کو تب محسوس کرے گا۔

دوسری مثال اس کی یہ ہے کہ ایک بجلی گھر ہے جس میں بجلی بنتی ہے۔ اور اس سے دوسرے علاقوں کو بجلی فراہم کی جاتی ہے۔ بجلی گھر سے تار کے ذریعے ایک ٹرانسفارمر سے دوسرے کو اور اس سے تیسرے کو الغرض ہزاروں سینکڑوں ٹرانسفارمروں کو بجلی تار کے ذریعے پہنچتی ہے۔ پھر ہر ٹرانسفامر سے اپنے اپنے علاقوں میں تاروں کے ذریعے بجلی پھیلتی ہے۔ اور اس میں مختلف اقسام کے رنگ برنگ بلب لگائے جاتے ہیں۔ چھوٹے بڑے لال پیلے بلب ہوتے ہیں۔ کہیں کہیں کارخانے لگے ہوتے جس میں مختلف اشیاء بنتی ہیں۔ حالانکہ بجلی یہی ایک ہے اور یہی ایک طاقت ہے۔ لیکن آلات و اسباب کے مختلف ہونے کی وجہ سے یہی ایک بجلی مختلف اشیاء بناتی ہے۔ اور بلب کے چھوٹے بڑے لال پیلے اور رنگ برنگ ہونے کی وجہ سے اسی طرح روشنی ہوتی ہے۔ یہ روشنی حقیقت میں ایک ہے مگر ان بلبوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کی روشنی مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی جگہ لوہا، شیشہ پگھلایا جاتا ہے کہیں اناج پیس کر آٹا تیار کیا جاتا ہے۔ کہیں کپڑے، گاڑیاں، ہوائی جہاز بنتے ہیں۔ کہیں کہیں انڈوں سے چوزے نکالتے ہیں۔ ہر مشینری میں اس آلے کے مناسب کام ہوتا ہے۔ بعض مقامات ریڈیو، اسپیکر کے ذریعے باتیں، یا ٹی وی کے شیشے میں دور دراز کے لوگوں کو اپنے سامنے حاضر و ناظر دیکھتے ہیں۔ ڈاکٹر حضرات اس بجلی کے ذریعے انسان کے اندرونی حالات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

ان تمام باتوں میں فکر کرنی چاہئے کہ آجکل تمام مخلوق اس کی قائل ہے کہ یہ تمام عقلیات ہیں۔ اور اسے سائنس کہا جاتا ہے۔ اور یہی سائنسداں اپنی عقل سے آلات کے ذریعے آگے پیچھے کے حالات، زمین کے حالات، دور دراز علاقوں کے حالات معلوم کر کے ان کے اعلانات اور اشاعت کرتے ہیں۔ یہ تمام عقلیات ہے جسے سائنس کہا جاتا ہے کہ ہوا میں لوہا اڑتا ہے جسے جہاز کہتے ہیں۔ تو بہت افسوس کی بات ہے کہ مسلمان تو کفار، فساق وفجار کی عقلیات وکمال کو مانتے ہیں اس لئے کہ انہیں ظاہر ہو چکی ہے حالانکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی دوستی کی علامات میں سے کوئی علامت پایا جانا بہت مشکل ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان ان کی عقلیات، غیبی باتیں، معلومات اور حکمتیں سب مانتے ہیں۔ لیکن انسان یہ نہیں سوچتا کہ یہ سائنسدان کس کی مخلوق ہیں؟ اور انہیں اس فانی زندگی میں عیش وعشرت کرنے کیلئے یہ عقل کس نے دی ہے؟ اگر صحیح سوچ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سائنسدانوں اور ان کی عقلیات، اسباب ان تمام کا مالک و خالق تو صرف وہی ایک ذات پروردگار عالم کی ہے۔ اور یہ تمام اس کی جانب سے ہے۔ اس لئے اگر اس میں ذرہ برابر بھی کسی دوسرے کی ملکیت، خالقیت حقیقتاً مان لی جائے یعنی کسی دوسرے کو حقیقی مالک مانا جائے تو مشرک ہو جائے گا۔ اور جب تک مسلمان اس ذرہ ذرہ کا جس کا ذکر ہو چکا اس کا خالق و مالک حقیقی ایک ذات خداوندی کو نہ مانے تو ایسے شخص کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس کا یہ عقیدہ اس کے کفر وشرک پر کامل دلیل ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

آمدم بر سر مطلب کہ اس بجلی کی طاقت بغیر آلات واسباب کے کسی کو معلوم نہیں

ہو سکتی لیکن آلات واسباب کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس میں اپنی شان کے مناسب بجلی کی طاقت معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ بجلی کی طاقت ہے۔ اور ہر شخص مانتا ہے کہ یہ بجلی کی طاقت ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ بجلی کے نام سے مشہور نہیں بلکہ ان آلات واسباب کے نام مشہور ہے۔ اوران ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ بجلی کا نام ہر جگہ ذکر نہیں کیا جاتا لیکن ہر آلہ و مشینری کی صفت یہ اصل میں بجلی کی صفت ہے۔ اسی طرح ذاتِ خداوندی سے وہ حقیقی انوارات و طاقت اور صفات ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل ہوگئی جو حقیقت میں ذاتِ پاک کا ظہور ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات خود ذاتِ خداوندی سے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ ''انا من نور اللہ والمومنون منی'' تو ٹرانسفامر کی مثالوں پر نظر کیجئے۔ ایک نے دوسرے سے خفیہ طور پر کیا حاصل کیا ہے اور دوسری مخلوق کو وہ علامات باطنی طاقت کی اقسام میں ظاہر ہو چکی ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باطنی طور پر جو صفات و کمالات اور جملہ شرافتیں اللہ تعالیٰ کی حقیقی شان سے حاصل ہوئی ہیں تو وہ ہر کسی کو ظاہراً نظر نہیں آتی تھیں اس لئے تو کفار کہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح بشر ہیں۔ لیکن جو لوگ نیک بخت تھے اور انہوں نے ٹرانسفارمر کی طرح اپنا رابطہ و تعلق محبت کی حقیقی روشنی اور کمالات و شرافت کے حصول کیلئے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس محبت و رابطہ کے تار سے قائم کیا اور اس رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور مکمل رابطہ و تعلق استوار کیا کہ ان کے باطنی راز بھی کفار کو معلوم نہیں تھے۔ تو وہ کمالات حقیقی جو رب العزت کی ذات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود تھے وہ صحابہ کرام کو ٹرانسفامر کی مثل منتقل ہو گئے اور حاصل ہو گئے حالانکہ یہی کمالات حقیقی ان کفار کو نظر نہیں آتے تھے جو ان صحابہ میں موجود تھے۔ اس لئے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اصحابی کالنجوم" تو یہی طاقت مانند ٹرانسفارمر سلسلہ تا قیامت ولی کامل اور تابعدار و مخلص کو ایک کو دوسرے سے اور اس سے تیسرے کو منتقل ہوتا رہتا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے اگرچہ ٹرانسفارمر الگ الگ قسم کا ہوتا ہے مگر بجلی کی اصل و ذات سب میں ایک جیسی ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام کے اجسام مبارک ظاہر میں الگ الگ ہیں لیکن اصلی حقیقت ذاتی وصفاتی اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے سب میں ایک ہی اصل ہے۔

اور مختلف اوقات و مقامات میں یہ اولیاء کرام مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ان اولیاء کے ساتھ محبت کے تار کے ذریعے رابطہ اور تعلق استوار کیا ہوتا ہے۔ تو ان میں بھی اپنی شان کے مناسب وہی صفات حقیقی موجود ہوتے ہیں۔ جس طرح بلب و دیگر مشینریوں کے تار کا رابطہ ٹرانسفارمر کے ساتھ تھا اور ان آلات میں الگ الگ علامات اور کام نظر آتے تھے۔ اسی طرح جن لوگوں کی محبت کے تار ان اولیاء کے ساتھ محکم اور حقیقی طور پر پیوست ہو جائے تو پھر اپنی ذات وشان کے مناسب کام کرتے ہیں۔ اور ان سے وہ اقوال وافعال صادر ہوتے ہیں جو باقی لوگوں میں نہیں ہوتے جن کو کرامات وخرق عادت کہتے ہیں۔

اور ان کو اولیاء اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے دوست اور خاص اس کے ہیں کقولہ۔ "من کان للہ کان اللہ لہ" جو خدا کا ہوتا ہے تو خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ جس طرح بلب کا تار ٹرانسفامر کے ساتھ بجلی کے تار سے پیوست ہوا تو روشنی حاصل کر کے مخلوق کو روشنی دی۔ اسی طرح جس مشینری کے تار اس بجلی کے تار سے پیوست ہو جائے تو

مخلوق کو ہر قسم کے فائدے دیتا ہے۔اسی طرح جن لوگوں نے اپنی محبت کا رابطہ اور تعلق اولیاء اللہ یعنی پیر طریقت سے پیوست کیا تو ہر انسان کو اپنی شان کے مناسب وہ کمالات حقیقی حاصل ہوئے۔اور باقی مخلوق خدا کو بھی اپنی شان کے مناسب فائدے پہنچے۔اور یہی بجلی ہے کہ جب کسی کو پکڑ کر مار دے تو کہتے ہیں کہ بجلی نے مار دیا۔فلاں کام بجلی نے کیا فلاں چیز بجلی سے چلتی ہے۔اور انڈے سے بچہ نکالا۔جیسے کہ "**یحی الارض بعد موتھا**"یہ لوگ ہر وقت یہ نہیں کہتے کہ یہ اللہ نے کیا بلکہ بجلی اور مشنری کا ذکر کرتے ہیں۔عقل وحکمت اور سائنس کا ذکر کرتے ہیں۔تو یہ ایک مجازی قول ہے جس سے کوئی کافر مشرک نہیں ہوتا۔کیونکہ مسلمان کا خاص یقین یہ ہوتا ہے کہ حقیقی فاعل،خالق،ظاہر کرنے والا ان تمام چیزوں کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انہیں ظاہری کاموں اور ایجادات سے اللہ تعالیٰ کو جانا جاتا ہے۔لیکن ایسے ظالم بھی ہیں جو اولیاء کرام کی صفات سے مطلق منکر ہیں۔جو کرامت وخرق عادت ہیں۔اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ ہے۔جو ایک وسیلے اور سبب سے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے سلسلہ وار اولیاء اللہ کی یہ حقیقت ایک دوسرے کو حاصل ہوئی ہے۔اور ہر ایک ولی سے اپنی شان کے مناسب کرامات وخرق عادت کشف ظاہر ہوتے ہیں اور ہر قسم کے فائدے ان سے پہنچتے ہیں۔اور یہ کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء مردہ کو زندہ یا زندہ کو مردہ نہیں کر سکتے یا غیبی معلومات یا دور دراز کے مقامات دیکھ یا سن نہیں سکتے۔بلکہ یہ تمام کام کر سکتے ہیں اس طاقت واجازت سے جو انہیں اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔اور اس طریقے پر انہیں حاصل ہوا ہے جس کے حصول کے وسیلے کا بیان ہو چکا ہے۔تو یہ بھی اس بجلی کی طرح کی بات ہے کہ بظاہر اولیاء کرام کی طرف منسوب

ہوتی ہے کہ فلاں ولی نے یہ کام کیا فلاں نے یہ کام کیا۔تو یہ بھی ایک مجازی نسبت ہے۔حقیقی فاعل خالق۔مارنے والا،زندہ کرنے والا یہ صرف پروردگار عالم کی ذات بابرکات ہے۔اور مسلمان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حقیقت میں یہ کام اور یہ اولیاء اللہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔اور ان اولیاء اللہ کا یہ کام کرنا اور ان سے صادر ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اقوال وافعال،صفت وحکمت اور قدرت مانتے ہیں۔اور یہ ظاہر مجازی بھی اللہ تعالیٰ سے غیر اور کفر وشرک نہیں مانتا بلکہ اس کا مالک اور خالق صرف اُسی ذات حقیقی کو مانتا ہے۔بلکہ یہ تمام ایک کامل مومن کو ذات خداوندی پر دلیل نظر آتی ہے۔اور یہ اس کامل مومن کو اپنے عقیدے کے موافق اللہ تعالیٰ کی حکمت،قدرت اور طاقت نظر آتی ہے۔اور ان اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور انوارات کا مظہر مانتا ہے۔اور ان کو اللہ کا ایک راز جانتا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پوشیدہ راز ان اولیاء اللہ میں رکھے ہیں اور اس کے بعد ان کے ذریعے ظاہر فرماتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات،راز وقدرت کو مخلوق پر ظاہر فرماتا ہے۔اور اپنی قدرت اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر دلیل دیتا ہے۔اس لئے فرمایا"**الا نسان سر اللہ فی الارض**" یعنی انسان زمین میں اللہ تعالیٰ کا راز ہے"۔

"**الانسان سِرّی وَانَاسِرّہ**"انسان میرا اور میں اس کا پوشیدہ راز ہوں اس لئے اس مقام پر مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ے میان عاشق ومعشوق رمزیست کراماً کاتبین راھم خبرنیست

یعنی اللہ تعالیٰ اور اولیاء اللہ کے درمیان ایسا راز ہے کہ کراماً کاتبین کو بھی خبر

نہیں۔اس لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ''علم صوفی علم خدا است'' یہ عقل میں آنے والی بات تو نہیں لیکن کامل ایمان والے اس کو عقیدت سے مانتے ہیں کہ صوفی کا علم خدا کا علم ہے۔اور صوفی کا کچھ کرنا، سننا، پہنچنا، مارنا، زندہ کرنا، ذلیل کرنا، اُٹھانا وغیرہ ان کا علم حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا ہے اور اگر کوئی اس طرح نہ مانے تو کافر ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اولیاء کی نظر سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

''نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی　　　　بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی''

کیونکہ ولی کی نظر خدا کی نظر ہے۔اقبال مرحوم فرماتے ہیں۔

''بندۂ یک مردِ مومن دل شوی　　　　بہ کہ برقِ شہِ شاہان روی''

اگر تو ایک مرد مومن کا غلام بن جائے تو یہ تیرے لئے بادشاہوں کے سروں پر چڑھنے سے بہتر ہے۔مولانا روم فرماتے ہیں۔

''نور حق ظاہر بود اندر ولی　　　　بین باشی اگر اہل دلی''

اللہ تعالیٰ کا نور ولی کے باطن میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب تُو اہلِ دل ہو جائے تو تب دیکھے گا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ بے شک اللہ تعالیٰ کے صفات وانوارات کے مظہر ہیں مگر ایک شخص اگر یہ کہے کہ نور تو ایک روشنی ہے۔تو یہ اتنے نادیدہ کام اس سے کیسے ہوتے ہیں؟ روح بھی تو ایک نورانی اور لطیف چیز ہے جو نظر نہیں آتی ۔اور یہ بات تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ جب تک روح اس دنیا میں انسان سے جدا نہ ہو تو اس روح کی نسبت کی وجہ سے یہ دنیاوی ہر قسم کے کام کرتا ہے۔اور یہ روح ہر کسی میں ہے اور یہ عام ہے۔اور اولیاء اللہ کا نور خاص ہے۔روح بھی اس کے ذریعے اور ترقی حاصل کرتی ہے۔نور کا روح پر

غلبہ سے روح کی طاقت ڈبل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ وہ کام کرتی ہے کہ عام ذی روح نہیں کر سکتی۔ اور یہ اس طرح آسانی سے کر جاتی ہے کہ جیسا کہ عام ذی روح دنیا کے مختلف کام اپنی اختیار سے کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ گذشتہ صفحات میں بجلی کی مثال گزر چکی ہے۔ کہ بجلی کے اسباب تو مجازی طور پر انسان نے بنائے ہیں۔ لیکن ان اسباب کے ذریعے بھی تو اسی بجلی میں آگ پانی سے مجاز میں آیا ہے۔ یعنی یہ بجلی پانی کی طاقت سے ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ اس کی حقیقت پانی ہے۔ اور یہی آگ (بجلی) بھی تو کوئی جسم و وجود نہیں رکھتی بلکہ ایک روشنی ہے لیکن ان مشینریوں میں تاروں کے ذریعے مخفی طور پر حاصل ہوئی ہے تو آیا یہ بے شمار ہر قسم کے کام مجاز میں بجلی نہیں کرتی اور ہر شخص بجلی سے اس کام کو سنتا ہے۔ یہ تو عقلیات ہیں۔ اور اس کی حقیقت الگ شے ہے۔ جو انسان کی عقلیات سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اور کئی کام کرتا ہے۔ اور بغیر اسباب کے اس کی حقیقت نظر نہیں آتی۔ اور ہر شخص کا یہ عقیدہ مضبوط ہے کہ یہ فلاں کام کرتا ہے۔ تو اے نادان انسان ! دیکھئے اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کی صفت اور مشینری ہے اور پھر بعض خواص کو یہ حقیقی نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے۔ اگر چہ وہ نظر نہیں آتا ان اولیاء اللہ میں ظاہری طور پر لیکن یہ ایمانی عقیدے سے مانا گیا کہ یہ نور جب بھی کسی شے یا کام کی طرف جس خیال و نیت سے متوجہ ہو جائے یعنی یہ روح اسی نور کی طاقت سے سب کچھ کر سکتی ہے اور ہر جگہ جا سکتی ہے۔ اور ہر حال معلوم کر سکتی ہے۔ اور اس روح کو امر خداوندی کہتے ہیں۔ "قل الروح من امر ربی" وقولہ علیہ السلام "انا من نور الله و المومنون منی" تو ان سے مراد یہی کامل خواص ہیں جنہوں نے وہ خصوصی نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے بوجہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ

وسلم اور یہ نور منجانب اللہ ہے۔ایک طرف روح ہے جو اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے جو خود بھی اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے یعنی نورانی روح اور نور روحِ نوری دونوں نور علیٰ نور۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔اور اپنی روح ونور کو یک جا کیا اور بشریت کے پردے میں دنیا میں ظاہر فرمایا تو اس بشریت کے ساتھ ان روح ونور سے ہر قسم کے معجزات ظاہر ہو گئے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی خوشنودی کا سبب بنایا۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام صفات،اقوال،افعال الٰہیہ سے متصف فرمایا۔اور آپ کی اطاعت کو مخلوق کے لئے عبادت بنایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جب اپنی روح (من امر ربی) کے ساتھ انسان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی وجہ سے اپنی مہربانی سے تجلی نور کو شامل فرمایا اور اسی نور کے ذریعے انسان کے بدن میں روح کو ترقی عطا فرمائی تو ظاہر میں اس انسان کو انسان کہتے ہیں۔لیکن باطن میں حق ہے۔

''ظاہر انسان باطن میں حق ہے'' (شمائل امدادیہ صفحہ (۵۳)۔

اور یہ انسان پھر صفات وانوار الٰہیہ کا مظہر ہے اور ان کی متابعت گفتار ورفتار اُٹھنا بیٹھنا،محبت واخلاص یہ سب اللہ تعالیٰ کی مقبول عبادت ہے اس لئے فرمایا۔"واتبع سبیل من اناب الی'' ان لوگوں کے راستے پر چلو جنہوں نے میری طرف رجوع کیا۔وقولہ تعالیٰ ''فَمَنِ اتَّبَعَ هُدٰی فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشقٰی'' جو ہدایت کے تابع ہیں وہ نہ گمراہ ہوں گے اور نہ بد بخت ہوں گے ان انعامات خداوندی سے جو جنت ہے۔

بجلی کی مثال ایسی ہے کہ ظاہر میں بجلی کی یہ آگ ان ظاہری اسباب سے کام کرتی

ہے لیکن اگر اس بجلی گھر سے پانی ختم ہو جائے یا اس سے تار کٹ جائے تو یہ اسباب و آلات جو کام کرنے کے تھے اب بجلی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے تو جس انسان کے جسم سے وہ روح کٹ جائے تو یہ جسم بے کار نہیں بلکہ یہ ایک کام و مقصود کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ تو روح پھر اس کے لئے ضرور پیدا ہوئی ہے۔ مقصود سے مراد نور کا بیان ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی نور جب انسان کی روح سے کٹ جائے تو خدانخواستہ یہ روح مردے کی مانند ہے۔ جس طرح کفار، گمراہ، منافقوں کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے مردوں سے تشبیہہ دی ہے۔ کقولہ تعالیٰ "فانک لا تسمع الموتی" یعنی اے محبوب یہ کافر مُردوں کی طرح نصیحت قبول نہیں کرتے۔ ان کی مثال مردوں کی سی ہے۔ جو فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس طریقے کے حصول سے غافل لوگ بھی مردوں کی مانند ہیں۔ اور کمالِ زندگی سے زندہ وہ مومن ہیں جنہیں تجلیٔ نور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پہنچا ہو۔ انھی کو اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ جن کی روح کی ترقی اس نور سے ہے۔ اور ان کی کرامات بھی اسی نور کے سبب سے ہے جو نور حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ہے۔ اس لئے اولیاء کرام کی کرامت یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کی دلیل ہے۔

یہ تو فیض نورانی کی ایک جھلک ہے جو ان اللہ والوں کو نور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔ تو آپ اندازہ لگائے کہ اس نور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا علامات ظاہر ہوتی ہونگی جو پورے کا پورا اللہ تعالیٰ کے اقوال و افعال قدرت و طاقت کا ظہور تھا۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ظاہر فرمایا۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ یہی ظہور اولیاء اللہ سے بھی کرتا ہے۔

اے عزیز ! اس کو بھی دیکھئے کہ ایک طرف نور ہے اور دوسری طرف آگ ہے جو بجلی ہے۔ جو مجازاً پانی سے بنا ہے۔ جس طرح پانی کی شرافت کم ہے اسی طرح بجلی کی بھی کم ہے۔ اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت وعزت تمام مخلوق میں زیادہ ہے اسی طرح اس نور کی شرافت بھی آگ یعنی بجلی پر زیادہ ہے۔

حقیقت یہ کہ آگ جلال کی تجلی ہے۔ اور نور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تجلی جمال ہے۔ اور تجلی جمال تجلی جلال پر غالب ہے۔ جیسا کہ رحمت خدا قہر خدا پر غالب ہے۔

ما شاء الله. لاحول ولاقوة الابالله العلی العظيم.

بجلی کی یہ صفت فانی ہے اور اولیاء کی یہ صفت باقی ہے۔ آگ دوزخ سے ہے اور نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اس لئے دنیا پرست لوگ دنیا کی ان چیزوں کے قائل، مصروف اور مشغول ہیں۔ اور نورِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل ہیں۔ تو یہ لوگ آگ کے اہل ہیں۔ کیونکہ "**کل شئ یرجع الیٰ اصله**" تو ان کی اصل بھی آگ ہے اس لئے اس کو مانتے ہیں اور اس کی طرف راجع ہے۔ اور نورِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نورِ اولیاء اللہ سے منکر ہیں۔ اس لئے یہ لوگ ہمیشہ کیلئے محروم رہ گئے۔

جو مومن اولیاء اللہ کی طرف راجع ہیں اور صداقت سے ان کے تابع ہیں تو یہ حضرات بھی اپنی اصل کی طرف راجع ہیں۔ جو جنت ہے اور جنت نورِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور ان کا نور بھی اسی نور سے ہے۔ اس لئے فرمایا "**والمومنون من نوری**" اور عرش عظیم بھی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حقیقی نورانی ذات کے ساتھ اس عرش عظیم کی سیر بھی کی ہے۔ اور نعلین مبارک سمیت عرش پر

گزرے ہیں۔تو اولیاء ومومنانِ کاملین جواس نور سے ہیں وہ بھی عرش معلیٰ کی سیر کرتے ہیں۔ایک سالک فرماتے ہیں۔

چہ پہ یوقدم تر عرشہ پورے رسی　　　　مالیدلے دے رفتار ددرویشانو

ایک قدم سے عرش تک پہنچتے ہیں میں نے درویشوں کی رفتار دیکھی ہے۔بہت سے اولیاء کرام نے دنیا میں بھی جنت کی سیر کی۔تو یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر شخص اور ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔دنیاوآخرت دونوں میں مومن اپنی اصل جنت میں جائیں گے اور منکر گمراہ یہ اپنی اصل مقام جہنم میں جائیں گے۔اس لئے فرمایا۔

"فریق فی الجنة و فریق فی السعیر"

ایک فرقہ جنت میں اور دوسرا جہنم میں ہوگا۔اور یہ دونوں فرقے اپنے اپنے مقام کی طرف دنیا میں اس دوراستوں پر گامزن اور رواں دواں ہیں۔کوی دوزخ کوئی جنت کی طرف جاتے ہیں۔اس لئے فرمایا کہ ہر شے اپنی اصل کی طرف راجع ہوں گے۔اس لئے مولوی شبیر احمد عثانی "واتبع سبیل من اناب الی " کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''پیغمبروں اور مرشد ہادی کا حق حق اللہ کے ذیل میں سمجھو' مشتاق احمد تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ اس آیت وحدیث کے ذیل میں ''پیروں کی محبت عین اللہ ورسول کی محبت ہے''

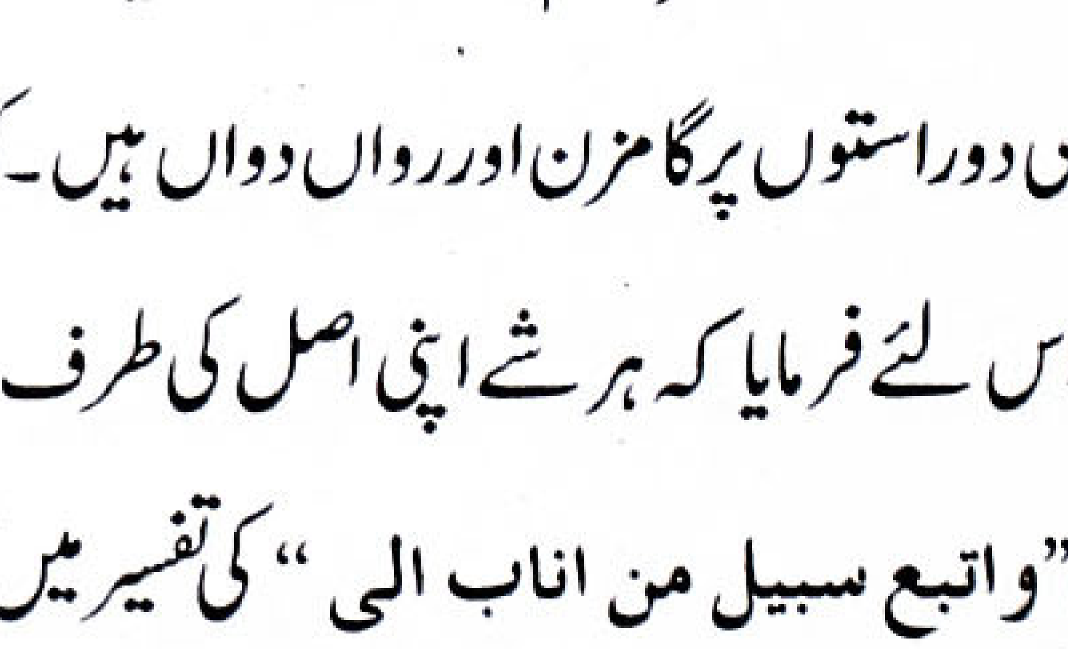

پیرومرشد کے حقوق

حقوقِ مرشد کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ نے مبدآ و معاد ۴۶ میں لکھا ہے۔" مرشد کے حقوق تمام حقداروں، والدین، اساتذہ کے حقوق سے زیادہ ہیں اسی وجہ سے کہ اس کی شرافت و کمالات قدر و منزلت اور درجہ بیان ہو چکا ہے۔اس لئے انہوں نے فرمایا علم کی شرافت ،معلومات کی شرافت اور مرتبے کے اندازے کے مطابق ہے۔معلم جتنے درجے کے علوم کا بھی ہو اور جتنا شریف اور عزت والا ہو اس علم کے ذریعے تو اس علم کے سیکھنے والے کا درجہ بھی زیادہ ہے، کیونکہ اس کے ذریعے یہ بڑے اور بلند مقصد تک پہنچتا ہے۔کیونکہ یہ علم اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے ہے۔اس لئے اس کا درجہ اور حق بھی ہر کسی سے بہت زیادہ ہے۔یعنی ایک علم ہے اور دوسرا معلوم علم کسی چیز کو جاننے کا نام ہے۔اور معلوم وہ ہے کہ اس کے بارے میں تو جان لے اور سمجھ حاصل کرے۔اس لئے جس چیز کا علم تو حاصل کرنا چاہے اور وہ جتنی عزت و شرافت والی ہوگی اسی قدر اس کے سیکھنے میں سختی اور تکلیف بھی زیادہ ہوگی استاد کو سکھانے اور طالب علم کو سیکھنے میں۔جس طرح باطنی علوم میں شرافت ،عزت اور بلندی ہے دو جہانوں کی۔اسی طرح اس کے سیکھنے میں بھی بہت سختی ہے۔کیونکہ اپنا بدن گوشت و ہڈی جب تک نہ پگھلائے ختم نہ کرے اس کو رگڑ کر ریزہ ریزہ نہ کرے جیسے اپنے نفس کو مجاہدہ سے ذلیل کرنا اور پیر کی متابعت کرنا تو اس وقت تک یہ علم باطن حاصل نہیں ہوتا تو جب اس طرح کے مجاہدے اور پیر

کی متابعت میں اس کو سیکھ کر حاصل کرلے تو پھر جتنی عزت اس علم باطن کے درجات اور شرافت کی ہے تو اتنی عزت پھر سیکھنے والے کے درجات کی بھی ہوگی عنداللہ اور اہل طریقت کے نزدیک۔

پس علم باطنی جس کے صوفیاء کرام حاجت مند ہیں۔تو یہ صوفیاء علماً ظاہر سے زیادہ عزت مند ہیں۔یعنی یہ صوفیاء زیادہ عزت کے حصول کے طالب ہیں اور یہی زیادہ عزت انہوں نے زیادہ عزت والے پیرانِ طریقت کی محبت اور صحبت سے حاصل کی ہے جس کو علم معرفت کہتے ہیں۔اور علم معرفت فرض ہے یعنی ایک احکامات کا جاننا (معرفت) ہے جو علماً ظاہر سے سیکھا جاتا ہے۔اس طریقے سے کہ طالب صرف حق و باطل کی پہچان حواس ظاہری کے ساتھ کرتا ہے۔لیکن علم معرفت جو پروردگار عالم کی ذات وصفات کی معرفت اور ایمان کی حفاظت کا علم ہے یہ پیر طریقت سے حاصل کیا جاتا ہے۔تو جس طرح ذات کی معرفت اور اوامر ونواھی کے اسباب میں فرق ہے تو اسی طرح پیر طریقت اور علم ظاہر کے استاد کے درجہ میں فرق ہے۔اور یہی فرق علم ظاہری کے طالب اور اہل طریقت میں بھی ہے۔اس وجہ سے خاص فرض علم اہل طریقت والے کو کہا گیا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا علم اور اس کا درجہ علم ظاہری پر بہت اونچا ہے۔کقولہ تعالیٰ۔"**واللہ غالب علی امرہ**" اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے۔کقولہ علیہ السلام "**الامر فوق الادب**" امر ادب سے بڑھ کر ہے مثلاً شیطان علم کے آداب کو بجا نہ لایا یعنی اس وقت جو حکم خداوندی تھا اس کا حق ادا نہ کیا اور نافرمان ہوا اور رحمت الٰہی سے محروم ہو کر طوقِ لعنت میں گرفتار ہوا۔اسی طرح صاحب طریقت کا درجہ اور بلندی صاحبِ علم شریعت پر بلند اور اعلیٰ ہے۔کہ اس کو علم

توحید معرفت الٰہی کہتے ہیں۔ صحابہ کرام نے امور شرعیہ کے ساتھ ساتھ خاص کر اسی علم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور اسی صحبتِ علم کی وجہ سے صحابی کا درجہ تمام دنیا کے اولیاء سے بڑھ کر ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتابیں بھی نہیں پڑھیں تھیں اور یہی طریقۂ محبت اور معرفت الٰہی اور علم توحید، شریعت پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ پیر طریقت سے سیکھا جاتا ہے۔

یہ وہی طریقہ اور درس ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے درمیان تھا۔ اس وجہ سے اہل طریقت کی عزت کا درجہ علم ظاہر کے طلباً پر ایسا زیادہ ہے کہ جس طرح صحابی کا درجہ تمام اولیاء پر بلند ہے۔ اور پیر طریقت کا درجہ بھی علم ظاہر کے استاد پر زیادہ ہے۔ اس لیے فرمایا۔ ''الشیخ کالنبی فی امته. طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة'' اس علم کی فرضیت سے مراد عارفان وکاملین نے یہی علم توحید اور علم معرفت لیا ہے۔ جیسا کہ حضرت سلطان باہو قدس سرہ نے مفتاح العارفین صفحہ (۳۹) میں لکھا ہے۔ اور یہ حدیث بھی ہے۔

''فضل العالم علیٰ العابد کفضلی علیٰ امتی'' عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت امتی پر۔ صاحب عین العلم اپنی کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں کہ یہ مقام اس عالم کا ہے جو علم معاملہ اور مکاشفہ دونوں رکھتے ہیں۔ یا اس کا جو سچے دل سے اس کا طالب ہو۔ کیوں کہ علماً انبیاً کے وارث ہیں۔ اور انبیاً یہ دونوں علم رکھتے ہیں۔ اس لئے علم معاملہ کتاب پڑھنے سے اور علم مکاشفہ اور علم معرفت یہ بفضل خداوندی طریقت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس فضیلت کو وہ عالم حاصل کرے گا جو کامل وارث ہو جائے

نہ کہ آدھا عالم جو ایک علم کو طلب کرے۔ یا یہ فضیلت اس کے لئے ہے جو سچے دل سے اس کا طالب ہو جائے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اشریعة اقوالی و الطریقة افعالی"

شریعت میرے اقوال اور طریقت میرا حال و افعال ہیں۔ تو صرف علم ظاہری کے علمأ آدھے عالم ہیں۔ یہ وارث انبیأ ہونے کے لائق نہیں۔ اور اہل شریعت وطریقت علمأ یہ اقوال و افعالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پر رواں ہے۔ اس لئے یہ حضرات کامل وارث بن گئے۔ اس لئے ان کا حق اور درجہ وفضیلت صرف علم ظاہری کے علمأ وطلبأ پر اتنا ہے جتنا درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متقی امتی پر بلند ہے۔ اور علم طریقت کے طالب کا علم ظاہری کے طالب علم پر اتنا درجہ بلند ہے جتنا درجہ صحابی کا غیر صحابی پر ہے۔ اس لئے "العلمأ ورثة الانبیأ" سے خاص یہی علمأ مقصود ہیں جو صاحبانِ طریقت وشریعت ہوں۔ عبداللہ بن مبارک قدس سرہ سے کسی نے پوچھا اس فضیلت کے بارے میں تو آپ نے تفصیل سے جواب دیا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات شریف میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص علم وفضیلت اور تقویٰ وغیرہ رکھتا ہے۔ لیکن کسی نیک مرشد سے بیعت نہیں کرتا۔ اور دوسرا شخص صرف اپنے فرائض ادا کرتا ہے اور حرام کاموں سے بچتا ہے۔ کتابیں بھی نہیں پڑھیں صرف ایک نیک مرشد سے بخلوص دل بیعت کی ہے اور اس کی صحبت سے فیض یعنی شریعت اور طریقت کا فائدہ حاصل کیا ہو تو اس اہل طریقت کی بیعت کی فضیلت اس دوسرے عالم، عابد، زاہد پر ایسی ہے جیسے ایک صحابی کی فضیلت غیر صحابی پر۔ واللہ اعلم۔

"والله يختص برحمته من يشاء والله ذوالفضل العظيم" اللہ تعالیٰ
جسے چاہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے۔ صرف یہی اہل
طریقت والے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے خاص فرمایا ہے اور ان پر اپنا فضل
عظیم فرمایا۔ اس لئے فرمایا۔ "الشیخ کالنبی فی امتہ" ومن اراد ان یجلس مع
الله تعالیٰ فلیجلس مع اهل التصوف (شمائم امدادیہ صفحہ (۴۹) جو ارادہ رکھتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھے تو وہ عقیدت مندی کے ساتھ اہل طریقت وتصوف کے ساتھ
بیٹھے۔ کیونکہ شمائم امدایہ صفحہ (۱۷) میں لکھا ہے کہ اولیاء صفات الٰہی سے متصف ہیں۔ اور ان
کی مخالفت حق کی مخالفت ہے اور جو حق کا مخالف ہو جائے تو وہ مردود اور مقہور اور قابل
عذاب ہو جاتا ہے۔ اس لئے شاہ ولی اللہ صاحب نے اس صوفیاء کے علم کے بارے میں
فرمایا ہے۔ "علم صوفی علم خدا است" صوفی کا علم اللہ تعالیٰ کا علم
ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ "علم حق در علم صوفی گم شود" خدا کا علم صوفی
کے علم میں پوشیدہ ہے۔ (امداد المشتاق صفحہ ۷۵) اس پر شک نہ کرے کیونکہ اللہ کے اسم
ذات کے تصور اور توجہ کی قوت سے عارف باللہ مرشد کیلئے ایسا علم ہے کہ تابعدار، وفادار مخلص
مرید کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دے گا۔ اور اس کے ساتھ آشنائی ہو جائے
گی، صحابہ کرام، انبیاءً کرام اور تمام اولیاء اللہ سے مصافحہ کرے گا اور تمام مقامات کی سیر
کرے گا۔ اور لوگوں کو کشف وکرامات کے ذریعے پابندی کی قید میں لے آئے گا۔ اور
کشف القلوب وکشف القبور اور قم باذن اللہ کے وہ مراتب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
پاس تھے حاصل کر لے گا۔ اور اس مرتبہ میں آجائے گا کہ "کنتم خیر امة اخرجت

للناس ''،تمام انسانی امتوں میں تم نیک اور بہتر ہوں گے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''میری امت کے علماً بنی اسرئیل کے انبیاً کے مثل ہیں۔ تو یہ فضلیت، کمال، شرافت اور وراثت صرف ان ہی لوگوں کیلئے ثابت ہے جو اہل شریعت وطریقت ہوں۔ کیونکہ عالم کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔ کہ وہ عالم اہل طریقت وشریعت ہوتا ہے۔

اس لئے امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ جس طرح ظاہری علماً کی فضیلت و شرافت زیادہ ہے حجام اور جولا ہے پر اسی طرح باطنی علماً کی شرافت وفضیلت زیادہ ہے ظاہری علماً پر۔ امام ربانی قدس سرہ کے اس قول سے یہ ثابت ہوا کہ ظاہری عالم باطنی عالم کے مقابلے میں حجام اور جولا ہے کی مانند ہے۔ ان کی حجام و جولا ہے سے تشبیہہ اس لئے دی کہ شریعت میں علم الفقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر حجام اور جولا ہا عالم ہوتو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اس لئے اصحاب شریعت وطریقت کے نزدیک صرف علماً ظاہری کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے۔ جس طرح جولاہا اور حجام لوگوں کی نظروں میں حقیر اور مکروہ ہیں اسی طرح بلا طریقت عالم اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اور شریعت میں کمی کی وجہ سے ذلیل اور مکروہ ہے۔ اور اصحاب طریقت شریعت کی متابعت کی وجہ سے عزت والے ہیں۔

امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس سے اس مرشد کے آداب معلوم ہوگئے۔ جس سے مرید علم باطن سیکھتا ہے کہ پیر طریقت کی عزت اور تعظیم استاد ظاہری سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس مقام میں پیر کے آداب کے متعلق ایک حکایت بیان کی جاتی ہے۔ حضرت غوث اعظم قدس سرہ اپنے پیرو مرشد حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے دربار میں اتنے

مؤدب اور وفادار تھے کہ ایک دفعہ سخت سردی کی رات میں اپنے پیر کے خلوت خانے میں آئے دیکھا تو دروازہ اندر سے بند تھا۔ انتہائی حیا و ادب واحترام سے دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے اور طلوع فجر تک کھڑے رہے انتہائی سردی کا موسم تھا اور بارش بھی برس رہی تھی۔ مگر غوث اعظم نے نہ بارش کی پرواہ کی اور نہ سردی کی پرواہ کی اور نہ ہی وہاں سے گئے۔ اور انتہائی ادب کی وجہ سے اپنے پیر کا دروازہ نہ کھٹکھٹایا اور نہ ان کو اپنے آنے کا کوئی احساس دلایا۔ طلوع فجر کے وقت حضرت ابو سعید قدس سرہ باہر تشریف لائے تو غوث اعظم قدس سرہ نے انتہائی محبت و ادب و تعظیم سے ملاقات کی اور ان کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

یہ وہی نقشہ ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھکاوٹ کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ران مبارک پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ اس وقت نماز عصر کا وقت ہونے والا تھا نماز قضاء ہونے والی تھی کیونکہ سورج ڈوبنے والا تھا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انتہائی ادب و محبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنا گوارا نہ کیا۔ اور نہ ایسی حرکت کی کہ جس سے آپ کے آرام میں خلل آئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت میں صحابہ کرام ایسے فنا تھے کہ یہ انہیں خاص عبادت نظر آتی تھی۔ اور آپ کی رضا و ادب ان کو عین اللہ تعالیٰ کی رضا اور ادب معلوم ہوتا تھا۔ اور آپ کی رضا و ادب کے مقابلے میں دیگر عبادات ان کو کم درجہ نظر آتی تھیں۔ بلکہ یہ یقین تھا کہ باقی عبادتیں دوبارہ ہو جائیں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے۔ لیکن یہ شرف و کمال دوبارہ عبادتوں کے ذریعے حاصل نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو نماز عصر قضاء

ہوگئی تھی۔لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و ادب اور متابعت کا یہ اثر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈوبے ہوئے سورج کو اشارہ کیا کہ نماز عصر کے مقام پر آجا تا کہ نماز ادا کی جائے۔سورج واپس پلٹا اور آپ نے نماز ادا کی۔اور پھر سورج واپس چلا گیا۔

تو حضرت غوث اعظم نے ادب کا یہ سبق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سیکھا تھا۔کہ اپنے پیر کا اس طرح ادب واحترام کیا۔ہر مرید کو یہ آداب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے سیکھنا چاہئیں تا کہ اس ادب واحترام، اخلاص وصداقت سے مقصود اور کمال تک پہنچ جائے۔

امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اپنے پیر کے آداب کا لحاظ علماً ظاہر (استاد) سے کئی گنا زیادہ ہے۔جولاہے اور حجام سے عالم ظاہری کا مقام ادب وتعظیم کے سلسلہ میں زیادہ ہے لیکن یہ عالم ظاہری بمقابلہ اہل طریقت کے حجام و جولاہے کی مانند ہے۔اسی طرح علم ظاہری کے اساتذہ میں بھی ادب کے لحاظ سے تفاوت اور فرق مراتب ہے۔اس وجہ سے وہ استاد جو علم کلام اور علم فقہ کا ماہر ہو اس کی تعظیم علم صرف ونحو کے استاد سے زیادہ ہے۔اور استادِ صرف ونحو کا مقام فلسفہ کے استاد سے زیادہ ہے۔کیونکہ فسلفہ علوم معتبرہ میں داخل نہیں اس لئے اس کے درجہ کا لحاظ بھی کم ہے۔کیونکہ اس فلسفہ کے اکثر مسائل طائل اور لا حاصل ہیں۔طائل کا اصل معنیٰ یہ ہے کہ فلسفہ کے اکثر مسائل میں عالم کی سمجھ ختم ہو جاتی ہے۔نہ فکر میں آتی ہے نہ اس پر عقل کام کر سکتی ہے۔بلکہ اس میں اکثر گمراہ اور امریکہ وروس کی طرح بے دین ہو جاتے ہیں۔جیسا کہ آجکل چاند پر جانے کے بارے میں

اکثر کفار معتقد ہیں۔لیکن چاند پر کبھی کوئی نہیں جا سکتا۔یہی حال علم فلسفہ کا ہے کہ فلسفہ کے مسائل میں بھی جب کوئی پھنس جاتا ہے تو اسے حل کرنا تو درکنار انسان گمراہ ومرتد ہو کر دنیا سے چلا جاتا ہے۔(العیاذ باللہ)

فلسفہ میں تصرف کرنا جہالت اور کم عقلی سے خالی نہیں۔کیونکہ اس میں عقل کی طاقت نہیں ہے۔کیونکہ کوہ طور نبوت کوہ طور عقل سے ماوراء ہے۔یعنی جس کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام نے راز ونیاز کیا تھا وہ عقل کے کوہ طور سے بلند ہے۔یعنی وہاں تک عقل کی رسائی نہیں۔اسی طرح پیر کے حقوق ان حقوق سے بلند وبالا ہیں جو صاحبانِ حقوق کے ہیں۔اس حقِ پیر کو کسی دوسرے حقدار کا حق نہیں پہنچتا۔اور تمام حقوق پیر کے حقوق سے کم تر ہیں۔بلکہ پیر کے حق کے برابر کوئی دوسرا حق ہے ہی نہیں پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت کردہ انعامات میں سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عنایت کردہ احسانات میں سے ایک انعام واحسان پیر طریقت کا حق ہے۔بلکہ حقیقی پیرومرشد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اور پیرومرشد سایہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع صفات کا پرتو ہے۔یہاں تک کہ پیر کے آداب میں ذرہ برابر کمی نہیں کرنا چاہئے۔یعنی پیر کا ادب وحق اس کو عین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب وحق مانا جائے۔اس وجہ سے فرمایا ''اگر مرید فرض نماز ادا کر رہا ہو اور پیر آواز دے تو بلند آواز سے لبیک کہے یعنی فوراً تابعداری کرے اور نماز توڑ کر فوراً پیر کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔اس موقع پر محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرید مولانا بدرالدین اسحٰق رحمتہ

اللہ علیہ کو آواز دی۔ جو اس وقت نماز میں مشغول تھے تو فوراً بابا صاحب کی آواز پہ بلند آواز سے لبیک کہا یعنی تابعداری کی آواز دی اور نماز توڑ کر حاضر خدمت ہوئے یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طعام تناول فرمارہے تھے کہ ایک صحابی کو آواز دی جو نماز میں مشغول تھے اس لئے ذرا تاخیر ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر فوراً حاضر نہ ہوئے۔ جب نماز ختم کی اور حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ کیوں تاخیر کی۔ تو صحابی نے عرض کیا قربان جاؤں میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلائے تو فوراً جواب دینا یعنی حاضر ہونا چاہئے۔ اور تابعدرای کی آواز سے جواب دینا چاہیے۔ اس کے بعد محبوب الٰہی نے فرمایا کہ پیر کا فرمان یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ (کتاب فوائد الفوائدہ صفحہ (۸۳)۔

اس لئے مرید کو چاہئے کہ پیر کی صحبت و دیدار کو عبادت جانے بلکہ ہزاروں سال کی عبادت کو اس صحبت و دیدار سے کم جانے۔ تب اس کا ایمان کامل ہوگا۔ کہ صحبت مرشد کو ہزار سال عبادت سے بہتر جانے محکم عقیدے کے ساتھ۔

صحیح البخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے عمر! جب تک تم اپنی جان سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہیں کرو گے اس وقت تک تم کامل مومن نہ بنو گے۔

جیسے کہ فرمایا "لا ایمان لمن لا محبة له" اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کامل ایمان ثابت ہوئی ہے۔ تمام عبادات و تمام حقداروں کے مقابلے میں محبت و حق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ثابت ہے کہ یہ عقل میں آنے والی نہیں ہے۔ جیسا کہ مالک نے فرمایا۔

خدائی نۂ مۂ گنڑہ بے شکه چه بندۂ دے نورنۂ کُل وارہ صفات دی په ربتیا

یعنی خدا نہ جانو بے شک بندۂ خدا ہے۔ باقی کل صفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ادب وحق یہ عین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ "مشکوۃ باب فضائل قرآن میں فرمایا ہے" اگر کوئی فرض ونفل نماز پڑھ رہا ہو اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آواز دیں تو اس پر واجب ہے کہ نماز ترک کر کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جائے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے افضل ہیں اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف سجدہ کیا۔

(شان حبیب الرحمٰن صفحہ ۳۰)

"یا ایھا الذین آمنوا استجیبو اللہ وللرسول اذا دعاکم" بلکہ علماً کے نزدیک یہ واجب ہے کہ نماز ترک کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالائے۔ باتیں کرے کعبے کے کعبہ سے سینہ بھی پھرے مگر پھر بھی اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ یہ نماز میں مشغول ہے۔ (قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورۂ انفال زیر آیت مذکورہ) کیونکہ اگر چہ اس نمازی نے قبلہ سے سینہ پھیر دیا مگر جس طرف پھیر دیا وہ قبلے کا قبلہ ہے۔ اور اگر کسی سے باتیں کیں تو یہ بھی اس ہستی سے باتیں کیں جن پر نماز میں سلام کرنا واجب ہے "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کعبہ شریف نے بھی بروز میلادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم کی طرف سجدہ کیا تھا۔ کہ اس طرف ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی تھی۔ (بحوالہ مدارج النبوۃ فصل الولادت جلد دوم)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کے کعبہ ہیں۔ اسی طرح اس آیت کی

طرف بھی فکر کیجئے۔

''انماولیکم الله و رسوله والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰة و یئوتون الزکوٰة وھم راکعون``

(سورۂ مائدہ)

بے شک اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے تمہارے دوست ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکواۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع کرنے والے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو ایک ضروری حکم دیا گیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ حضور کی عزت وعظمت بھی ظاہر ہوئی ہے۔ (شان حبیب الرحمٰن صفحہ ۵۵)

آیت شریف! الم یعلموا انه من یحاد دالله و رسوله فان له نار جهنم خالداً فیها ذالک الخزی العظیم ۔(سورۂ توبہ)

آیا ان کو علم نہیں کہ جو اللہ ورسول کی مخالفت کرے تو ان کیلئے جہنم کی آگ ہے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ بڑی رسوائی ہے۔

وقولہ تعالیٰ من یطع الرسول فقدا اطاع الله. ''جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

''ومن عصی الرسول فقد عصی الله'' جس نے رسول کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ورسوائی کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت وہ ہے کہ رسول کی اطاعت کی جائے ہر حال میں خواہ نماز میں ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے نماز توڑی ہو یا قبلے سے سینے پھرا ہو اور رسول کی اطاعت کی تو خاص اور مقبول عبادت یہی ہے۔ اس

کے مقابلے میں دوسری عبادت عبادت ہی نہیں۔ اس لئے درمختار باب المرتدین میں لکھا ہے۔ ''جو اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے۔ لیکن اگر توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول ہے اور معاف ہو جائے گی۔ اور جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو وہ ایسا کافر ہو جاتا ہے کہ اسے سابی کہتے ہیں۔ اگر توبہ بھی کرے تو توبہ قبول نہیں ہوگی بلکہ قتل کیا جائے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق تھا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے اللہ تعالیٰ اپنا حق توبہ سے معاف فرمائے گا۔ لیکن اپنے محبوب کا حق معاف نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی احکام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کیلئے سخت عذاب ہے تو معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص جتنا بھی عالم، عابد، زاہد ہو جائے لیکن اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ، نافرمان اور بے ادب ہو تو یہ سخت عذاب کے لائق ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت و بندگی اور نجات و رحمت اور مغفرت کا ذریعہ اور سبب اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، متابعت اور صفات مرید کیلئے پیر طریقت میں ہوتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی مقبول عبادت ہے۔ تو پیر و مرشد کا حق بھی اسی طرح ثابت ہوا جس طرح امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ حقیقت میں پیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایک شخص اپنے پیر طریقت کے آداب و حقوق کی پاسداری نہ کرے اور ان کے بارے میں ایسے اقوال و افعال، عادات یا ظاہر باطن میں بے ادبی کرے اور پھر ان سے معافی نہ مانگے اور پیر اسے معاف نہ کرے تو سخت عذاب کا مستحق ہو جائے گا۔ (العیاذ باللہ) اور تمام عبادات برباد ہو جائیں گی۔

سالک نے فرمایا۔

دَ خلیلؑ تر کعبے داکعبه ده لويه
چه آباد کاندی ویران حرم دَ زړهٔ

خلیل علیہ السلام کے کعبہ سے یہ کعبہ بڑا ہے۔ کہ یہ ویران دل کے حرم کو آباد کرتا ہے۔ یہ وہ دل ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ''عرش اللہ'' کہا ہے اور یہ وہ مومن ہے جو اہل شریعت اور پیر طریقت ہے جو تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔اس مقام میں مولانا روم مرشد کی رضا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اہل اللہ کے دل کو راضی کرنا حج اکبر ہے۔ بلکہ ہزاروں حج سے بہتر ہے۔

ہزار گنج عبادت ہزار خواں کرم

ہزار روزہ و نماز و ہزار حج نیاز

قبول نیست اگر یک دلے بیازاری

یعنی عبادت کے ہزار خزانے، ہزار دستر خوانِ سخاوت، ہزار روزہ و نماز و حج اور خیرات وصدقات ساری عمر کے برباد اور غیر مقبول ہوں گے اگر ایک دل کو خفا و ناراض کر دیا اہل اللہ میں سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب''

اس لیے سورۃ لقمان رکوع ۲ کے تفسیر میں شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے۔ ''پیغمبروں اور

مرشد ہادی کا حق بھی اللہ تعالیٰ کے حق کے ذیل میں مانو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء ہیں۔

مرقومات امدایہ مکتوب ۳۱ میں مولوی مشتاق احمد نے لکھا ہے ''کہ مرشدوں کی محبت عین اللہ و رسول کی محبت ہے اور شیخ قوم میں ایسا ہے جیسے امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے مولانا روم قدس سرہ نے پیر کی رضا و ناراضگی میں عزت و ہلاکت ایسی ہی بیان فرمائی ہے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بیان فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ!

'' یا ایھا الذین امنو الاتقدمو بین یدی اللہ و رسولہ و اتقو اللہ ان اللہ سمیع علیم. یا ایھا الذین اٰمنو ا لا تر فعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجھرو الہ بالقول کجھر بعضکم لبعضٍ ان تحبط اعمالکم و انتم لاتشعرون''.

اے ایمان والو! اللہ و رسول سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ سننے والا خبر دار ہے۔ اے ایمان والو اپنی آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر نہ بلند کرو اور ان کو بلند آواز سے نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو ورنہ تمہارے اعمال رائیگاں ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ مختصر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت، اطاعت یہ تو رسول کی ہے یعنی اطاعت اور فرمان رسول میں اطاعت خداوندی ہے۔ اور عبادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے ہونا یہ عبادت نہیں بلکہ اس میں عذاب کا خوف ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا، اجازت، محبت کے بغیر کوئی چیز بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں۔ اور یہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر میں زیادتی ہے۔ اور اس حد سے تجاوز کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنا یہ بھی تمام نیکیوں کے ضائع ہونے کا سبب ہے۔

مولانا روم کے مذکورہ اشعار سے یہ معلوم ہوا اس آیت کی تفسیر میں کہ اہل اللہ خصوصاً اپنے پیر کی ناراضگی، بے ادبی مرید کی تمام عبادات کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔ اور پیر کی رضا اور ادب عبادت کی قبولیت اور اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ جو تمام عبادات کی بنیاد ہے اس لئے شیخ کے آداب میں فرمایا ''اگر نماز با جماعت تیار ہو اور اسی وقت پیر اپنے مرید کو کسی بات کا حکم دے تو اس پر پیر کے حکم کی تعمیل لازمی و واجب ہے کیونکہ جماعت پھر پا سکے گا مگر اس حکم کی خلاف ورزی کا دوبارہ ادا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ''کسی صحابی نے پوچھا کہ میں کب کامل مومن بنوں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت کہ جب تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے۔ عرض کی کہ میں اللہ تعالیٰ سے کیسے محبت کروں گا تو فرمایا کہ جب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے، پھر عرض کیا کہ رسول اللہ سے کیسے محبت کروں گا۔ تو فرمایا کہ جب میرے حکم کی تو پیروی اور اس پر عمل کرے میری سنت پر اور میری محبت کی وجہ سے محبت اور نفرت کی وجہ سے نفرت، دوستی کی وجہ سے دوستی اور دشمنی کی وجہ سے دشمنی کرے۔ معنیٰ یہ کہ عمل کا طریقہ قول و فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کقولہ علیہ السلام "**الشریعة اقوالی و الطریقة افعالی**" تو شریعت و طریقت کا یہ طریقہ حضور کے بعد پیر طریقت سے سیکھا جاتا ہے۔ اور جس کی پیروی سے محبت ہو اور ایمان و یقین محکم ہو تو وہ شخص ان حضرات سے محبت رکھے گا جنہوں نے اس کو یہ سکھایا ہو۔ اور وہی اس کا دوست ہوگا اور ان کا مخالف دشمن ہوگا۔ تو پھر مومن کامل بن جائے گا۔

کسی صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ آل کون ہیں۔ جن کے بارے میں ہمیں ان سے محبت کرنے کا اور عزت کرنے کا حکم ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری

آل وہ حضرات ہیں جن کے دل صاف اور وفادار و تابعدار ہوں اور جنہوں نے مجھ پر صدق دل سے ایمان لایا ہو۔ پھر عرض کی کہ ان کی علامات کیا ہیں؟ فرمایا۔ ان کی علامات یہ ہے کہ جو میری محبت سب چیزوں سے زیادہ الغرض محبوب اور دوست سے بڑھ کر پسند کرتا ہو۔ اور اپنا باطن میرے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مشغول رکھتا ہو۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جو ہر وقت میرا ذکر یعنی مجھ پہ درود شریف پڑھتا ہو۔ ایسے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل و اولاد کہا۔ اوران کی محبت اطاعت اور حق کو اپنی محبت و اطاعت اور حق فرمایا۔ اور یہی کامل ایمان ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ اہل طریقت میں اللہ ورسول کا ذکر، اطاعت، محبت، قول و فعل کی پابندی یہ تمام ان حضرات میں اظہر من الشمس ہے۔ اسی طرح ان کی فضیلت و بہتری سب لوگوں پر ہے اللہ و رسول کے نزدیک۔ اس وجہ سے اپنے پیر طریقت و شریعت کا حق، محبت، اطاعت اپنے مریدوں پر ایسا ثابت ہوا جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ثابت ہیں۔

اس لئے فرمایا پیروں کی محبت عین اللہ و رسول کی محبت اور متابعت ہے۔ اس لئے بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا مرید جب آپ کا نام لیتا تو دریا میں نہ ڈوبتا۔ اس لئے فرمایا کہ ”لا دین لہ لمن لا شیخ لہ“ جس کا پیر نہیں اس کا دین نہیں۔ یعنی یہ شخص غرق و تباہ ہے جو بغیر پیر کے خدا کا ذکر کرے۔ ”مافی الوجو د الا اللہ“ میرے وجود میں اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پڑھتے تھے۔

(تحفہ دستگیر بحوالہ دلائل الخیرات صفحہ ۳۵۷)

باقی رہی یہ بات کہ دلائل الخیرات کے صفحہ ۳۵۷ میں آل کے متعلق نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری آل وہ ہیں کہ جن کے ساتھ محبت اخلاص کامل ایمان و نجات ہے۔ آل کی شرافت کی تشریح یہ ہے۔ قولہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تفسیر کشاف وکبیر میں لکھا ہے۔ جو شخص آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مرجائے تو وہ کامل مومن مرا۔ جس نے تا موت آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اخلاص اور صداقت رکھی ہو تو وہ کامل ایمان کے ساتھ اور شہید مرا اور جنت میں داخل ہوگا اور یہ اہل السنت والجماعت کے عقیدے پر مرا۔ اور جو آل رسول کی محبت میں مرا تو اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا ولی بن کر مرا۔ اس کی قبر فرشتوں کی زیارت گاہ بن جائے گی۔

اور جو آل رسول کے بغض وعداوت میں مرا تو یہ شخص بروز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کے دونوں ہاتھوں پر لکھا ہوگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید اور محروم ہے۔ جو آل رسول سے بغض رکھتے ہوئے مرا تو یہ کافر مرا۔ (العیاذ باللہ)

قولہ بذکری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آپ کا ذکر بار بار کیا جائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "من احب شیئا اکثر ذکرہ" اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے تو آپ بھی ضرور اسے یاد فرماتے ہوں گے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہیں کقولہ "تخلقوا باخلاق اللہ" اخلاق الٰہی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتا ہے۔ "فاذکرونی اذکرکم" اور درود شریف جو بارگاہ نبوی میں ایک قریب وسیلہ ہے۔ جیسا کہ آل رسول کی محبت کا بیان گزرا۔ تو یہ درود شریف بھی محبت کا ایک جزء ہے۔ اور محبت کی علامات میں سے ایک

علامت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت توقیر، ادب، تعظیم، خشوع خضوع، خوف اور حضور قلبی موجود ہو۔ کیونکہ صحابہ کرام جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ذکر فرماتے تو ہیبت سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔ تو مناسب ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہو تو انسان حرکت سے سکون کی طرف آئے گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہے ہیبت اور تزلزل سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور طرف فکر نہ جاتی ہو۔ (مدارج النبوۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر عین اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جیسے کہ "ورفعنا لک ذکرک"، اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف بلند آواز سے پڑھنا ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند آواز سے کرنا۔ کیونکہ اذان میں بلند آواز سے اسم ذات کے ساتھ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا جاتا ہے۔

"اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اللہ تعالیٰ کی عبادت نماز میں بھی ذکر کرنا صلوٰۃ و سلام کے ساتھ واجب ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصل صالحین، بزرگان دین کا ذکر بھی سلام کے ساتھ ہوتا ہے۔ "السّلام علیک ایھاالبنی و رحمۃ اللہ و برکاتہ' والسّلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین" اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور آپ کی محبت و اطاعت کے بغیر اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بزرگان دین صالحین کے ذکر کے بغیر کسی کی عبادت عبادت نہیں بن سکتی۔ اور ان صالحین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل فرمایا ہے۔ اور ان کی متابعت بھی اتنا حق اور

صحیح ہے کہ بیان کی مجال نہیں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تھا آل کے متعلق تو آپ نے جواب دیا کہ میری آل وہ لوگ ہیں کہ جن کے دل صاف ہوں اور میری اطاعت پر وفادار ہوں۔ جیسا کہ آپ سے سوال کیا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

"ماانا علیه و اصحابی من الا عتقاد و الفعل و القول

فھو حق و طریق موصل الی الجنة و الفوز و الفلاح"

یعنی میری جو شان ہے یعنی میرا جو قول و فعل و اعتقاد ہے اور میرے صحابہ کا جو قول و فعل اور اعتقاد ہے اس پر اگر کسی نے عمل کیا تو وہ حق پر ہے۔ اور ان کا راستہ جنت تک پہنچتا ہے۔

اور یہ لوگ کامیاب ہوں گے۔ ان قول و فعل کی اطاعت اور اعتقاد کو فرماتے ہیں

الشریعة اقوالی و الطریقة افعالی و الحقیقة حالی ۔ شریعت میرے اقوال طریقت میرے افعال اور حقیقت میرا حال ہے۔ تو یہ ثابت ہوا کہ یہ تینوں صفات اہل طریقت و شریعت میں ہیں۔ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا تو اب رہی یہ بات کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری آل کے ساتھ جو صدق دل سے محبت کرتے ہیں تو وہ کامل ایمان والے ہیں۔ اور ان کی موت شہادت کی موت ہے اور وہ جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اہل جنت و اہل اللہ کی راہ اختیار کی ہے۔ اور محب آل رسول عقیدہ اہلسنت و جماعت پر مرے گا۔

اہل سنت کا راستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذشتہ بیان میں ثابت ہوا ہے۔ پھر فرمایا کہ میری آل کے محبین ولی اللہ بن کر مریں گے۔ اور ان کی قبریں زیارت گاہ ملائکہ بنیں

گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل طریقت نے اہل شریعت پیر طریقت سے بیعت کی ہوتی ہے اور خلوص دل سے ان کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو ضرور اس محبت واطاعت کی وجہ سے یہ بلند رتبہ پائے گا اور اس میں شک نہیں ہے۔ کیونکہ یہ درجہ ومرتبہ اس شخص کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اب اس میں شک کرنا، انکار یا بدعقیدگی لانے میں آپ صلی اللہ علی وسلم سے مخالفت ہے۔ اور آپ پر بدعقیدگی ہے۔ جو کہ کفر ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس کی جس سے جتنی محبت ہوتی ہے اتنا اس کا ذکر کرتا ہے۔ اور یہاں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی شان بیان ہوگئی کہ اس کا اتنا بلند درجہ ہے کہ وہ اہل شریعت و پیر طریقت بھی ثابت ہوا۔ تو اس وجہ سے جب بایزید بسطامیؒ کے مرید آپ کا نام لیتے تو دریا میں نہ ڈوبتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا یعنی پیر کو یاد کرنا یہ محبت کی علامت ہے۔ اور یہ محبت دونوں جہانوں کی سرخروئی کا سبب ہے۔ کیونکہ یہ عین اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ومحبت ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب وروز یاد کرتا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے یاد فرمائیں گے۔ جیسا کہ بیان گزرا ہے۔ اس لئے "الشیخ کالنبی" یعنی پیر طریقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب وخلیفہ ہیں۔ اور نبی کا ذکر ومحبت کامل ایمان اور نجات کا کامل ذریعہ ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "صلوا علیه بل انظروا الی محمد حتی ترانی او کما قال علیه السلام من رأنی فقدر اء الحق" (تحفہ دستگیر صفحہ ۱۳)

ترجمہ: نبی کریم علیہ السلام پر درود پڑھیے بلکہ ان کی طرف دیکھیے یہاں تک کہ مجھے دیکھ لیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق

دیکھا یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "الانسان سری و انا سرہ"

انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔

"جعلت نفسی محل الاسرار"

میں نے اپنی ذات کے لئے محل یا تخت بنایا۔ جو اسرار کے محلات میں سے ایک محل ہے۔ میرے راز کی جگہ تمہاری روح ہے۔ یعنی تیری روح میری صورت اور میں تیری روح کا معنیٰ ہوں۔ تیری روح کا لباس میں ہوں۔ تجھ سے تجھ پر ظاہر ہوا ہوں۔

"الانسان سری و انا سرہ"

حدیث قدسی ہے

"کنت کنزاً مخفیا فا حببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف"

میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تا کہ میں جانا جاؤں اور تم مجھے پہچان لو۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے اللہ تو نے کس مصلحت اور راز کی وجہ سے مخلوق کو پیدا فرمایا؟ تو جواب ملا کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں اور لوگ مجھے پہچان لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خزانہ تھا۔ یعنی میں ذات ہوں اور ہر قسم کی صفات سے متصف ہوں۔ میری مختلف عبارات یعنی بیانات ہیں۔ جمال و قہر مجھ میں ہے۔ مزہ مجھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مجھ میں قدرت، علم، سمع، بصر ہے۔ اس کے علاوہ بہت صفات ہیں۔ میں بلند کرنے والا ہوں۔ خیر، شر، حزن، غم، سرور وغیرہ صفات جن

کی انتہا نہیں۔ مجھ میں ہیں۔ اس اعتبار سے میں نے اپنے آپ کو خزانہ کہا۔ یہ تمام مجھ میں بالقوہ یعنی اندرونی طور پر موجود ہیں۔ میں نے چاہا کہ قویٰ (قوۃ) سے فعل میں آ جاؤں جس طرح ایک محب (عاشق) اپنے محبوب (معشوق) کو چاہتا ہے اسی طرح میں تنہائی کے محل سے فعل کے میدان میں آ گیا۔ اس مصلحت کی وجہ سے اور اس راز کو کھولنے کیلئے میں نے یہ مخلوق پیدا کی۔

اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "انا من نور اللہ والخلق منی" اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تمام مخلوق کیلئے بیج کی طرح ہیں۔ اور مخلوق کی اصل ہیں۔ قولہ تعالیٰ! "خلق آدم علی صورتہ" میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ جیسے کہ بیان ہوتا ہے فرمایا۔ میں نے انسان کو اپنی ذات سے اپنی ذات کیلئے ظاہر فرمایا۔ انسان نہیں مگر میں ہوں۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لافرق بینی و بین ربی الا صفتین صفتِ الربانیہ و صفة الالوهیة و جودنا منه و قیامنا به"

میرے اور میرے رب کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مگر صرف دو صفتوں میں ایک صفت ربانی دوسری صفت الوہیت۔ میرے وجود کا قیام اس کے ساتھ ہے۔

عاشق کبھی معشوق نہیں ہوتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ بعینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔ اور رسول بعینہ اللہ نہیں۔ ان دو صفتوں کے علاوہ باقی تمام صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم اور تمام فرما دیں ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔"انا انت و انت انا"

میں تو اور تو میں ہوں۔

"و کل هم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاک یا محمد"

تمام مخلوق میری رضا چاہتی ہے اور میں آپ کی خوشنودی اور رضا چاہتا ہوں۔

"فدیت ملکی علیک یا محمد"

میں نے آپ پر اپنی بادشاہت فدا و قربان کر دی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

"انت نور نوری و سر سری"

آپ میرے نور کے نور اور راز کے راز ہیں۔

اس لئے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات دیکھنا اور حقوق یہ تمام کے تمام بغیر ربوبیت و الوہیت کے اللہ تعالیٰ کی صفات کی صفات حقوق اور دیکھنا ہے۔ اور الوہیت و ربوبیت خاصہ خداوندی ہے۔ جس کے معنی مخلوق کا پالنا ہے اور معبود برحق ہے۔ اس لئے خاص اللہ تعالیٰ کیلئے عبادت ہو سکتی ہے۔ اور وہ اپنی ذات میں یکتا، احد، بے مثل قدیم اور تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور اس کا کوئی خالق نہیں۔ صرف ان دو صفات کے بغیر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام صفات ختم فرما دی ہیں۔ جو کسی بشر کی عقل میں آنے والی بات نہیں ہے۔

اس کے لئے غوث اعظم نے فرمایا۔ ایک ہونا اور تنہا ہونا ہاتھ آنا یہ ایک حال ہے جس کی زبان طاقت نہیں رکھتی جب عاشق و معشوق ایک ہو جائے یعنی جب معشوق عاشق کو

بغل میں پکڑ کر کہے

"انا انت و انت انا"

میں تو اور تو میں ہوں۔

جیسے کہ ایک دن حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینے سے ملا کر بغل میں پکڑا اور فرمایا۔

"لحمک لحمی و دمک دمی و عینک عینی و سمعک سمعی و بصرک بصری"

یعنی تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا خون میرا خون، تمہاری آنکھیں میری آنکھیں، تمھارے کان میرے کان اور تمھارا دیکھنا میرا دیکھنا ہے۔ اس وقت حضرت علیٰ کرم اللہ وجہہ کا ظاہراً آنکھوں سے نظر۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ہونا ہے۔

جان لو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فوضع یده علیٰ کتفی" اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے شانے مبارک پر رکھا۔ یہ اشارہ ہے یعنی جو راز پوشیدہ تھے وہ تمام راز اور غیب کے علوم میرے شانے پر رکھ دیئے۔

"فاوحیٰ الیٰ عبده ما اوحی"

وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جس کی وحی فرمائی۔

یعنی ان تمام صفات اور علم غیب کے حقیقی باطنی راز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے جو انسان کی عقل میں نہیں آتے۔ اس لئے فرمایا "انا انت و انت انا" یعنی میں تو

اور تو میں ہوں۔یعنی صفات کلی صرف یہی تھے کہ یہاں معشوق و عاشق ایک ہیں نہ کہ دو یا تین۔اس وجہ سے مومنوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"انا من نور الله و المؤمنون منی"

اس سے خاص مومنین مراد ہیں۔کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے اور مومنین میرے نور سے ہیں۔

یہ تو ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلی حقوق اور شرافتوں کے ساتھ جاننا اور متابعت یہ عین اللہ تعالیٰ کی معرفت اطاعت اور عبادت ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے والے نے پوچھا"این الله"اللہ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا

"فی قلوب المؤمنین"مومنوں کے دلوں میں۔

اس لئے جب تک تو اپنے نفس کو نہ جانے تو دل کو کیسے جانے گا۔اس لئے فرمایا۔"قلب المؤمن عرش الله' مومن زمین پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔اسی شان سے " بیت الله، حرم الله، مراۃ الله" اللہ تعالیٰ کا شیشہ بھی فرمایا۔کہ اس سے وہ خاص بندگانِ خدا مومنین مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خواص ہیں۔گزشتہ بیان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی اہل و آل فرمایا۔اور ان کے فرمانبرداروں کو کامل مومن، اولیاء اللہ، شہداء، دربار خداوندی کے مقربین فرمایا۔اور ان کی قبور کو زیارت گاہِ فرشتگان فرمایا۔یعنی فرشتے اِن کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔اور جو مسلمان ان کی زیارت قبل الوفات یا بعد الوفات کرتے ہیں۔یہ فرشتوں کا عمل ہے۔ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے بلکہ ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی معرفت کا آئینہ ہے۔اور ان کے قلو ت اللہ ہیں۔اور جو لوگ

اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہیں تو ان کے دلوں کے آئینہ میں دیکھ لیا کریں۔ جو ان کی متابعت محبت اور رضا ہے۔ جب ان کا قلب اللہ تعالیٰ کے لئے گھر ثابت ہوا تو اس گھر کے دروازے کو کھولنے کیلئے بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ تک رسائی اور اس کے ساتھ وصال کے لئے ان بزرگوں کی محبت، اطاعت اور رضا دروازہ ہے۔ جو ان خواص کیلئے کھل گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس نے میری آل یعنی مطیع کی اطاعت کی اور محبت کی تو ان پر رحمت خداوندی کے دروازے کھل گئے۔ اور ولایت کے بلند و بالا درجات اور جنت تک پہنچے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واصل ہو گئے۔ اس لئے فرمایا۔ وہ لوگ محبوب ہیں کہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور اعتقاد پر عمل کیا ہو۔ جو اہل شریعت اور پیر طریقت ہیں۔ تو ان کی محبت و اطاعت سے یہ بے نظیر عزت و دولت حاصل ہوتی ہے۔ اور ان سے منکر کافر اور ابدی لعنتی ہیں۔ مذکورہ تقریر کی بناء پر ایک حکایت ہے۔

خواجہ ابوتراب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ایک صوفی بزرگ سے فرمایا۔ کہ جس طرح تو چالاک ہے اس لئے تیرے لئے ضروری ہے کہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کی نظر میں رہا کرو۔ اس جوان نے غصہ میں آ کر کہا کہ میں یہاں جو بیٹھا ہوں بایزید کے خدا کو دیکھتا ہوں تو بایزید کو کیوں دیکھوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ تمہارا اللہ تعالیٰ کو ستر مرتبہ دیکھنے سے بایزید رحمتہ اللہ علیہ کو ایک دفعہ دیکھنا بہتر ہے۔ جوان نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہوئی؟ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جو تم دیکھتے ہو وہ اپنے اندازے کے مطابق و مناسب اپنے آپ میں دیکھتے ہو اور یہ تمہارے آئینے کے مناسب ہے۔ اور جو کچھ تو بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ میں دیکھے گا یعنی ان کے آئینہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا تو وہ اس کے موافق یعنی

ان کے آئینے کی صفائی کے مناسب دیکھے گا۔ تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ایک دفعہ دیکھنا تیرے لئے تیرے اپنے۔ آئینے یعنی سینے میں اللہ تعالیٰ کو ستر مرتبہ دیکھنے سے بہتر ہے۔ اس لئے فرمایا۔ "المومن مرأة المومن" مومن کامل دوسرے مومن کامل کے لئے آئینہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ اے میرے دوست! محمد رسول اللہ صلی اللہ عایہ وسلم اور ہر ولی' اللہ تعالیٰ' کا آئینہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی دوسری شے نہیں چمکتی یعنی ظاہر نہیں ہوتی۔ اس لئے مولانا روم فرماتے ہیں۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی

نیک بین باشی اگر اہل ولی

یعنی اللہ تعالیٰ کا نور ولی میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب تو خود اہل دل ہو جائے تو اس نور کو دیکھ لے گا۔ یعنی جب تو ظاہر و باطن میں اس کا تابعدار ہو جائے اور اپنے دل و روح کے ساتھ ان کی اقتداء کرے اور اپنے دل کے آئینہ کو شک اور انانیت سے صاف کرے تو اس نورِ رب العزت سے واصل ہو جاؤ گے۔ اس وجہ سے پیر طریقت کی محبت و متابعت یہ عین اللہ تعالیٰ کی محبت و متابعت ہے۔ اور ان کی مخالفت عین لعنت اور دونوں جہانوں کی ہلاکت ہے۔ (العیاذ باللہ)

اس لئے فرمایا کہ "الشیخ کالنبی فی امتہ" کہ شیخ طریقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب ہیں۔ یعنی وارث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی آل و اولاد فرمایا۔ اور اولاد ہمیشہ کیلئے اپنے باپ دادا کی وارث ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اولاد وارث نہ بنے اور دوسرے لوگ وارث بنیں۔ تو جس

طرح اپنی اولاد کے علاوہ دوسرے کا وارث بننا جائز ہے۔اسی طرح اہل شریعت وطریقت کے علاوہ کسی اور کو وارث الانبیاؑ ماننا بھی ناجائز ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کو اہل الصفاء والوفاء فرمایا۔یعنی اخلاص کے ساتھ ایمان لانے کے بعد یہ صاف دل والے اور قول وفعل اور اعتقاد کے تابعدار ہیں۔اس جملے سے یہ معنیٰ بھی نکل آیا کہ اولاد ماں باپ کے دل کے ٹکڑے ہیں۔تو اہل شریعت وطریقت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے ہوئے۔اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سینے مبارک سے لگا کر فرمایا کہ علی کا گوشت میرا گوشت ہے۔علیٰ ہذا القیاس۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تمام بدن کو اپنا بدن فرمایا۔جیسے کہ تو میں اور میں تو ہوں۔

کقولہ تعالیٰ "النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم" "من انفسھم" کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے وہ قرب حاصل ہے۔جو ان کے ساتھ ان کی روح کو بھی حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔

(تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

تو اس مسئلہ اور آل واولاد کے مسئلہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ اہل شریعت وطریقت کا مجازی وحقیقی قرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہے کہ بیان کرنے کی مجال نہیں رکھتا۔لیکن وہی گزشتہ بات ہے۔کہ امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔کہ پیر عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔کہ ان کی رضا،اطاعت،محبت عین اللہ تعالیٰ کی رضا،متابعت اور محبت ہے۔اور کامل ایمان ہے۔جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت،اطاعت عین اللہ تعالیٰ

کی محبت واطاعت ہے۔اس سے بڑھ کر کسی بشر کا حق نہیں۔جس طرح حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔اسی طرح حق اپنے پیر کا اپنے مرید پر ہے۔اس لئے شبیر احمد عثمانی اور دیگر علماً نے فرمایا کہ'' پیغمبروں اور مرشد ہادی کا حق بھی اللہ کے ذیل میں سمجھو'' پیروں کی محبت عین اللہ و رسول کی محبت ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ اللہ و رسول کا ذکر بھی کثرت سے وہ لوگ کرتے ہیں جو اہل شریعت وطریقت ہوتے ہیں۔انتہائی خشوع وخضوع یعنی خوف اور حضور قلب سے کہ انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص دوستی سے یاد فرمایا۔تو یہی عمل وشرافت بھی اہل شریعت وطریقت میں ہے۔ان کے علاوہ یہ عمل نہ تو کسی دوسرے مولویوں میں ہے اور نہ عوام میں۔ذکر کی کثرت کے اندازے کے موافق اس کی فضیلت ذرا سن لیجئے۔

ذکر''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)حدیث شریف میں فرمایا کہ جب بھی کوئی دل میں اللہ اللہ کرتا ہے۔اور زبان سے بھی یہ کلمہ پڑھتا ہے تو اسے ستر ہزار ختم قرآن کا ثواب ملتا ہے۔پھر فرماتے ہیں۔

''تفکروا الساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین''

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت ایک ساعت اللہ تعالیٰ کی صفات میں اپنے دل میں فکر کرنا جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے۔

یعنی دونوں جہاں کی نعمتیں اس سے کم ہیں یہ ان اہل طریقت کا مراقبہ ہے کہ اس وقت یہ حضرات ظاہر و باطن میں ما سویٰ اللہ سے فارغ ہوتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں۔اور انہیں انوار میں مستغرق ہوتے ہیں۔اور اس ایک لحہ فکر سے ستر سال

کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔اس مقام پر دوبارہ اہل طریقت کو کامل مومن قرار دیا گیا۔جیسا کہ فرمایا۔

"اتقو فراسة المؤمن انه ینظر بنور الله تعالی"

عام مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوفناک اور ہیبت ناک خبر سنائی کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور خداوندی سے دیکھتے ہیں۔فکر کیجئے کہ یہ کامل ایمان اور ظاہر باطن کی شرافت اور ذکر وتصور اور اس کے ذریعے انوار دیکھنا اور اس میں مستغرق ہونا۔اور تمام ماسویٰ اللہ سے فارغ ہونا یہ تمام کمال اہل شریعت وطریقت کو حاصل ہے۔اور ان سے ان کے مریدوں کو حاصل ہوتے ہیں۔

قال النبی صلی الله علیه وسلم ان النظر الی وجه العالم افضل الی الله تعالیٰ من عبادة الف سنة و زیارة العالم احب الی الله تعالیٰ من طواف الکعبة سبعین مرة ونزل علیهم کل یوم من الله تعالیٰ رحمة و وجبت له الجنة"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کے چہرے کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔اور عالم کی زیارت کرنا حیات میں یا بعد الممات ان کی زیارت کرنا اللہ تعالیٰ کو ستر مرتبہ طواف کعبہ سے محبوب ہے۔اور اس ملاقات کرنے والے پر رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے۔اور اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے۔جس نے کسی کو اپنے گھر میں دعوت دی اور اس کو کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ اس کے مُردوں سے چالیس سال کا عذاب دور فرمائے گا۔

وقولہ علیہ السلام۔"اذا دخل الضیف فی بیت المؤمن دخل معه الف

بر کة و غفر الله تعالی جمیع الذنوب لصاحب البیت و لو کان ذنوبھم اکثر من اوراق الاشجار و کتب الله بکل لقمة ما اکلہ الضیف لصاحب البیت حجة و عمرة و عتق الرقبة کذا ذکر فی کنز الاخبار"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت داخل ہو جائے مومن کے گھر میں مہمان تو اس کے ساتھ ہزار برکتیں داخل ہوتی ہیں منجانب اللہ۔ صاحب خانہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر چہ اس کے گناہ درختوں کے پتوں کے برابر ہوں اور صاحب خانہ کیلئے مہمان کے ہر نوالے کے بدلے میں ایک حج و عمرہ کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور اس کی گردن آزاد ہو جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ اتنی فضیلت جو ثابت ہوئی تو۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو عالم پرہیزگار اور متقی ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کی متابعت کرنے والے ہوں۔ کہ آپ نے فرمایا کہ شریعت میرا قول، طریقت میرا فعل اور حقیقت میرا حال ہے۔ اور یہ تینوں صفات اہل شریعت وطریقت میں ہوتے ہیں۔ اور انہیں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل واولاد اور وارث فرمایا ہے۔ اور انہی لوگوں کے غلام و خادم دوست ومحب اس دنیا میں کامل ایمان والے جانے جاتے ہیں۔ اور ان کی موت شہادت کی اور ان کا ٹھکانا جنت اور یہی اہل السنت والجماعت ہیں۔ اور ان کی موت کامل ولایت کی اور ان کی قبر زیارت گاہِ ملائکہ بیان کی گئی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہی شرافتِ علم اور قول وفعل اور اعتقاد پر عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر طریقت کو حاصل ہوئی ہے۔ اور یہی کلی کمالات مرید اپنے پیر سے انتہائی محبت وعقیدت، اخلاص وصداقت کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔ جس طرح

ان مذکورہ حضرات کا درجہ اور عزت عقل میں نہیں آئی اور ان کا بیان کرنا حد سے باہر کی بات ہے۔ تو یہ مرید کو پیر طریقت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ اسی وجہ سے اپنے بلند درجات اور انتہائی عزت کو پہنچتا ہے۔ اس وجہ سے مرید پر والدین، علم ظاہر کے استاد سب سے پیر طریقت کا حق زیادہ ہے۔ جو عقل کے احاطہ میں نہیں آتا۔

امام ربانی قدس سرہ کی تقریر کا کچھ حصہ اس جگہ شروع ہو رہا ہے۔ کہ ''پیر حقیقی ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں'' دوسری ولادت صوری (معنی منسوب بہ صورت ظاہری) یعنی والدین سے جتنی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ لیکن وہ ولادت جو معنوی ہے۔ وہ پیر طریقت کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی ماں باپ سے ولادت یہ مجازی ظاہری ہے۔ اور مرید کی ولادت اپنے پیر کیلئے حقیقی اور معنوی ہے۔ تو اے پیارے فکر کر۔ جو بچے ماں باپ سے پیدا ہوئے تو ان کے والدین چند سال تک ان کی پرورش کرتے ہیں باقی طاقت نہیں رکھتے کہ ان کو حقیقت اور روحانیت سے نوازیں۔ بلکہ شریعت پر بھی پابندی نہیں کرا سکتے بلکہ جانوروں کی طرح چند سالہ زندگی گزار کر مر جاتے ہے اور اپنے ساتھ آخرت کی ابدی زندگی کیلئے کوئی توشہ نہیں لے جاتے۔ کیونکہ نفس پرستی اور دنیا پرستی میں زندگی گزاری ہوتی ہے۔ اور والدین بچوں کے ان کاموں اور باتوں سے خوش ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں اخروی انجام کیلئے کچھ فکر و غم نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ اگر بچہ خود تقویٰ اختیار کرتا ہے تو والدین اس سے خوش نہیں ہوتے بلکہ اسے منع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ کام کا نہ رہا۔

الغرض اس ولادت کیلئے زندگی کے چند دن ہیں جو گزر جاتے ہیں اس لئے

سالک نے فرمایا۔اس دنیا کے والدین بے وفا ہیں۔اور دوسری جو ولادت معنوی حقیقی ہے جو خاص ہے مرشد کے ساتھ۔تو مرشد مرید کیلئے حقیقی معنوی روحانی والدین ہیں۔وہ یہ کہ مرشد مرید کی پرورش اور تربیت کرتے ہیں۔اور اس بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کے موافق صحیح راستے پر لاتے ہیں۔اور پھر نیک توجہ کے ساتھ نیک نیتی اور صداقت سے مرید کو اس منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے۔جو عبادت ومعرفت خداوندی ہے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور محبت ہے۔

کقولہ تعالیٰ"وما خلقت الجن والانس الالیعبدون ای لیعرفون"

پیر جو مرید کی پرورش کرتا ہے تو اس نے کیا کیا؟اس پیر نے یہ کیا کہ اس مرید کو اس زندگی کی عزت،شرافت،خوشحالی اور نجات ابدی کیلئے تیار کیا۔کہ ابدالآباد کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا دوستی،جنت اور دیدار پائے گا۔اور موت بھی شہادت کی اور کامل ایمان کی اور ولی کی موت ہوگی۔اور جنتی ہوگا جیسے کہ گزشتہ صفحات میں گزرا ہے۔اور تمام عذابوں سے محفوظ و مامون ہوگا زندگی اور موت دونوں اس کی حیات ہوگی۔

کقولہ"المؤمنون لایموتون بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاءِ"

مومن کی موت یہ ہے کہ دار فانی سے دار باقی کی طرف انتقال کرنا ہے۔

دوسری جگہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ"مومن کی موت ایسی ہے جیسے آٹے سے بال نکالنا۔

مصر کی زنان نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کیا اور پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ چھری سے زخمی کئے لیکن حسن یوسف کے غلبہ کی وجہ سے انہیں درد کا شعور

تک نہ ہوا۔ تو مومن کی موت ایسی ہی ہوگی کہ خوشیوں، عزتوں، حوران جنت کو دیکھتا ہوگا۔ تجلی نور خداوندی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کر رہا ہوگا۔ اور ان کا ایسا مشتاق کہ روح پرواز کر جائے گی۔ اور اسے پتہ تک نہ ہوگا۔ یہ مقام انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور اعتقاد پر عمل کی وجہ سے اور پیر طریقت سے حاصل ہوا۔ یہ پیر طریقت مرید کو ابدی زندگی کیلئے تیار کرتا اور پاتا ہے۔ جس سے چھٹکارہ نہیں۔ پیر ہمیشہ کیلئے مرید کے دل و روح کی صفائی کرتا ہے یعنی جس طرح والدین اپنے بچوں کی ظاہری حفاظت اور نجاست صاف کرتے ہیں اسی طرح مرید پر جو گناہ کی نجاست ہوتی ہے تو پیر اپنے قلب و روح سے اس کی صفائی اور جاروکشی فرماتے ہیں۔ اور پیر مرید کو اس نفس دشمن کے مقابلے کیلئے تعلیم دیتا ہے جس کو حدیث شریف میں بڑا دشمن کہا گیا ہے۔ اور حقیقی دوست اللہ تعالیٰ کے راستے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس ذات خداوندی کے ساتھ اسے واصل کرنا چاہتا ہے۔ اور گناہ کی ہر نجاست سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ کیونکہ مرید کے باطن کی نجاست کی صفائی پیر کی توجہ سے حاصل ہوتی ہے اگر مرید صادق مخلص تابعدار اور محبت کرنے والا ہو کیونکہ کچھ عرصہ تک ان گناہوں کی نجاست کی آلودگی مرید پر ہوتی ہے تو آہستہ آہستہ توجہ، تعلیم اور پیر کی دعا سے اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور آخر کار وہ انعامات و خوش بختی جو بیان ہو چکی اور ہو رہی ہے۔ دونوں جہانوں کی اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ اور دین و دنیا میں سرفراز و معزز ہو جاتا ہے۔ اور ان تمام نعمتوں کے حصول کا سبب صرف یہی پیر طریقت ہے۔ کیونکہ پیر طریقت کے وسیلے سے اس پلید نفس امارہ سے خلاصی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے بجائے نفس مطمئنہ (سکون و آرام پانے والا نفس) یعنی ذکر خداوندی سے مطمئن بن جاتا ہے۔ اور پیر کی محبت اور

اطاعت کی وجہ سے کفر ذاتی سے جو نفس لمارہ ہے حقیقی اسلام میں آتا ہے کہ نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ اور نفس کے یہ درجات آہستہ آہستہ حاصل ہوتے ہیں۔ اور دن بدن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی عزت بڑھتی رہتی ہے۔ یعنی نفس لمارہ سے نفس لوامہ بن جاتا ہے۔ اور اس کے مناسب اخلاق و عادات اس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد نفس ملھمہ بن جاتا ہے اور اس کے اخلاق و عادات و آداب پیدا ہو جاتے ہیں اس کے بعد مطمئنہ اور اس کے اخلاق و آداب حاصل ہو جاتے ہیں۔ پھر نفس راضیہ ہو جاتا ہے اور اس کے موافق اعلیٰ اخلاق و آداب زیادہ ہو جاتے ہیں۔ پھر نفس مرضیہ ہو جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر شرافت اور عزت پالیتا ہے۔ پھر کاملہ مکملہ نفس بن جاتا ہے۔ کہ اس مقام میں سالک تمام صفاتِ شرافت، کمالات اور عاجزی کے آداب اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت و عشق، دوستی اور خلق عظیم رسول کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کر لیتا ہے۔ اور صفات الٰہیہ سے متخلق اور متصف ہو جاتا ہے۔ الغرض مرید کی اپنی سعادت، نیک بختی پیر کے قبول کرنے میں ہے۔ یعنی مرید ہر وقت وفادار مخلص، صادق، محب، تابع، ظاہر باطن میں پس پشت یا سامنے تابعدار، کامل محب ہو۔ اور یہ تمام شرافتیں اپنے پیر کی متابعت میں جان لے۔ اور تمام بدبختی، ہلاکت اپنے پیر کی مخالفت۔ میں یوں جان لے کہ کلی ہلاکت و تباہی میرے پیر کی مخالفت میں ہے۔ تو اس وجہ سے ذرہ برابر مخالفت اور بدگمانی سے بھی اپنا ظاہر و باطن بچا لے گا۔

(نعوذ باللہ من ذالک)

اللہ تعالیٰ کی رضا مرشد کی رضا کے پردے کے پیچھے ہے۔ جب تک مرشد کی ناراضگی ختم نہ ہو جائے اور راضی نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی رضا نہ پا سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی

رضا اور دوستی پیر طریقت کی رضا اور دوستی میں ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پیر کی ناراضگی میں ہے۔ کیونکہ مرید کی ہلاکت وتباہی پیر کی دل آزاری میں ہے۔اس کے بعد جو بھی ذلت وخواری ہوگی اس کا علاج مشکل ہے۔ پیر کی دل آزاری کا علاج اس کے علاوہ نہیں کہ اس کو راضی کیا جائے۔اور معافی مانگی جائے۔ بلکہ پیر کی دل آزاری بدبختی کی بنیاد ہے خاص کر مرید کیلئے۔(ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں ہر اس بے ادبی سے) بلکہ پیر کی دل آزاری سے جس قدر ہزاروں خرابیاں ونقصانات، ہلاکت وآفت پیدا ہوتی ہیں تو اس کا کوئی حساب و شمار نہیں۔اگر اس وقت کوئی شخص درجہ ولایت پر فائز ہو یا اس کے بعد اسے کشف وکرامت حاصل ہوگئی ہو اور اس کے پیر نے اسے معاف نہ کیا تھا اور اس سے راضی نہ ہوا تو اس کا یہ کشف وکرامت استدراج ہوگا۔اور اسی کے ذریعے ہلاک اور برباد ہو جائے گا۔

(مبداؤ معاد صفحہ ۴۶ الا امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ)

عوارف المعارف صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے:

انبیاءؑ کرام علیہ السلام کی میراث اور کمال درجہ کا یقین اسی روحانی ولادت یعنی مریدی میں حاصل ہوتی ہے۔اور اسی ولادت کے ذریعے انسان میراث انبیاءؑ کا مستحق بنتا ہے۔ کیونکہ ایک انسان جتنا بھی ہوشیار و چالاک ہو لیکن جب اس نے میراث انبیاءؑ حاصل نہ کی تو جان لو کہ یہ روحانی طور پر پیدا ہی نہیں ہوا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل و سمجھ یہ عقل مندی کا نتیجہ ہے۔لیکن اگر عقل شریعت کے نور سے خالی ہے تو وہ عالم ملکوت کے مقام میں داخل نہیں ہوسکتا۔اس کی ظاہری آمد و رفت صرف دنیا کے ساتھ ہے۔ ریاضی کے علوم کے دلائل سے واقفیت کر کے دنیا کے علوم میں تصرف کرے گا۔عالم ملکوت کی طرف علم ظاہر کے ذریعے

پرواز نہیں کرسکتا ہے۔ یہ ظاہری ممالک کائنات کا ظاہری حصّہ ہیں۔ اور عالم ملکوت اس کا باطن ہے۔ اس وجہ سے عقل ظاہر روح کی زبان ہے۔ اور اس کا دیکھنا یعنی اس۔ روح سے ہدایت کی شعاعوں کا باہر نکلنا یہ روح کا دل ہے۔ ظاہری زبان دل کی ترجمانی کرتی ہے۔ ترجمان جس کی ترجمانی کرتا ہے تو وہ اس آدمی کی زبان کو جانتا ہے جس کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ لیکن ترجمان اس شخص کی تمام معلومات سے باخبر نہیں ہوتا۔ صرف یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کے پاس عقل محض ہے۔ تو وہ ہدایت کے نور سے محروم ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیأ کرام و صحیح متابعت کرنے والوں کو عطا کیا گیا ہے۔ ان عقل کے پجاریوں سے صحیح راستہ گم ہوگیا ہے اور ان پر جہالت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ ان کی حیثیت صرف ایک ترجمان کی سی ہے۔ اور وہ قوت بیانیہ کے اعلیٰ درجہ سے محروم ہیں۔

جیسے کہ صوفیاء کرام فن طریقت، علم حقیقت اور تصوف کے باطنی احکامات میں مجتھد ہیں۔ تو یہ حضرات احکامات ظنیہ باطنیہ کا استخراج اس طرح کرتے ہیں کہ جس طرح فقہاء مجتھدین نصوص صریحہ کے بغیر یعنی صریح آیت کے بغیر بعض احتمالات کی بناء پر محض اپنے ذوق سے احکامات ظنیہ ظاہریہ کا استنباط کرتے ہیں۔ مجتھدین فقہاء کی نسبت صوفیاء کرام میں ایک قوت زیادہ ہوتی ہے۔ کیوں کہ صوفیاء کشف و الہام والے ہوتے ہیں۔ فقہاء صرف ذاتی رائے سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔ اور صوفیاء الہام کی روشنی میں مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔

کشف والہام یہ منجانب اللہ ایک اعلام و اطلاع ہوتی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ منجانب اللہ اعلام و اطلاع اپنی ذاتی رائے سے بہتر ہے۔ جس طرح قیاس و رائے کی

صحت کا معیار یہ ہے کہ قرآن وسنت کا مخالف نہ ہو۔اسی طرح کشف و الہام کی صحت کا معیار بھی یہ ہے کہ کتاب وسنت کے موافق ہو۔بہر حال کشف و الہام کی فوقیت اور بلندی مسلّم اور مانی ہوئی ہے۔

جیسے کہ یہ حدیث فتح الباری شرح بخاری شریف میں ہے۔

"انما الا لهام نُور يختص به الله تعالىٰ من يشاء من عباده"

الہام ایک نور ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے خاص فرماتا ہے۔

(دلائل السلوک)

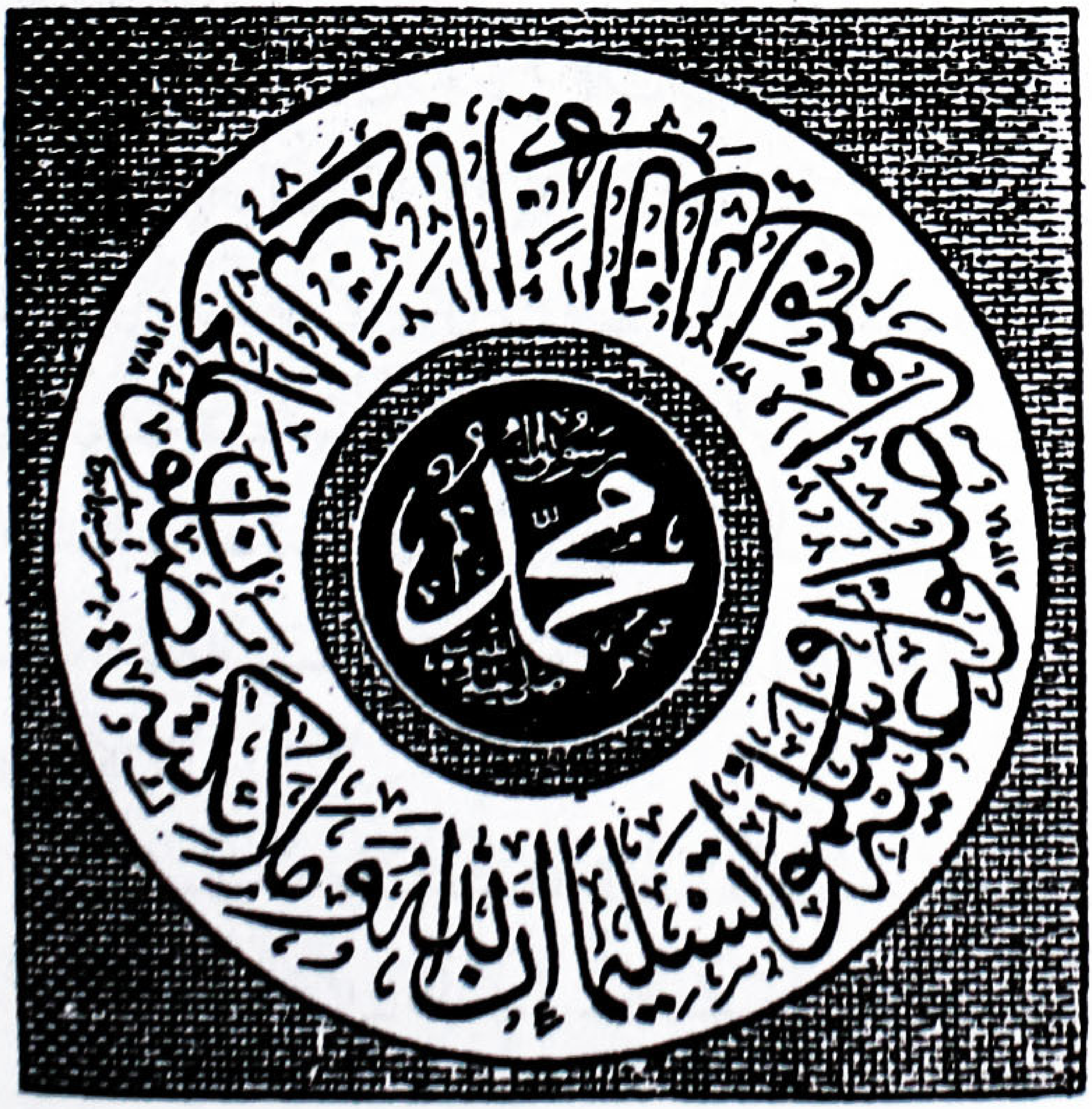

روحانی والد

عوارف المعارف صفحہ ۱۲۹ میں حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے اسی وجہ سے ایک ظاہری عالم سے عام اور نفسانی رجحانات (میلان) نقل کئے جائیں گے اور ان کے اولاد کی میراث میں یہی علم آئے گا اور اسی اپنی طبعی رجحانات کے میلان کی وجہ سے ان کے تابعدار طلباء، شاگرد بھی صرف یہی نفسانی فلسفی علم اس سے حاصل کرلیں گے۔ اور یہی ان کا مجازی نفسانی والد بن جائے گا۔ اور اس ظاہری علم کی وجہ سے شاگرد کو صرف یہی میراث حاصل ہوگی اور وہ جو اس کی خواہشات کا مرکز ہے تو وہ اس کا حقیقی والد بن جائے گا مگر علم کے واسطے سے۔ اسی طرح روحانی اور معنوی ولادت سے اس نے روحانی والد کا درجہ حاصل کرلیا۔ اور جس حد تک ظاہری ولادت یعنی ظاہری علم اور والدین کا تعلق ہے تو وہ فنا ہو جائے گی۔ مگر روحانی ولادت لافانی، ابدی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق خلد بریں اور جنت اعلیٰ کے اس درخت سے ہے جیسے کہ طوبیٰ جسے حقیقی علم کا درخت کہا جاتا ہے۔ نہ کہ گندم کے پودے کے ساتھ تعلق ہے ظاہری علم کے استاد اور ظاہری مجازی والدین کی مثال سوکھے پودے کی طرح ہے۔ جس طرح خشک پودے میں حیات نہیں۔ یہی مثال والدین اور ظاہری علم کے استاد کے میراث کی ہے۔ کہ اس میراث سے اسے آئندہ زندگی کیلئے کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ والدین اور ظاہری استاد کی میراث اس فانی

زندگی میں صرف چند دن کے لئے ہوتی ہے پھر اس کیلئے کوئی بقا نہیں۔یعنی نہ تو یہ میراث آخرت میں ہوگی اور نہ آخرت کے راستے کا ساتھی ہے۔اور نہ اس کے ذریعے منزل مقصود تک پہنچنا ہے۔ بلکہ اس کا تعلق صرف اس فانی زندگی میں اسباب واشیاء کے ساتھ ہے۔اور باقی ابدی حیات کیلئے جسے علم شجر کہتے ہیں کی اصل وہ ہے کہ جو حقیقی، روحانی اور نورانی علم معرفت ہے۔ جو اس روحانی والد سے حاصل ہوتا ہے۔ جسے مرشد کہتے ہیں۔تو یہ مرید اس حقیقی اصلی، ابدی علم کا وارث بن جاتا ہے۔اور ابلیس نے اس کا نام شجرۃ الخلد رکھا ہے۔اس علم کو شجر الخلد اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس درخت کیلئے زوال نہیں۔اور اس کے پھل اور مٹھاس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔اور روبہ ترقی ہیں۔اسی طرح جب اصلی روحانی میراث مرید حاصل کرے اپنے مرشد سے تو پھر اس کیلئے بھی زوال نہیں ابدالآباد تک ہوگا۔اور دن بدن اسے ترقی، عزت، لذت اس کے ذریعے زیادہ حاصل ہوگی۔اس درخت کو جسے شیطان نے شجر الخلد کہا ہے اس لئے کہ شیطان ہر چیز کو ضد اور عناد کے نظر سے دیکھتا ہے یعنی اس درختِ طوبیٰ کو بھی عناداً شجر الخلد کہا اور اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوگئی کہ شیخ یعنی پیر طریقت مرید کے روحانی اور معنوی والد ہیں۔اور یہ بات اصل ہے کیونکہ اس پیر سے اس مرید کو وہ لازوال اور لافانی ابدی وراثت حاصل ہوتی ہے جس سے یہ مرید ہمیشہ کی زندگی کی بادشاہی، عزت، نعمتیں اور دیدار خداوندی پائے گا جس کا بیان مخلوق کے علم میں نہیں آتا۔اور نہ دنیا کی دولت سے اس کا حق ادا ہوتا ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حورانِ جنت کا دوپٹہ دنیا ومافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔اور ایک لحہ دیدار خداوندی کروڑ ہا جنت سے بہتر ہے۔اس وجہ سے یہ ابدی بادشاہی اور عزت پیر کی روحانی وراثت میں حاصل ہوتی

ہے۔اس وجہ سے مرید کا حق اتنا زیادہ ہے کہ تمام مخلوق کا علم اسے نہیں پہنچتا اس وجہ سے کہ اس نے وہ بے مثال وراثت پالی ہے جس کی مثال مجازی دنیا میں نہیں ہے۔اسی طرح یہ تمام مجازی حقدار یعنی والدین، علم ظاہر کے اساتذہ پیرومرشد کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسا کہ تمام دنیا کے مقابلے میں ایک ذرہ۔یا آخرت کے مقابلے میں دنیا۔اس لئے اگر کسی مرید نے والدین یا ظاہری استاد کا حق پیر کے حق سے زیادہ اور بہتر جانا تو اس نے ایسا کیا جیسے دنیا اور دنیا کی دولت کو آخرت، رضاء الٰہی، دیدار خداوندی اور دوستی اور ایمان سے بہتر اور اچھا جانا۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

اگر کسی نے والدین یا استاد کی متابعت کی وجہ سے پیر کی متابعت کو ترک کردیا یا اپنے نفس، دنیا اور اولاد کی وجہ سے پیرومرشد کی متابعت ترک کردی تو اس نے ایسا کیا کہ گویا اس نے بعینہٖ والدین، بچوں، نفس اور دنیا کی متابعت میں اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت اور اس کی ابدی بادشاہی کو ترک کردیا۔(العیاذ باللہ)

اس لئے فرمایا کہ شیخ یعنی پیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر ہے۔

"الشیخ فی قومه كالنبی فی امته و فی روایته كالنبی فی اهله"

شیخ اپنی قوم اور اہل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند ہیں اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیخ یعنی پیر طریقت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر اور مریدوں کو اس کی قوم اور اہل و اولاد فرمایا۔اس سے مریدوں کا اپنے اپنے روحانی اور معنوی پیر کی اولاد ہونا ثابت ہوا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كل تقی و نقی فهو اهلی

ہر متقی اور پرہیز گار میری اولاد ہے۔ پرہیز گاری اور تقویٰ داری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی متابعت میں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مرید اپنے پیر کے اعتقاد، قول و فعل میں ظاہر و باطن میں تابعدار و وفادار ہو تو یہ پیر کی اولاد میں بہتر اور پیارا بچہ ہے۔ اس لئے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی قدس سرہ نے مبداؑ معاد صفحہ ۴۶ میں فرمایا ہے۔

کہ پیر ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مولوی مشتاق احمد اور تھانوی صاحب نے امداد المشتاق میں لکھا ہے۔ ''پیروں کی محبت عین اللہ و رسول کی محبت ہے''۔

اسی طرح مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ ''پیغمبر یا ہادی مرشد کا حق حقِ اللہ کے ذیل میں سمجھو کہ وہ اس کے نائب ہوتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ ''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ' میرے نائب کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رضاء خداوندی ہے۔ اور بیعت یعنی پیری و مریدی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اعتقاد اور قول و فعل بعینہ مرید کو اپنے پیر سے حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ سلسلہ بیعت جو رضاء الٰہی اور دوستی کا سبب ہے۔ اور حصول جنت کا سبب ہے تو وہ قول خداوندی سے ثابت ہے۔ 'لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبا یعونک'' اللہ تعالیٰ یقیناً مومنوں سے

راضی ہو گیا جب انہوں نے آپ سے بیعت کی۔ تو یہی بیعت بعینہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جو مرید کو اپنے پیر سے حاصل ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی متابعت ہے اور وہ بیعتِ رسول جو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو یہ تمام صفات اہل شریعت وطریقت میں ہیں۔ کہ اس کے ذریعے مرید کو اطاعت خداوندی اور رضائے خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ جب کامیابی اور خیر کی تمام صفات اور عزت صرف ان ہی دو باتوں یعنی رضا و اطاعت الٰہی میں ہے تو ان کی وجہ سے امام ربانی قدس سرہ نے گزشتہ بیان میں فرمایا کہ ''پیر ہمہ مجازاً ظاہری رسول اللہ ہیں۔ یعنی ان دو صفتوں کے لحاظ سے پیر بذاتِ خود رسول اللہ ہیں۔ یعنی پیر طریقت کی اطاعت ہی اطاعتِ رسول ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ ''انت انا و انا انت'' یہ ایک شان مظہریت ہے۔ کہ پیر طریقت مرید کیلئے صفاتِ رسول کے مظہر ہیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا '' ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ''

قولہ ''الشیخ کالنبی '' یعنی نائب رسول ہیں۔ اور صفات نبوی کے مظہر ہیں جیسے ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہے۔ ولی کی کرامت مجازاً نبی کی نبوت کی دلیل ہے۔ یعنی ولی نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہیں۔ کہ ہمیشہ کیلئے معجزاتِ رسول کے مظہر ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناراضگی کے دو سبب ہیں جب انسان یہ دو سبب اپنے آپ میں پیدا کرے تو ہمیشہ کیلئے لائق و مستحق عذاب اور دوزخی بن جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی اور حدود سے تجاوز کی تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ کے لئے آگ میں داخل فرمائے گا۔ اور ان کیلئے ذلیل کرنے

والا عذاب ہے۔

کقولہ تعالیٰ "ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ

نارًا خالدًا فیھا ولھم عذاب مھین"

اس آیت شریف سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و نافرمانی رسول اللہ کی اطاعت و نافرمانی میں ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان ہوا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہ حکم خداوندی ہے۔اور اس حکم کے مطابق اعتقاد،قول وفعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔"وما ینطق عن الھویٰ ان ھوا لا وحی یوحی"

میرا محبوب خود سے باتیں نہیں فرماتا مگر وہ فرماتا ہے جس کی اسے وحی کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت ثابت فرمایا۔اس لئے فرمایا۔

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم"

اے محبوب فرمادیجئے اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کے طالب ہیں تو ان پر فرض ہے کہ وہ متابعت اور محبت رسول پیدا کریں۔اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لائق ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائے گا۔اور اس نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت محبت کی جب رسول اللہ کی اطاعت کی۔تو اس وجہ سے یہ شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے

دوستی، مغفرت اور رحمت کے لائق ہوا اور اس کے کیے ہوئے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ اور اپنے رحم سے سیراب کر کے ابدالآباد کے لئے رحمت کے لائق بنا دے گا۔ اور وہ جنت جو انعامات خداوندی سے لبریز ہے اس کا ٹھکانا ہوگا۔ اس آیت کریمہ کی تفصیل نے اس گزشتہ آیت کی بھی تفصیل اور وضاحت فرمائی جو اطاعتِ رسول کے حق میں بیان ہوئی تھی۔ اور جو شخص اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ کرے تو یہ شخص محبت اور اطاعت خداوندی میں جھوٹا ہے۔ اس آیت نے بھی یہ گواہی دی کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی دوستی، محبت اور اطاعت سے روگردان ہے اور رحمت و مغفرت کے لائق نہیں۔ جیسے کہ گزشتہ آیت مبارکہ میں ظاہر ہوا ہے۔ اور ثابت ہوا کہ جس نے اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی تو وہ سخت عذاب کے لائق اور ابدی دوزخی ہے۔ اور رسول کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ اطاعت ہے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ رسول اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور جس نے رسول اللہ کی مخالفت و نافرمانی کی تو وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کے لائق ہے۔ رحمت ہمغفرت کے لائق نہیں۔ تو یہ ثابت ہوگیا کہ یہ دو عیب انسان میں اس بات سے آتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی مخالفت اور ناراضگی کرے۔ یعنی رسول اللہ کی اطاعت اور رضا حاصل نہ کرے۔ تو جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے جیل خانے یعنی دوزخ کے قابل اور خدا کا دشمن بنا۔ اس لئے جو کمبخت مرید رسول اللہ کی اطاعت نہ کرے تو وہ اس وجہ سے ہلاکت اور تباہی کے دو عیب اور اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور ابدی دوزخ کے لائق بنتا ہے۔ اور یہ ہلاکت پیر کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے بھی آتی ہے کیونکہ وہ اطاعت

خداوندی جو رسول اللہ کی اطاعت میں ہے۔ وہ دونوں پیر کی اطاعت میں ہے۔ اور اس مرید نے پیر کی وہ اطاعت ومحبت نہ کی تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت نہ کرنے سے انسان عذاب کے لائق اور اللہ تعالیٰ سے دشمنی کا مستحق ہو جاتا ہے اسی طرح پیر کی اطاعت اور محبت نہ کرنے کی وجہ سے بھی عذاب کے لائق اور اللہ تعالیٰ کی دشمنی کا مستحق ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ جس نے میرے دوستوں سے مخالفت، عناد، عداوت رکھی تو اس نے میرے ساتھ لڑائی کو جائز جانا تو یہ میرے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

"من عادیٰ لی ولیا فقد استحل محاربتی

وایضاً من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب"

تو اس دلیل سے امام ربانی نے پیر کو ہمہ رسول اللہ فرمایا۔ کہ جو ہلاکت اور تباہی انسان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور بے محبتی سے حاصل ہوتی ہے تو وہی ہلاکت مرید کو اپنے پیر کی نافرمانی اور بے محبتی سے ملتی ہے۔ اس لئے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا کہ مخالفت کرنا اور اطاعت نہ کرنا اپنے پیر کی بڑی آفات میں سے ایک آفت ہے۔ اور ہلاکتوں میں سے ایک ہلاکت ہے۔ اس ہلاکت ابدی کی دلیل یہی حدیث قدسی ہے۔

جس طرح والدین کا حق اور ظاہری علوم کے استاد کا حق ایک خاص وقت تک ہے۔ اس مجازی زندگی میں ان کی وراثت بھی ایک خاص وقت تک ہے۔ تو اسی طرح ان کا عاق شدہ بھی صرف مجازی مانا جائے گا۔ کیونکہ ان کی میراث اور حق بھی مجازی ہے اور

ناراضگی و مخالفت بھی مجازی ہے۔ کیونکہ ان کی یہ ناراضگی دنیا کی چند روزہ ہے۔ اگر ان کی مخالفت کرے اور ان کے مقابلے میں پیر کی اطاعت اور خوشنودی کرے تو پیر کی یہ محبت اس کے لئے ایسی دولت ہو جائے گی کہ پیر کی دعا سے اللہ تعالیٰ ان کے والدین پر رحم فرمائے گا اگر یہ والدین کی مغفرت چاہیں۔ لیکن والدین سے عاق ہونا اس معاملہ میں اس شخص پر ذرہ برابر فرق یا اثر نہیں لاتا۔ اگر خدانخواستہ پیر سے عاق ہو جائے بوجہ نافرمانی اور بے محبتی کے تو ایسی ابدی ہلاکت اور دوزخ کا جیل خانہ پائے گا کہ پھر کبھی بھی معافی مغفرت اور رحمت کے قابل نہ ہوگا۔

یہ امام ربانی قدس سرہ کی تقریر کی وضاحت تھی۔

اس وجہ سے امام موصوف نے فرمایا تھا کہ پیر ہمہ رسول اللہ ہیں۔ مگر بذاتِ خود نہیں بلکہ ان صفات وعزت کی وجہ سے یعنی یہ پیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اعتقاد اور قول وفعل کی ان صفات سے موصوف ہیں۔ جو صفات صحابہ کرام کیلئے جنت میں جانے کا سبب تھیں۔ یہ تمام صفات پیر کی اطاعت، قول وفعل میں حاصل ہوتی ہیں جو جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

الشریعة اقوالی والطریقة افعالی والحقیقة حالی"

جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل وحال ہو۔ تو یہی پیر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انہی صفات کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ورضا ہے۔ جو جنت کے دخول اور ابدی عزت کا سبب ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قالوا مَن هم قال ما انا علیه واصحابی من الا عتقاد وا لفعل والقول

فهوحق و طریق موصل الی الجنة والفوز والفلاح.وما عداہ باطل

و طریق الی النار وان کانو اباحین فھم خلودو الافلا"

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جس شان پر ہوں اور میرے صحابہ جس شان پر ہیں۔یعنی میرا اور میرے صحابہ کا جو اعتقاد و فعل اور قول ہے اس پر جس نے عمل کیا تو وہ صحیح راستہ پر ہے جو جنت تک اور کامیابی تک گیا ہے۔یعنی آخرت کے عذاب سے خلاصی پالے گا۔اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔اور جو لوگ میرے اور میرے صحابہ کے اعتقاد قول وفعل سے مخالف ہوں تو وہ باطل راستے پر ہیں جو دوزخ کی طرف جاتا ہے۔اور اگر انہوں نے یہ مخالفت جائز مانی تو ہمیشہ کیلئے دوزخی ہیں۔اور اگر جائز نہ جانا بلکہ خود کو گنہگار و ملامت جانتا تھا تو دوزخ کا عذاب اس کے موافق پائے گا نہ کہ ہمیشہ کیلئے۔اے پیارے! اگر پیر طریقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے قول وفعل اور اعتقاد کے موافق ہو تو ان کی اطاعت مرید کیلئے ایسی افضل اور بہتر ہے کہ یہ مرید کیلئے عین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل اور اعتقاد ہے۔تو اگر یہ مرید ظاہر و باطن میں پیر کا تابع ہو جائے تو یہ حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو گیا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جنت میں دخول اور ابدی عزت کا سبب ہے۔جو اس مرید کو اپنے پیر کی اطاعت میں حاصل ہوتی ہے۔(رزقنا اللہ تعالیٰ)اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور میرے صحابہ کی نافرمانی اور مخالفت کرنا ہمیشہ کیلئے دوزخ ہے تو وہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی محبت اور اطاعتِ قول وفعل نہ کی۔اور پیر میں بھی یہی

صفات ہیں تو خدانخواستہ اگر کوئی مرید اپنے پیر کی محبت اور قول وفعل کی اطاعت نہ کرے اور پیر سے مخالف اور نافرمان، لاپرواہ اور بے محبت ہو جائے تو وہ عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد، قول وفعل اور اطاعت سے نافرمان اور مخالف ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے جس طرح ابدی دوزخی بنتا ہے تو اسی طرح پیر کی مخالفت اور نافرمانی کرنے سے بھی ابدی دوزخی اور اللہ تعالیٰ کا دشمن بنے گا۔ اس حدیث کا یہی مضمون ہے کہ میرے دوستوں سے دشمنی کرنے والا میری جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔ کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ جنگ کرنا حلال جانا اس لئے کہ میرے دوستوں کی اطاعت اور محبت نہ کی بلکہ ان سے مخالفت اور عداوت رکھی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"کل امتی یدخلون الجنة الامن ابیٰ قالوا ومن ابیٰ یا رسول الله قال ومن عصانی فقد ابیٰ" (رواه البخاری)

میری تمام امت جنت میں داخل ہو جائے گی ماسواء انکار کرنے والے کے۔ پوچھا گیا انکار کرنے والے کون ہیں۔ فرمایا جو میرے مخالف ہوں وہ انکار کرنے والے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار و فرمانبردار نہ ہو تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ جنت کے لائق نہیں بلکہ دوزخ کا مستحق ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ پیر طریقت اہل شریعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور اعتقاد کا اطاعت کرنے والا فرمانبردار و وفادار ہے۔ اور ان کا تعلیم دہندہ ہے۔ اور مرید پر بھی فرض ہے کہ پیر سے یہی اعتقاد، قول وفعل حاصل کرے۔ جو عین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔ بلکہ یہ خاص اللہ تعالیٰ کی اطاعت ومحبت ہے۔ تو اس

اطاعت کے حصول کی وجہ سے مرید خاص جنت کے لائق بن جاتا ہے اوران اعتقاد،قول وفعل کی متابعت نہ کرنے سے دوزخی بنتا ہے کیونکہ پیر طریقت کی اطاعت ،بیعت اور محبت خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ،بیعت ومحبت ہے۔

کقولہ تعالیٰ "ان الذین یبایعونک اِنما یبایعون اللہ.ید اللہ فوق ایدیھم"

تحقیق جنہوں نے آپ سے بیعت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے محبوب کے ہاتھ کو اپنا دستِ قدرت کہا۔عارف رومی قدس سرہ آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔

دستِ تو از دست آں بیعت شود　　　　که یداللہ فوق ایدیھم بود

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

غالب وکارآفریں،کارکشا،کارساز　　　　(اقبال)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ مرشد کے ہاتھوں پر بیعت کرنا اللہ ورسول کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔اس لئے مرقومات امدادیہ مکتوب ۱۳ میں تھانوی صاحب اور مولوی مشتاق احمد صاحب لکھتے ہیں۔

''محبت مرشدان عینِ محبت اللہ ورسول است کہ نائب اوشان است''

مرشدوں کی محبت عین اللہ ورسول کی محبت ہے کیونکہ یہ ان کے نائب ہیں۔اس لئے مرید پیر کے ذریعے راہ ہدایت پاتا ہے۔اور پیر کی اطاعت ومحبت سے دوستی ورضاء الٰہی پاتا ہے۔اور ہمیشہ کی عزت اور جنت پاتا ہے۔اوران کی مخالفت سے دوزخ پاتا ہے۔

وقولہ تعالیٰ "سنة الله التى قدخلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلاً"

اللہ تعالیٰ کا دستور (طریقہ) شروع سے چلا آ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی اور اطاعت و محبت کا طریقہ شروع سے رواں دواں ہے اور یہ راستہ و طریقہ کبھی بھی تبدیلی قبول نہیں کرتا۔ یعنی اس میں کوئی کمی و بیشی نہیں آتی۔ اور نہ کوئی لاسکتا ہے۔ اور اسی دستور خداوندی کی مخالفت اور دشمنی کرنے والوں کی جماعت بھی از ابتداء تا انتہا جاری ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی محبت و اطاعت نہیں کرتے۔ اور تو یہ لوگ دشمنی اور عذاب خداوندی کے لائق بن گئے ہیں۔ یہ بھی تا انتہا جاری ہے ان میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسا کہ فرمایا۔ "فريق فى الجنّة و فريق فى السعير"

ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ دوزخ میں ہے۔

یعنی دوراستے ایک دوستی اور دوسرا دشمنی کا ہے۔ از ابتداء تا انتہا ایک جنت کا راستہ دوسرا دوزخ کا راستہ ہے۔ تو جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت از اول تا آخر یعنی پوری زندگی کی تو ہمیشہ کیلئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی دوستی، رضاء اور جنت کے لائق ہوگا۔ اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور مخالفت کی از اول تا آخر یعنی تا موت اللہ تعالیٰ سے عداوت اور دشمنی کی اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور نافرمانی کی تو یہ لوگ آخرت میں ابدالآباد تک اللہ تعالیٰ کے جیل خانے دوزخ میں ہوں گے۔ تو یہی دوراستے جاری ہیں ان لوگوں پر جو اہل شریعت و طریقت ہیں۔ جو نائب خدا و نائب رسول ہیں۔ اور انہیں خلیفہ کہا گیا۔ تو مرید بھی ان دوراستوں میں سے کسی ایک پر چاہے راہ محبت ہو یا راہ عداوت جائے گا۔ تو اگر مرید نے پیر کی اطاعت و محبت، اقوال و افعال اور جملہ آداب کا لحاظ

رکھا تو ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی دوستی اور رضاء الٰہی اور جنت پالے گا۔اور اگر خدانخواستہ پیر کی محبت و اطاعت نہ کرے بلکہ ان کا مخالف ہو جائے اور ان کی بے ادبی اور تخفیف کرے اور اس سے توبہ نہ کرے اور تا موت معافی نہ مانگے بلکہ اسی دشمنی میں رہے تو تا موت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور دشمنی میں رہا۔اور آخرت میں دوزخ کے جیل خانے میں رہے گا۔اور پھر نجات نہ پائے گا یعنی کافر، مردود اور لعنتی ہو جائے گا۔

جیسا کہ امام صاوی شارح جلالین فرماتے ہیں۔"لقد اخذ الله میثاق بنی اسرائیل"(مائدہ) کی تفسیر و شرح میں۔"فالشیخ المتمسک بشرع رسول الله صلی الله علیه وسلم القائم بحقوق الله تعالیٰ و حقوق عباده اذا اخذالعهد بذالک علیٰ انسانٍ وجب علیه اتباعه و نقض عهدهٖ اما کفر اذا قصد نقض ماهو علیه من التوحیدو غیره او ضلال مبین اذا قصد عدم الالتزام بواردہ"

یعنی جو شیخ حدود شرعیہ کا پابند یعنی اہل شریعت پیر طریقت ہو اور حقوق اللہ کا پابند ہو یعنی اوامر کا تابع ہو اور بندوں کے جو حقوق ان پر ہوں ان کو بھی ادا کرنے والا ہو شریعت کی حدود میں۔تو جب اس شیخ نے ان اعمال پر کسی سے وعدہ لیا کہ حقوق اللہ و حقوق العباد کا لحاظ کرنا ہے۔یعنی دین و دنیا کے امور میں شریعت کا پابند ہو گا۔تو ان احکامات پر اگر کوئی پیر سے وعدہ لے تو اس شخص پر اپنے اس وعدہ کے مطابق اس پیر کی اطاعت اور وفاداری واجب ہو گئی۔اور اس پر دوام کے ساتھ رہنا فرض ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور دائرہ شریعت میں پابند رہنا اور حق دار کی حقداری کا لحاظ رکھنا فرض ہے۔اور اس وعدے کی خلاف ورزی کفر ہے۔یعنی اگر مرید اپنے اس وعدے سے پھر جائے اور پیر کی اطاعت نہ کرے تو

اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔ مگر اس وقت کہ اس مرید نے اس کی مخالفت اور وعدہ خلافی کا قصد کیا ہو۔ کیونکہ اس وعدے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح اعتقاد، قول وفعل اور توحید خداوندی بھی ہوتی ہے۔ اس لئے اس وعدے کی خلاف ورزی کرنا ظاہری گمراہی ہے۔ کیونکہ اس پر لازم شدہ اور ادووظائف کا قصداً چھوڑنا اور مخالفت کرنا گمراہی ہے۔ (العیاذ باللہ)

یہ تو ثابت ہے کہ کافر کی جگہ ابدی دوزخ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اہل شریعت پیر طریقت کی تابعداری اور وفادار رہنا دخول جنت کا سبب ہے۔ اور ان کی مخالفت دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔ اس لئے امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ پیر ہمہ رسول اللہ ہے۔ بوجہ ان دو باتوں کے جو ذلت وعزت کی ہیں۔ جیسا کہ اطاعت ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رضاء الٰہی اور جنت ملتی ہے۔ اسی طرح پیر کی محبت اور اطاعت سے رضاء الٰہی اور جنت حاصل ہوتی ہے۔ اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور دوزخ ملتی ہے۔ اسی طرح پیر کی مخالفت سے خدا کی ناراضگی اور دوزخ حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں آتا ہے۔

"لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق"

یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاتی۔ جو گناہ ہے۔ چاہے جو بھی ہو اپنا یا پرایا۔ تو جو لوگ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً، عملاً مخالف ہوں تو ان کی اطاعت نہ کرو نہ ان سے محبت کرو۔ کیونکہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور گناہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص اہل شریعت وطریقت کا مرید ہو۔ اور ان کے رشتہ

دار، دوست احباب اسے منع کرتے ہوں یا اس پیر کی مخالفت کرتے ہوں یا ان کے رشتہ دار اس کو پیر کی اطاعت سے منع کرتے ہیں تو ان والدین کا اس پر اس بات میں کوئی حق نہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہوا۔ تو اس شخص پر والدین کی اطاعت، تابعداری اور محبت چھوڑنا فرض ہے۔ کیونکہ اس صورت میں والدین کی اطاعت اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، دشمنی اور دوزخ میں جانے کا سبب ہوگی کیونکہ اس صورت میں اگر والدین کی بات مانے تو پیر کی اطاعت ختم ہو جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور دوزخ کا سبب ہے۔ اور یہ بات قرآن، حدیث اقوال مجتہدین و مجددین اور اقوال بزرگان دین سے اظہر من الشمس ثابت ہوگئی ہے۔ اب اس صورت میں اگر یہ شخص والدین کی بات نہ مانے اور پیر کی اطاعت و محبت پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ کی دوستی اور جنت کا مستحق ہوگا۔

کقولہ تعالیٰ "لا تجد قوماً یؤمنون باللہ"

(سورۃ مجادلہ) یہاں سے تا آخر ھم المفلحون

اس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لئے لوگوں سے ناراض ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے گا۔ اور جسے اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو اسے اور کیا چاہئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے دشمن کے ساتھ دوستی نہ کرے خواہ وہ دشمن خداوند اس کے والدین ہوں یا بچے اور جس نے ان دشمنانِ خدا سے دوستی کے بجائے ان کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیا۔ (قطع تعلق کیا) اور اللہ کی رضا اور اطاعت قبول کی تو یہی لوگ کامل اور سچے مومن ہیں اور ان کو ایسی جنت میں داخل فرمائے

گا کہ اس میں نہریں بہتی ہوں گی۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان سے راضی ہوں اور یہ مجھ سے راضی ہیں۔اور یہ اللہ تعالیٰ کی جماعت (گروہ) ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا گروہ کامیاب ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جس نے والدین کی رضا کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا قبول کی تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوا اور ہمیشہ جنت کے لائق ہوا۔اور پیر کی اطاعت یہ بھی عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ومحبت ثابت ہوئی۔اور یہی متابعت اللہ تعالیٰ کی رضا،محبت اور ابدی نیک بختی اور ابدی جنت کا سبب ہے۔ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ جس نے پیر کی رضا اور اطاعت ومحبت کے لئے تمام مخالفین لوگوں کو (مخالف والدین کو بھی) چھوڑ دیا تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کی جماعت (گروہ) میں ہے۔اور اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا کہ ہمیشہ کے لئے جنت اس کا مقام ہوگا۔

اے پیارے! یہ بات معلوم ہوگئی کہ تمام رشتہ داروں کی محبت وتعلق پیر ومرشد کی محبت وتعلق کے مقابلے میں گرد وغبار ہے۔اور پیر کی اطاعت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں پیر کی متابعت ان رشتہ داروں کی اطاعت کے مقابلے میں عین دخول جنت ہے۔اور رشتہ داروں کی متابعت پیر کی اطاعت کے مقابلے میں عین دخول دوزخ ہے۔

اے پیارے !مخلص،صادق،مومن مسلمان مرید اپنے پیر کی عزت اور قدر وشرافت عین اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وقدر ومنزلت جانے گا۔جو کامل ایمان ہے۔اور اس میں شک کرنے والا مطلق کافر،گمراہ،منافق اور بے دین ہے۔

سنو اے عزیز! سورۂ منافقون "ولله العزة و لرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لايعلمون" یعنی عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔لیکن

منافقوں کو علم نہیں۔سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے عزت کے معاملے میں اپنے محبوب کو اپنی صفت میں ایک جیسا ذکر کیا۔اور ان کی عزت وشان کو اپنے آپ سے الگ نہیں کیا۔بلکہ اپنے محبوب اور نیک بندوں کی عزت کو اپنی عزت کے ساتھ متصل بیان فرمایا۔جب ان کی عزت اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہے اور عزت سے موصوف ہیں تو مخلوق میں ان کی عزت کون بیان کر سکتا ہے یعنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور کامل مومنین کی عزت صرف اللہ تعالیٰ کے علم کے بجائے کسی اور کے علم میں نہیں آسکتی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے معزز بنایا ہے۔اس لئے اس عزت کا علم بھی خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔اس لئے ان کاملوں کی عزت کو ذلیل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے منافق فرمایا۔یعنی جو ان بزرگوں کی عزت نہیں کرتے یا ان کی عزت اللہ تعالیٰ کی عزت نہیں مانتے تو یہ منافق ہیں۔

پیارے !تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا اہل شریعت وطریقت کامل مومن نہ ہوگا؟ بلکہ ضرور کامل مومن وہی ہوگا کیونکہ کامل ہونے کی جو علامات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔جو اعتقاد، قول وفعل کی اطاعت ہے تو اس اہل شریعت پیر طریقت میں موجود ہوتی ہیں۔اور شریعت، طریقت، حقیقت ان کا اعتقاد قلبی ہے۔

پیارے جان لو !کہ پیر کی عزت جو کم یا ذلیل جانے یا اللہ تعالیٰ کی عزت سے جدا اور الگ جانے۔یا منجانب اللہ، اللہ کی عزت نہ جانے تو ایسا شخص منافق، منکر قرآن و منکر خدا ہوگا۔اس وجہ سے امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ ''پیر ہمہ رسول اللہ ہیں'' اے پیارے خوب سوچ وفکر کیجئے۔کہ اگر تم نے پیر کی عزت ومحبت کے مقابلے میں اپنے رشتہ داروں والدین، نفس اور تمام لوگوں کی مخالفت نہ کی تو تم نے عین اللہ تعالیٰ کی عزت

اتباع، محبت نہ کی۔ اس لئے مومن مسلمان مرید پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے مرشد کی اتباع و محبت کے مقابلے میں اپنی نفس رشتہ داروں کی مخالفت کرے گا۔ اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں سما سکتا۔ اس کے بعد کہیں جا کر عزت خداوندی کے لائق و قابل ہو گا۔

پیارے ایک عجیب نقطہ سماعت فرمائیے۔

جب معراج کی رات حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں تھے سدرۃ المنتھیٰ سے جنت کی طرف۔ وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیچے دیکھا تو پرندے کے انڈے کی مانند کوئی چیز نظر آئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ یہ سات زمین و آسمان ہیں۔ دوری کی وجہ سے چھوٹے نظر آتے ہیں اور یہاں سے زمین کے درمیان اٹھارہ لاکھ سال کا فاصلہ ہے۔ اس مقام تک حضرت جبرائیل ساتھ گئے تھے۔ اس سے آگے نہ جا سکے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم رف رف پر سوار ہو گئے۔ آگے ستر ہزار نور کے پردے تھے۔ اس سے گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آواز دی "ادن منی" میرے قریب ہو جاؤ۔ اسی طرح پندرہ سو آوازیں آئیں اور ہر ایک آواز پر اتنا راستہ طے فرماتے کہ وہاں سے زمین تک۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو گئی۔ دربار خداوندی میں چار ہزار دوست باتیں کر رہے تھے۔ اور چار ہزار بوجہ محبتِ خداوندی کے آہ و زاری کر رہے تھے۔ ایک لاکھ خلیل اللہ ایک لاکھ کلیم اللہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیئے اور فرمایا کہ اے میرے محبوب! یہ ایک لاکھ خلیل اللہ اور یہ ایک لاکھ کلیم اللہ ہیں۔ اور یہ تمام میری رضا چاہتے ہیں۔ اور اے حبیب! میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

اے پیارے! دیکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی عزت رکھتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے ساتھ متصل مومنوں کی عزت کا ذکر فرمایا ہے۔ اے پیارے اپنے پیر کی عزت اور قدر اس سے کچھ معلوم کرو۔ اور اپنے پیر کو کامل مومن جانو۔ اور ان کی عزت اللہ و رسول کی عزت جانو۔ اس لئے امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ پیر ہمہ رسول اللہ ہیں۔ پیر کی اطاعت، عزت اور محبت قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و اطاعت کے ساتھ متصل بیان ہوئی ہے۔ اور ثابت ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی ان انبیأ علیہ السلام او متقیوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تابعدار رسول اللہ اور اللہ سے جدا نہیں۔ کقولہ تعالیٰ "واعلموا ان اللہ مع المتقین" جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

اے عزیز! تقویٰ وہی ہے جو رسول اللہ نے بیان فرمایا کہ میں جس طریقے پر ہوں اور میرے صحابہ جس طریقے پر ہیں پس یہی حق ہے۔ یا جیسا کہ فرمایا کہ شریعت میرا قول، حقیقت میرا حال طریقت میرا فعل یعنی عمل ہے۔ تو یہی تینوں اہل شریعت پیر طریقت میں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ پیر کے نزدیک ہونا اللہ تعالیٰ کی نزدیکی ہے۔ اور پیر سے جدائی اللہ تعالیٰ سے جدائی ہے۔

پیارے! اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ پیر کا عمل کیا ہے؟ کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے اتنی عزت اور قرب عطا فرمایا ہے؟ تو سنو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "انا مع عبدی من ذکرنی" یعنی میں اپنے اس بندے کے ساتھ ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے۔ تو پیارے تمہارا کیا خیال ہے کہ پیر کا خدا کے ذکر کے علاوہ کوئی اور کام بھی ہے۔ ایسی بات نہیں بلکہ پیر کا

اصل کام ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔اس لئے اگر قرب خداوندی چاہتے ہو تو پیر کا قرب چاہو، اخلاص ومحبت سے تو اللہ تعالیٰ تمہارا ہو جائے گا دوستی کے ذریعے۔

پیارے !اگر تو جاننا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوست کون ہیں اور کیا عمل کرتے ہیں اور مخلوق کو کیا فائدہ دیتے ہیں؟ تو مختصر عرض کروں گا حدیث شریف ہے۔

عن النبی صلی الله علیه وسلم ....وفی بعض الاخبار المرفوعة ان النبی صلی الله علیه وسلم سل من اولیاء الله فقال اذا رأو ذکر الله(۲)عن النبی صلی الله علیه وسلم قال الله تعالیٰ ان اولیائی من عبدی الذین یذکرون بذکری و اذ کر بذ کرهم.قوله تعالیٰ لهم البشریٰ فی الحیواة الدنیا و فی الاخرة"

مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو فرمایا کہ جن کے دیکھنے سے خدا یاد آجائے۔یعنی اولیاء کی علامت ذکر کی گئی کہ بظاہر خدا کا یاد کرنا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو بھی ذکر کرتے ہوئے دیکھا جائے تو وہ میرے اولیاء ہیں۔اس سے ذکر کی ظاہری افضلیت اور دلیل ولایت بھی ثابت ہوگئی۔یعنی بظاہر خدا کو یاد کرنا ولایت کی علامت ہے۔(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں اولیاء وہ لوگ ہیں۔کہ جو میرا ذکر کرتے ہیں اور مجھے یاد کرتے ہیں۔اور میں ان کے ذکر سے ان کو یاد کرتا ہوں۔یعنی وہ لوگ مجھے خود بھی یاد کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔تو باقی لوگ جو میرا ذکر کرتے ہیں۔تو وہ بھی ان کی تلقین کی وجہ سے تو یہی اللہ تعالیٰ کے دوست اور اولیاء

ہیں۔اور ان کے لئے منجانب اللہ خوشی اور بشارت ہے۔اور خاص کر ان لوگوں کے لئے منجانب اللہ مبارکباد ہے۔

اے پیارے ! اگر جاننا چاہتے ہو کہ یہ بات کیسے ہوگی اور اس کا ثبوت کیا ہے۔ان پر دنیا و آخرت میں کوئی خوف اور غم مطلقاً نہیں ہوگا۔تو سنو یہ بھی ثابت ہے۔

"الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون" (یونس ۱۱)

خبردار بیشک اولیاء اللہ پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔پیارے یہ علامات ظاہری جو آیات و حدیث سے ثابت ہوئی تو یہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لئے ثابت ہوئی ہے۔تو دل سے حسد، کینہ اور انانیت و تکبر کا پردہ اٹھا کر دل کی آنکھوں سے دیکھ لو کہ یہ علامات پیر میں ہیں یا نہیں؟ اگر انصاف کی نظر سے دیکھے تو یہ تمام علامات اہل شریعت پیر طریقت میں دیکھے گا۔پیر کے علاوہ یہ علامات کسی دوسرے انسان میں نہیں ہے۔اگرچہ مشہور عالم دین ہو۔اور پیر کی یہ ثابت شدہ صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔ان صفات کا لحاظ کرتے ہوئے امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا۔"پیر ہمہ رسول اللہ ہے" دوسری بات اگر تو یہ چاہے کہ یہ تو میری طرح اعضاء انسانی رکھنے والا ایک انسان ہے۔تو ان کے اعضاء بدنی کی بہتری کی کیا دلیل ہے؟ کہ ان کے اعضاء کی بہتری اس قدر ہے کہ ان کی متابعت ہو سکتی ہے۔تو جان لو کہ یہ بھی اظہر من الشمس ہے۔بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔اور میرا بندہ فرائض کی وجہ سے مجھ سے قریب نہیں ہوتا بلکہ نوافل کی وجہ سے میرے قریب ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ

جب میں اسے دوست بناتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھیں، ہاتھ اور پاؤں اور زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا، دیکھتا، پکڑتا، چلتا اور بولتا ہے۔

پیارے مسلمان بھائیوں ! منافقت کا پردہ ظاہر و باطن سے دور کرو۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ اگر فرض عبادت سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے تو فرض عبادت تو سب مسلمان کرتے ہیں۔ تو یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ یہاں یہ دلیل ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے فرض عبادت سے میرے قریب نہیں ہوتے کیونکہ اس کے ذریعے تو یہ مسلمان ہیں۔ لیکن محبوب اور خاص دوست اور ولی اللہ نہیں ہیں کہ جس دوست اور ولی کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں سے اعلان جنگ فرماتا ہے۔

خوب غور و فکر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو اپنا دوست اور گروہ فرمایا ہے۔ تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جو نفل عبادت کو ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر فرض کی طرح لازم کرتے ہیں۔ اور ان نوافل کی شوق و محبت اور حرص ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ تو یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست، اولیاء اللہ، اور محبوب ہوتے ہیں۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ظاہر فرمائی ہیں اور ان کی طاقت اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اُن کے کان، آنکھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں۔

اے مسلمان بھائیو ! فکر کیجئے کہ ان کی ظاہری مجاز بھی اس طرح ثابت ہوئی کہ ان سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں۔ کیونکہ ان کی ظاہری شان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "یہ میں ہوں اور ان کی حقیقت بھی اللہ تعالیٰ کی ہے جو طاقت اور قدرت اللہ تعالیٰ کی ہے ولی کی زبان، ہاتھ، پاؤں، کان اور آنکھ میں۔ اب جب ولی کی طاقت و قدرت خدا کی

ثابت ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی قدرت، طاقت، صفت محبوبیت کی عزت اور دوستی ولایت ولی میں ثابت ہوگئی تو کبھی بھی عام لوگ ولی تک نہیں پہنچتے۔ بلکہ ولی کی صفت و شرافت کا علم اور پہچان بھی کسی کی طاقت میں نہیں۔ ولی کی عزت کو ایک اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور یہ عزت وولایت کس وجہ سے حاصل ہوئی۔

پیارے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ کہ یہ عزت نفل کو ہمیشہ اور لازم رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ تو خوب سوچ لو کہ یہ کسی اور میں نہیں صرف پیر طریقت میں یہ صفت ہے کہ انہوں نے نوافل کو اپنے آپ پر لازم کیا ہے۔ اور اپنے مریدوں اور دوستوں کے لئے بھی یہ پسند فرماتے ہیں۔ اور انہیں حکم دیتے ہیں کہ تم لوگ اتنے نوافل پڑھا کرو اور اللہ کا ذکر کیا کرو، روزے رکھا کرو، شب بیداری کیا کرو، مجاہدے کیا کرو اور ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا فکر وتصور کیا کرو۔ یہ تمام صفات اہل شریعت پیر طریقت کی ثابت ہوگئیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو لوگ اپنے پیر کی متابعت ومحبت کرتے ہیں۔

پیارے! مرید پر اپنے پیر کی محبت، اطاعت ادب ایسا ثابت ہوا جیسا کہ عین اللہ تعالیٰ کا حق۔ اگر مرید پیر کے فرمان کے مطابق نوافل کو فرائض کی طرح اپنے اوپر لازم کرے تو وہ درجہ حاصل کر لے گا کہ نبوت کے بعد دوسرا کوئی درجہ مخلوق میں اس طرح کسی کا نہ ہوگا۔ اور اگر ہر جگہ یہ یقین کر لے کہ میرا پیر میری ہر جگہ اور ہر بات سنتا ہے بوجہ حقیقی وروحانی طاقت کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تو گویا اس نے خدا کو مان لیا۔ یعنی خدا کی طاقت مان لی۔ اور اگر یہ یقین رکھے کہ میرا پیر مجھے ہر جگہ دیکھتا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قوت کاملہ ہے۔ کیونکہ پیر کے سننے اور دیکھنے کی طاقت (منجانب اللہ) اللہ تعالیٰ کی طاقت

ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔اور مرید اس سے منکر ہوا تو گویا اللہ تعالیٰ سے منکر ہوا۔اور اس کا یقین کرنے والا معتقد ہو جائے تو گویا اللہ کی مان لی۔اور اپنے پیر کے ہاتھوں کی عزت قدر و منزلت مرید مان لے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ کی مان لی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کا ہاتھ بن جاتا ہوں تو مرید کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور مقام نہیں کہ پیر کے ہاتھ اور اس کے ادب اور محبت عین اللہ تعالیٰ کی مان لی۔اور یہ بھی مان لے کہ اگر میں مخالفت کروں یا پیر سے مخالف عمل کروں تو میرا پیر اسی روحانی،حقیقی ہاتھوں سے مجھے پکڑ سکتا ہے۔اور اس تھپڑ سے مجھے مار سکتا ہے اور بچا بھی سکتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مناسب) سب کچھ کر سکتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا ہاتھ ہوں۔تو پیر کے ہاتھوں کی طاقت وقدرت کو مرید اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت مانے اور اگر نہ مانے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کو نہیں مانتا ہے۔

پیارے!مرید پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے پیر کے پاؤں کی طاقت ہر جگہ آنے جانے کی یہ بھی مان لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ قدرت رکھتا ہے۔تو مطلب یہ ہے ک پیر کے پاؤں کے چلنے اور ہر جگہ پہنچنے کی طاقت وقدرت اللہ تعالیٰ کی ہے۔جو حقیقی اور روحانی پہنچنا ہے۔ اس لئے ایک سالک نے فرمایا۔

چه په یو قدم ترعوشه پورے رسی مالیدلے دے رفتار دَ درویشانو

ایک قدم پر عرش تک پہنچتے ہیں۔میں نے درویشوں کی رفتار دیکھی ہے۔

پیارے!اس وجہ سے مرید یہ یقین رکھے کہ میرا پیر ہر جگہ میرے پاس پہنچ سکتا

ہے۔اور اگر اس کا ادب اور محبت کا حق مرید ادا کرتا ہے تو یہ عین اللہ تعالیٰ کا ادب، محبت، اطاعت کا حق ادا کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ پیر کے تمام حقوق، متابعت، اطاعت، محبت، ادب، عزت اور اس پر کامل یقین رکھنا یہ حقیقت میں عین اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے۔ بظاہر صرف ایک انسان نظر آتا ہے۔تو جان لو کہ مرید کا اپنے پیر کی عزت، اطاعت، محبت اور ادب یہ عین اللہ تعالیٰ کی عزت ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کوئی دوسرا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس حق ادا کیا جائے۔اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کسی اور کا حق مانے تو وہ پھر مسلمان نہ ہوگا۔اس وجہ سے اگر پیر کی اطاعت، محبت، ادب اور حق سے بڑھ کر کسی اور کا حق زیادہ مانے تو کافر ہو جائے گا مسلمان نہ رہے گا۔ جان لو کہ پیر کی اطاعت، محبت، اعتقاد، قول وفعل مرید کے لئے کامل ایمان ہے۔اس لئے فرمایا پیر ہمہ رسول اللہ ہے۔

محترم بھائیو! یہ جان لو اور خود اپنے آپ پر یہ بات لازم کرلو کہ پیر کا قول حقیقت میں عین اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔اور پیر کی باتوں کی اس طرح قدرت وعزت کرو جس طرح تم اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزت کرتے ہو۔اور اس کی تابعداری کرتے ہو۔ کیونکہ مرشد کی زبان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان فرمایا کہ ”میں اس کی زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔اس سے بڑھ کر اور کیا مقام ہونا چاہئے۔یہ بات اظہر من الشمس ثابت ہوگئی کہ مرید کے لئے پیر کا ہر امر اور حکم ماننا گویا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا ہے جو کامل ایمان ہے۔تو کامل ایمان والا مرید وہ ہے جو اپنے پیر ومرشد کا ہر حکم مانے اور ان کا وفادار رہے۔اور ان کی ہر بات کی عزت کرے۔اس لئے صاحب قشیری نے فرمایا ہے کہ مرید جب پیر سے کچھ سنے

اوراس کو لکھے اس نیت سے کہ اس پیر کی اس بات میں میری کامیابی وعزت ہے تو اللہ تعالیٰ مرشد کی اس بات کے ایک ایک حرف کے بدلے مرید کو ہزار سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ان شآءاللہ تعالیٰ

عزیز من !اس سے بڑھ کر کوئی خیر وفائدہ مرید کو کسی اور سے پہنچ سکتا ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ فکر کیجئے اور منافقت کا پردہ اپنی آنکھوں سے دور کیجئے۔ اور انصاف کی نظر سے دیکھئے تو سمجھ جاؤ گے اور مان لو گے کہ پیر کی اطاعت ومحبت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت و محبت ہے جو کامل ایمان ہے۔اس لئے مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

پیارے! اصل میں اللہ والوں اور بزرگوں کی باتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں ہیں۔ اگرچہ ظاہر میں یہ انسان کی زبان سے ادا ہوتے ہیں۔باقی اگر تم چاہو کہ یہ بھی ثابت ہو جائے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ چاہتے ہیں تو وہ ضرور عطا فرماتا ہے تو سنئے۔ یہ بھی ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"میرا بندہ مجھ سے جو مانگتا ہے تو میں ضرور دیتا ہوں" یہ بھی اس حدیث قدسی سے ثابت ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے جو مانگتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ ضرور دیتا ہے۔تو مرید پر یہ لازم ہے کہ کامل یقین رکھے کہ اگر میرا پیر مجھ سے راضی ہو جائے اور میں اس کی رضا حاصل کروں اور وہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے عزت مانگے۔اور مجھے بزرگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں دیکھنا چاہے۔تو میں دونوں جہانوں میں عزت مند اور سرفراز ہو جاؤں گا۔تو کامل ومخلص مرید کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ ایسا عمل شروع کرے تاکہ یہ مقام اسے بھی نصیب ہو جائے۔تو یہ ثابت ہو گیا کہ اگر مرید اللہ تعالیٰ کی دوستی اور رضا چاہتا ہے تو

پیر کی رضا تلاش کرے تا کہ پیرا سے اللہ تعالیٰ سے اس کے دوستوں میں مانگے۔اور اس کے بعد اگر یہ بھی پوچھتے ہو کہ پیر اپنے مرید کو دو جہانوں کی بے عزتی سے بچاتا ہے۔تو اس کا بھی ثبوت ہے یا نہیں؟ تو سنو! جی ہاں اس کا بھی ثبوت وہی حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میرا دوست مجھ سے پناہ مانگے کہ اے اللہ مجھے پناہ عطا فرمایا ہر ظالم و جابر سے اور ہر آفت، خوف و غم سے تو میں اسے پناہ دوں گا۔ کیونکہ یہ تو حدیث کی ابتداء میں فرمایا ہے کہ میرے دوست کا دشمن میرے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔تو اس بات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو دشمنوں سے بچاتا ہے۔اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں سے خود جنگ فرماتا ہے۔اور دوستوں کی خواہش کے مطابق یعنی جتنا یہ چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پناہ عطا فرماتا ہے۔تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ والد ہمیشہ کے لئے اپنے بچے کو اپنے پیچھے کھینچتا ہے خود بھی اور بچے کو بھی دشمن سے بچاتا ہے۔اس وجہ سے یہ بات ہر مرید پر لازم ہوئی کہ اپنے ظاہر و باطن کی محبت اور تعلق خاص اپنے پیر سے رکھے۔اور اپنے آپ کا اختیار خود نہ رکھے اور اپنے دل کو اپنے پیر سے معلق رکھے۔یعنی ان کی رضا اور تابعداری کا پابند ہو جائے۔اس لئے تا کہ پیر بھی اس پر مہربان اور مشفق ہو جائے۔تا کہ اس کے لئے دونوں جہاں میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور یہ دعا کرے کہ میرا یہ مرید دونوں جہانوں میں ظالموں دشمنوں اور تمام عذابوں سے بچ جائے۔تو یہ خیر اور فائدہ مرید کو پیر سے اس وقت مل سکتا ہے کہ جب مرید لائق، تابعدار، محبت کرنے والا اور مخلص ہو۔اور مرید بھی یہ عقیدہ رکھے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میرے پیر و مرشد کانوں سے وہ کچھ سنتا ہے اور آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

میں اس کی آنکھ و کان، ہاتھ و پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا، سنتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔ اور مرید یہ یقین رکھے کہ میرے پیر کی بات اللہ تعالیٰ کی بات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ بولتا ہے۔ اور مرید یہ یقین رکھے کہ میں اپنے پیر سے جو سوال کرتا ہوں یعنی مانگتا ہوں تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں کیونکہ میرا پیر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے جو خیر مانگتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے عطا فرماتا ہے۔ اور یہ بھی یقین رکھے کہ دونوں جہانوں کی ہلاکت و عذابوں سے جو پناہ مانگتا ہوں پیر کے وسیلے سے تو یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے دوست کو پناہ عطا فرماتا ہوں ہر مضر، خوف، غم اور عذاب سے یعنی جو کچھ چاہے۔ حدیث کے آخری حصّے کا ترجمہ یوں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے کسی کام کو کرتے وقت ایسا کبھی حیران نہیں ہوا جس طرح مجھے اس سے حیرانی ہوئی کہ میں مومن کی روح قبض کرتا ہوں اور وہ موت کو برا جانتا ہے اور میں اس کے خفا ہونے کو اچھا نہیں سمجھتا حالانکہ موت سے چھٹکارہ نہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح دوست کی کسی چیز سے پریشانی و خفا ہونا ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی خفا ہوتا ہے۔ اور جب تک ولی اللہ تردد اور حیرانی اور ناراضگی میں ہوتا ہے تو دوست کا خفا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا خفا ہونا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہ ہوتا تو دوست بھی خفا ہوتا اور اللہ تعالیٰ بھی خفا ہوتا۔ لیکن جتنے دوست اس دوست کی وفات پر خفا اور غمگین ہوتے ہیں۔ تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اسی دردمند اور خفا شدہ دلوں کے ساتھ ہے۔ اور ان کا یہ دکھ درد حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور منجانب اللہ ہے۔ اور جب دوست کی وفات ہوتی ہے اور روح قبض ہونے تک اس کے دل و بدن پر جو

سختی اور تکلیف ہوتی ہے اور اس سے یہ غمگین ہوتا ہے تو یہ اصل میں منجانب اللہ ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ اس بندہ کو خوشحال اور راضی کرنا چاہتا ہے تو اس کی یہ تکلیف خوشی میں بدل جاتی ہے اور پھر یہ خود اپنے مرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ یا اللہ مجھے موت دے دے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد عزرائیل علیہ لسلام کو حکم فرماتا ہے۔ کہ اب اس کی روح قبض کر لو تو اس کے بعد روح قبض کر لی جاتی ہے۔ اور اللہ کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نیک بخت بناتا ہے۔ تو موت سے ایک سال قبل ایک فرشتہ اس کے پاس بھجتا ہے وہ فرشتہ اس شخص کو دوست بنالیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نیک حالت میں مرتا ہے۔ اور سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اچھی حالت میں مرا۔ اور جب ملک الموت حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو آخرت کی وہ نعمتیں جو اس کے لئے تیار کی گئی ہیں دکھاتا ہے تو اس کی روح خوش ہو کر نکلنے کا ارادہ کرتی ہے۔ اس وقت یہ آدمی اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند فرماتا ہے۔ تو اس کے بعد ملک الموت روح قبض کر لیتا ہے۔ (بحوالہ نور الصدور فی شرح القبور صفحہ ۱۹ باب ۷)

فائدہ: پیارے! اس حدیث شریف کے مضمون سے یہ ثابت ہو گیا کہ نیک بخت آدمی وہ ہے کہ وہ نیک عمل کرتا ہے اور یہ اس کی نیک بختی کی دلیل ہے۔ اور اس نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ انسان میں ایک خاص صفت اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی پیدا ہو جائے کہ

فرض کے علاوہ نفلی عبادت شروع کرے اور اسے اپنے اوپر لازم جانے۔ یہ اس شخص کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی ایک علامت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو اس عبادت کے لئے چن لیا ہے اس لئے اس پر اس طرح خصوصی انعام واحسان فرمایا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اس کا وقت پورا ہو جائے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس لانے پر راضی ہو جاتا ہے تو ملک الموت کو اس کے پاس بھجتا ہے۔ اور اس وقت یعنی روح قبض کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کو خفا نہیں کرنا چاہتے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی رضا چاہتے ہیں۔ تو وہ انعامات، عزت اور مقامِ دعوت وعزت اسے دکھاتا ہے تا کہ یہ راضی ہو کر اس دعوت کو قبول کرے اور جنت کی طرف آئے تو جب یہ شخص اس بے نظیر انعامات و عزت کو دیکھتا ہے تو خوش ہو کر اس کی طرف جانے کی خواہش کرتا ہے۔ اور یہ آرزو آتے ہی دنیا سے تعلق ختم ہو جاتا ہے اور ملک الموت اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔ اور واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے دوست موت پر راضی نہ ہوں تو اس وقت تک ان کی روح قبض نہیں ہوتی تا کہ یہ لوگ خفا اور غمگین نہ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے حق ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قرآن مجید میں کہ ''نہ تو میرے دوستوں پر خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے' مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کے دوست زندگی، موت یا موت کے بعد کسی شے سے راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی رضا بھی یہی دوست کی رضا ہے۔

اے پیارے! جان لو کہ پہلے بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی رضا ظاہراً مجازاً ہے۔ اس کے بعد عین یہی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ یعنی جب پہلے اولیاء اللہ راضی

ہو جائے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے دوستوں کی رضا فرمائی ہے اور اپنی رضا دوست کی رضا میں بیان فرمائی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دوست کی رضا عین اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اور ان کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ تو بھائی جان! کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ تو اپنے دوستوں کو راضی کرتا ہے۔ اور ان کے رضا کے مطابق کام فرماتا ہے تاکہ یہ دوستانِ خدا راضی ہو جائیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ سے کوئی شے مانگتے ہیں مثلاً موت وغیرہ تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کام سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور کرتا ہے۔ تو مرید پر تو یہ ضرور فرض ہوا کہ کم از کم اپنے پیر پر ایک کامل مسلمان ہونے کا عقیدہ تو رکھے کیونکہ یہ صفات جو نوافل اور نیکیوں کی گزر چکی ہیں۔ یہ پیر میں موجود ہے۔ اس لئے تو اس پیر نے مرید کو ان نیکیوں کی تعلیم دی ہے۔ تاکہ مرید بھی یہ شرافت و عزت اور کمال و رضاء الٰہی حاصل کرلے۔ تو جب مرید نے پیر کی خاطر و طفیل ایسی شرافت و عزت پائی جو نیک عمل، نفلی عبادت و ذکر و فکر ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ تمام علامات نیکی میرے پیر میں موجود ہیں اور یہ علامات جن میں ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ پہلے ان کی رضا چاہتے ہیں بعد میں اپنی بلکہ ان کی رضا عین اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو اس دلیل سے مرید یہ کامل یقین رکھے گا اور اپنے اوپر فرض کرلے گا کہ ظاہر و باطن میں پیر کی رضا کا تابع رہوں گا۔ اور یہ بھی یقین رکھے کہ میرے پیر کی رضا میرے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا، اطاعت و محبت ہے۔

پیارے! پیر کی اطاعت، رضا اور محبت بے شمار دلائل سے ایسی ثابت ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا، اطاعت اور محبت، اللہ تعالیٰ کی محبت اطاعت و رضا جو قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس لئے امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا ''پیر ہمہ رسول اللہ

ہیں'' تو یہ ان صفات کی وجہ سے فرمایا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت پیر میں بھی موجود ہوتی ہے جو ثابت ہو چکا ہے۔جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس وقت تک تم میں کوئی بھی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے نفس، اولاد، مال و دولت، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں'' الالا ایمان لمن لا محبة له خبردار اس شخص کا ایمان نہیں جس کی مجھ سے محبت نہیں۔یعنی کامل ایمان والا وہ شخص ہوگا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لوگوں، روح و دل، مال و اولاد، والدین سے محبوب نہ ہوں۔تو یہی صفت مرید کے لئے پیر میں ہوتی ہے اس لئے اسے اپنا پیر اپنی جگر و روح، مال و اولاد، والدین سے زیادہ محبوب و دوست ہوگا۔اور پیر کے ساتھ تمام دنیا و مافیہا سے بڑھ کر محبت ہوگی۔کیونکہ پیر کی محبت اس کے لئے کامل ایمان ہے۔تو اگر مرید اپنے پیر کے ساتھ اس طرح محبت نہ کرے تو مومن نہ رہے گا۔کیونکہ اس نے حقیقت میں کامل ایمان کی محبت کو اپنا مقصود نہ بنایا۔اس لئے مخلص مرید پیر کی محبت کو کامل ایمان جانے گا۔بلکہ یہ یقین رکھے گا کہ یہ محبت عین اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔اور محبت خداوندی جس کو سب سے زیادہ محبوب نہ ہو تو وہ مومن نہیں۔اس لئے امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا ''پیر ہمہ رسول اللہ ہیں''

اے مسلمان بھائیوں ! یہ تفسیر و تشریح جس حدیث قدسی کی بیان ہوئی۔اب اس کی ذرا وضاحت سنئے۔''عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادیٰ لی ولیافقد اذنته باالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی مما افترضت علیه ولایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فکنت سمعه الذی یسمع و بصره الذی یبصربه ویده

التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها

اور ایک روایت میں ہے

ولسانه الذی یتکلم به ولئن سألنی لا عطینه ولئن استعاذنی لا عیذ نه وماتر ددت عن شئی انا فا عله تر ددی عن نفس المومن یکره الموت وانا اکره مسائته ولابدمنه"

(رواہ البخاری ۹۶۳، المشکوٰۃ۔ کتاب الدعوات باب الذکر اللہ تعالیٰ ۲/۱۲۴)

پیارے دوستو! اس حدیث پر قربان جاؤں۔ اس سے اظہر من الشمس یہ بات ثابت ہوگئی کے ان صحیح مومنوں کے لئے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ سے مدد مانگے اور اولیاء جہاں بھی ہوں یا پیرانِ طریقت، مرشد حقیقت جہاں بھی ہوں تو وہ سنتے اور مدد کرتے ہیں۔ یا روحانی طور پر پہنچتے ہیں۔ یا یہ اولیاء اصحاب طریقت ہر جگہ سے دیکھتے ہیں تو یہ کامل مومن کا صحیح اور کامل عقیدہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و اطاعت سے کوئی شے باہر نہیں۔ وہ (اپنی شان کے مناسب) سب کچھ کرتا، دیکھتا اور سنتا ہے۔ اور ہر جگہ اولیاء اللہ کی سننے، دیکھنے، پکڑنے اور جانے، بولنے کی طاقت ہے۔ تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی سننے، دیکھنے، پکڑنے، بولنے اور جانے کی طاقت مانتے ہیں تو وہ مومن ضرور باضرور کمالِ ایمان کے ساتھ یہ مانے گا کہ اولیاء کی طاقت اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے۔ اور یہی عقیدہ مخلص اور کامل مرید اپنے پیر کے بارے میں رکھے گا۔ کہ وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں فرشتوں کی طرح لیکن لوگوں کی باتیں سنتے ہیں۔ لوگوں کو دیکھتے ہیں۔ جس کو پکڑنا چاہیں تو پکڑ سکتے ہیں اور جہاں بھی روحانی طور پر جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں۔ اور جو حکم کرتے ہیں کر سکتے

ہیں۔ چاہے خیر کا ہو یا تکلیف کا۔ حیات میں ہو اور بعد الوفات بھی۔ اور مرید اپنے پیر پر یہ عقیدہ بھی مضبوط رکھے گا جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا ہے۔ تفسیر روح المعانی صفحہ ۳۶، ۳۷ میں فرمایا ہے۔

لیکن مرید اپنے پیر یا دیگر اولیاء کے بارے میں عقیدہ رکھے گا کہ میرے پیر یا دیگر اولیاء کے سننے، دیکھنے، پکڑنے، چلنے اور بولنے کی طاقت یہ سب ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا و منشا کے مطابق ہے۔ یعنی جس وقت اور جس شان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور جس طرح چاہے تو اپنی رضا و منشا کے مناسب ان اولیاء اللہ کے کان سننے کی اور آنکھ دیکھنے کی، ہاتھ پکڑنے کی، پاؤں چلنے کی اور زبان بولنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مناسب ہوتے ہیں۔ تو جان لو کہ اہل طریقت مرید کامل عقیدہ رکھے گا کہ میرے پیر یا دیگر اولیاء کا سننا، دیکھنا، بولنا، پکڑنا، چلنا یہ تمام حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کی رضا اور منشا کے مطابق ہے۔ یہ حضرات جو بولتے ہیں کرتے ہیں یا ان سے جو صادر ہوتا ہے تو یہ تمام اللہ تعالیٰ کی قدرت طاقت، حکمت اور رضا ہے۔ اور اس پر ان تمام کو ماننا ایسا حق اور ان کا ادب و احترام ایسا لازم ہے جیسا کہ تعظیم و حقِ خداوندی۔ جان لو کہ پیر و دیگر اولیاء کا سب کچھ اللہ کی رضا اور منشا کی خاطر ہے۔ اس لئے مرید اپنا اعتقاد، اقوال و افعال، ہر کام ہر عادت پیر کی رضا کے مطابق کرے گا۔ کیونکہ پیر کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اور پیر کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۳۶، ۱۸ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ ''علم حق در علم صوفی گم شود'' یعنی اللہ تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں پوشیدہ ہے یعنی صوفی کا علم اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

پیارے! صوفیاء وہ لوگ ہیں جو اہل شریعت وطریقت ہوں تو مرید اپنے پیر کا علم اللہ تعالیٰ کا علم جانے گا۔ اور یہ ایمان ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے کا علم نہیں ہے۔ تو یہ بھی یقین کرے کہ میرے پیر کے علم کا مقابلہ دیگر علماءَ ظاہر کا علم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پیر کا علم اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ اور یہ بھی یقین کرے کہ اگر مرید اللہ تعالیٰ کی دوستی، قرب چاہتا ہے تو اپنے پیر کی بے نظیر محبت کے ذریعے قرب خداوندی حاصل کرے۔ یعنی اپنے دل میں اپنے پیر کی ایسی بے انتہا محبت پیدا کرے کہ اس طرح محبت مخلوق میں کسی اور سے نہ ہو۔ اور ان کی رضا اور تابعداری اپنے آپ میں اس طرح پیدا کرے کہ جتنی محبت، اطاعت اور دوستی اس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اتنی محبت وغیرہ اپنے پیر سے پیدا کرے۔ کیونکہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''میں عرش وآسمانوں میں نہیں سما سکتا لیکن مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔ اگر مجھے دیکھنا چاہتے ہو تو مومنوں کے دلوں میں مجھے دیکھو۔ (الحدیث)

''لایسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبدالمومن''

پیارے! مراد اس سے کامل مومن ہے۔ اور مرید اپنے پیر پر ضرور کامل مومن کا یقین رکھے گا۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کی دوستی، معرفت اور رضا کسی کا مقصود ہے تو وہ اپنے پیر کا بے مثال محب، تابعدار، وفادار اور مخلص صادق بنے۔ اور یہ یقین رکھے کہ میرے لئے میرا پیر معرفت خداوندی کے لئے ایک آئینہ کا وجود ہے۔ کہ میں بھی اس تعلق سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

''المسلم مرأۃ المسلم'' مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے۔

''المؤمن مرأۃ المؤمن'' مومن مومن کا آئینہ ہے۔

"قلب المؤمن عرش الله" مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔

"قلب المؤمن بیت الله" مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔

"قلب المؤمن بیت الرحمٰن" مومن کا دل رحمٰن کا گھر ہے۔

پیارے مسلمان بھائی! عجیب دلیل ہے اس میں فکر کیجئے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ مجھے مؤمن کے دل میں تلاش کرو۔ دوسرا مومن کامل کا وجود میری معرفت کا آئینہ ہے۔ جو مجھے دیکھنا چاہے مومن کامل کے آئینے میں دیکھے اور میں اپنی قدرت کی علامات مومن کے آئینہ میں لوگوں کو دکھاتا ہوں۔ جیسے کہ مذکورہ صفات، کشف و کراماتِ اولیاء۔ تیسرا مومن کا دل میرا عرش ہے۔ مومن کا دل میرا گھر ہے۔

پیارے! دل کی آنکھوں سے دیکھو اور اپنے پیر پر کامل مومن ہونے کا یقین کرلو۔ اور انؒ کی یہ صفات، شرافت اور عزت جان لو۔ اور ان سے ان شرافت وعزت کے حصول کی کوشش کرو۔ اور اپنے پیر کی محبت، رضا، تابعداری کرتے ہوئے ان کی محبت میں مخلص اور صادق ہو جاؤ۔ تاکہ واصل الی اللہ ہو جاؤ۔ مثال کے طور پر یہ مثال سن لیجئے۔

مثلاً کیسی بادشاہ کا دربان جو ہر وقت بادشاہ کے دروازے پر کھڑا رہتا ہے۔ تو وہ لوگ جو بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور یہ چوکیدار اسے بادشاہ سے ملاقات کروانا چاہے۔ تو کروا سکتا ہے۔ کیونکہ اسے اختیار ہے بادشاہ کی طرف سے اور بادشاہ بھی اس چوکیدار کی سفارش قبول کرتا ہے۔ تو اگر بادشاہ سے تعلق اور دوستی رکھنا چاہتے ہو تو پہلے ضرور بادشاہ کے دربان کو راضی کرنا ہوگا۔ اور جس سے چوکیدار راضی ہوتا ہے اور خوش ہوتا ہے تو وہ شخص اسی مناسبت سے کام کرتا ہے۔ تو اس کے بعد اس کی رضا کے مناسب اس کا مقصود

اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس بادشاہ تک رسائی ہو جاتی ہے۔ اس چوکیدار کے تعلق و تعارف سے یہاں تک کہ پھر بادشاہ بھی اس شخص کے خیر و بھلائی اور کامیابی کے کاموں پر راضی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ جو کچھ بولتا ہے بادشاہ مانتا ہے۔

پیارے! اپنے پیر کو کامل مومن جانو اور اس کے دل میں اللہ کو مانو اور اس کے دل کو اللہ تعالیٰ کا عرش اور گھر مانو۔ اور پیر کے منہ کو اس حقیقی بادشاہ کے دربار کا دروازہ سمجھو۔ اور پیر کی رضا کو اللہ تعالیٰ کے دربار کا ایک دربان جانو تو اس کے لئے پہلے پیر کی رضا ہوئی۔ یعنی جب پیر اپنے مرید سے کمال رضامندی سے راضی ہو جائے تو پیر مبارک کا یہ منہ مبارک دربار خداوندی کی طرف جانے کا راستہ ہوا۔ کیونکہ بادشاہ کی ملاقات اور تخت تک لوگ دروازے سے جاتے ہیں۔ تو پیر کا منہ وہ گرانقدر دربار خداوندی کا دروازہ ہے کہ اگر پیر اپنے مرید کو اللہ تعالیٰ سے دیدار اور قرب کے لئے چاہے تو اس دروازے سے مزید قرب خداوندی حاصل کرلے گا۔ مشکل تو سفارش ہوتی ہے۔ جب سفارش ہو جاتی ہے تو کام آسان ہو جاتے ہیں۔ یعنی پہلے دربان کا راضی کرنا مشکل ہوتا ہے جب وہ راضی ہو جائے تو پھر بادشاہ کے سامنے پوری طرح تعارف کراتا ہے۔

اے پیارے مرید کے لئے پہلے اپنے پیر کی رضا مشکل ہے۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو پھر پیر کے منہ سے آپ کی قبولیت دربار خداوندی میں پیش کی جاسکے گی۔ اور پیر کی رضا کے موافق تم کو دربار خداوندی میں قرب و محبت حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ پیر کی زبان کو بوجہ عبادات نفلیہ ایک عظیم الشان خطاب دیا گیا ہے کہ "میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں" دوسری حدیث قدسی میں ہے۔ مجھے مومن کے دل میں تلاش کرو۔ اور مومن کا

دل میرا عرش اور گھر ہے۔تو جب اس کا دل اللہ کا تخت اور گھر ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس دل میں ہے۔تو مومن کا منہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا دروازہ ہوا۔اور مومن کی رضا اور دوستی اللہ تعالیٰ کی دوستی اور رضا و معرفت کا سبب بنا۔

پیارے ! مخلص و صادق مرید ضرور رضاء خداوندی کا طالب ہوگا۔اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ کامل سبب اور کامل وسیلہ پیر کی رضا میں تلاش کرے گا۔اس لئے سلطان العارفین، بحرالعلوم، شمس العلماً آخون درویزہ بابا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پہ رضا دَ پیرؔ دَ خدائی رضامندی   نا رضائے عین تیشہ دَ خپل تندی

یعنی پیر کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔اور پیر کی ناراضگی اپنے سر کو توڑنے کا تیشہ ہے۔اس لئے فرمایا۔کہ پیر کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرح ہے۔کیونکہ رضاء خداوندی پیر کی رضا میں ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔کہ میری رضا، دوستی اور محبت میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا، دوستی اور محبت میں ہے۔اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا، دوستی اور محبت پیر طریقت کی رضا، دوستی اور محبت میں ہے۔اور رضاء خداوندی وہ انعام ہے کہ اسپر تمام مسلمان اپنے مال و جان اور پورا جہاں قربان کرتے ہیں لیکن رضاء الٰہی طلب کرتے ہیں۔اس لئے تو دنیا و مافیہا کے مقابلے میں انہیں محبت خداوندی محبوب ہے۔تو مرید کو بھی اپنے سر و مال اور تمام جہاں سے بڑھ کر اپنے پیر کی رضا و محبت محبوب ہونی چاہئے۔اور اپنے اس پیر پر اپنے آپ اور تمام جہاں سے زیادہ عاشق ہونا چاہئے۔کیونکہ پیر کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔اس لئے اخون درویزہ بابا رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

خپل وجود بہ ئے نافہ دَ ختن نۂ شی   چہ پہ پیر خوښ لۀ خپل ځان نہ مئین نۀ شی

پیارے! اس لئے ان عظیم الشان صفات کی بناء پر امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا

کہ پیر ہمہ رسول اللہ ہیں۔

مولانا روم قدس سرہ اپنے پیر کے متعلق فرماتے ہیں۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی　　　　نیک بین باشی اگر اہل دلی

اللہ تعالیٰ کا نور ولی کے باطن میں ظاہر ہے۔تو اس وقت اس نور کو دیکھنے والا ہو جائے گا کہ جب تمہاری آنکھیں کامل اعتقاد اور علم نورانی سے روشن ہو جائیں۔تو تم بھی اس مقام تک پیر کی محبت کی وجہ سے پہنچ جاؤ گے۔اور تمہاری روح بھی علم نورانی اور علم حقیقی کا شرف حاصل کر لے گی۔اس لئے مولانا صاحب فرماتے ہیں۔

من احب القوم منهم آمدا　　　　حب اهل الله و نور جان شدا

پیارے! جب تمہارے دل میں اولیاء اللہ یعنی اپنے پیر کے خاک پاء کی اتنی قدر پیدا ہو گئی کہ مثل سرمۂ چشمان کہ لوگ اس کو قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔اور آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ جب تو ایسا صادق ہو جائے تو پیر کے طفیل و دعا سے ایسا علم عطا کیا جائے گا کہ از ابتداء تا انتہا۔معرفت خداوندی اور علم حاصل کر لو گے اپنے پیر کے نورانی علم کے سینے کے فیض سے جس علم کو اللہ تعالیٰ کا علم کہا گیا تھا۔اس لئے مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا۔

چشم روشن کن از خاکِ اولیاء　　　　تا ببینی از ابتدا تا انتہا

مولانا مرحوم فرماتے ہیں۔کہ مرید کے لئے کیمیا اپنا پیر ہے۔جب مرید اپنے پیر کے سامنے ادب و عاجزی اختیار کرے تو یہ عاجزی و ادب اس کے لئے کیمیا بن جائے گا۔

اس لئے فرمایا۔

خاک شد در پیش شیخ با صفا　　　　تا زِ خاکِ تو بروئے کیمیا

پیارے! اللہ تعالیٰ کی رضا و معرفت کا جو علم ہے وہ کتابوں میں نہیں ملتا۔ وہ پیر کی غلامی میں حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے مولانا روم نے اپنے آپ سے کہا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　　　تا غلامِ شمس تبریزے نہ شد

اس لئے مولانا روم فرماتے ہیں۔ کہ تھوڑی دیر اپنے پیر کے ساتھ بیٹھنا (ہم نے پیر کا تذکرہ اس لئے کیا کہ مولانا نے اولیاء کی جو شرافت بیان کی تو یہ اپنے پیر کے متعلق فرمایا ہے بلکہ بعض مقامات پر تو پیر اور شیخ کہا ہے بعض مقامات میں ولی کا ذکر بھی کیا تو ولی بھی آپ نے خاص اپنے پیر کو کہا ہے۔ کیونکہ ہر مرید اپنے پیر سے فیض، فائدہ اور خیر پاتا ہے۔ دوسرے سے نہیں پا سکتا اس لئے ہم نے عرض کیا کہ تھوڑی دیر اپنے پیر کے ساتھ بیٹھنا) سو سال کی بے ریا اور مقبول عبادت سے بہتر ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

سنئے پیارے ! اپنے پیر کے دل کی خوشنودی میں کتنا کمال ہے۔ مولانا مرحوم نے رضاء مرشد کے بارے میں فرمایا'' کہ پیر کا دل راضی کرنا حج اکبر ہے بلکہ ہزاروں حج اکبر سے بہت ثواب اور اجر عظیم ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است　　　　از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اے پیارے سن! یہ بھی اپنے پیر کے بارے میں فرمایا اور یہ شرف ہر مرید اپنے پیر کی رضا میں حاصل کر سکتا ہے۔ کہ یہ رضا حج اکبر ہے۔ اور ان کا دل ہزار بار بیت اللہ شریف سے افضل اور بہتر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ مومن کا دل میرا عرش اور

گھر ہے۔اور مجھے مومن کے دل میں تلاش کرو۔جیسا کہ فرمایا امدادالمشتاق صفحہ ۱۳۳ میں تھانوی صاحب اور مشتاق احمد صاحب نے کہ حاجی امداداللہ قدس سرہ نے فرمایا کہ مقام مِنیٰ میں ایک فقیر کا چہرہ اِدھراُدھر دیکھنے سے تھک گیا۔کسی نے پوچھا کہ شاہ صاحب کیا دیکھ رہے ہو۔تو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔تو حضرت صاحب نے فرمایا۔کہ حضرت صاحب! حق تعالیٰ تو صورت وشکل سے مبرا (پاک) ہے۔اگر اس کی صورت ہے تو وہ انسان کامل ہے۔پس انسان کامل نہیں مگر صورت حق کی ہے۔اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کی صحبت وگفتگو منظور ہو تو اولیاء کرام عرفاء عظام کی صحبت اختیار کرو۔اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء کے ساتھ بیٹھنا اور صحبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا اور صحبت ہے۔اس لئے ہر مرید اپنے پیر کو سب سے بڑھ کر ولی جانے گا۔صادق مخلص مرید کا اگر یہ عقیدہ ہو جائے تو اس کے بعد وہ اپنے پیر کے ساتھ بیٹھنا اور صحبت کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا اور صحبت جانے گا۔کیونکہ یہ حدیث سے ثابت ہے۔کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے،صحبت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے اور ہر مرید کے لئے اپنا پیر اہل تصوف ہے۔

"من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف"

اس لئے مرید پر فرض ہے کہ وہ اپنے پیر کے ساتھ بیٹھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا تصور کرے۔تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ حاجی صاحب فرماتے تھے انسان ظاہراً بندہ ہے اور اس کا باطن حق "یعنی اللہ ہے"۔

پیارے! یہ تمام صفات وکمالات اور جملہ شرافت مرید اپنے پیر کے لئے مانے اور کسی اور کے لئے اس طرح صفات اپنے دل میں نہ لائے۔اگرچہ اولیاء اللہ کافی ہیں۔

لیکن مرید کے لئے خاص اپنا پیر ہے کہ جس سے وہ یہ میراث حاصل کرے گا۔ اور صرف اسی کے وسیلے، محبت اور متابعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تک رسائی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا دوست و محبوب بنے گا۔ اس لئے صاحبِ قطب الارشاد امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ ''اگر مرید کے دل میں یہ بات آگئی کہ عالم میں میرے پیر سے بڑھ کر کوئی دوسرا بھی ایسا کہ جس کی وجہ سے میں واصل الی اللہ ہو جاؤں گا یعنی ان کی دعا و وسیلے سے میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاؤں گا اور اللہ کا دوست ہو جاؤں گا۔ تو اگر یہ مرید کے دل میں آگیا تو یہ اس میں شیطان نے تصرف کیا اور اسے بہکا دیا اور دھوکہ دیا۔ بلکہ صادق مخلص مرید یہ یقین رکھے گا میرے پیر سے بڑھ کر میرے خیر و کامیابی کے لئے کوئی دوسرا نہیں۔ اور پیر و مرشد سے مجھے جو فیض پہنچتا ہے تو یہ واسطہ پیرانِ طریقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے فیوض الحرمین میں اپنے مرید کو یہ تعلیم فرمائی۔

ولی کا نفس اصل خلقت یعنی پیدائش میں نفس قدسی یعنی پاک بنتا ہے۔ اور اسے برے کاموں میں مشغول نہیں کرتا یعنی یہ نہیں ہوتا کہ ایک طرف خیال کرنے سے دوسری طرف سے غافل ہو جائے۔ بلکہ ہر طرف اس کی نظر ایک جیسی ہوتی ہے۔ ابد سے لے کر موت تک یعنی وصال تک جتنے حالات آتے ہیں۔ تو ان کا علم انہیں اس وقت ہوتا ہے جب یہ دنیا میں آتے ہیں۔ اور یہ اس اجمالی علم کی تفصیل ہوتی ہے۔ دیکھئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمانبردار و مطیع، غلام کا علم کس انداز سے بیان کرتے ہیں۔ جو اعتقاد، قول و فعل سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ اقوال اور افعال خاص اہل شریعت پیر طریقت میں ثابت ہیں۔ جیسا کہ

"الشريعة اقوالی و الطريقة افعالی و الحقيقة احوالی"

یعنی شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہے۔ یہ تینوں صفات بغیر اہل شریعت وطریقت کے کسی اور میں نہیں۔ تو مرید اپنے پیر کی یہ شرافت علم ضرور مانے گا۔ اس لئے مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

این سخن حق است باللہ می شود اللہ اللہ گفتہ اللہ میشود

یعنی اللہ اللہ کہنے سے بندہ صفات خداوندی کا مظہر بن جاتا ہے۔ اور یہ بات حق ہے اور خدا کی قسم پوری ہوتی ہے۔ اس لئے مولانا تھانوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال خلق الله آدم علیٰ صورته"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ اسلام کو اپنی صورت میں پیدا فرمایا۔ (رواہ البخاری)

تھانوی صاحب کتاب التکشف میں لکھتے ہیں۔ "اس میں انسان کا مظہر حق ہونے کا مسئلہ ذکر ہوا۔ یعنی انسان اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہونے کا مقام ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات اس میں ظاہر ہوتیں ہیں۔ کیونکہ صورت اس کی حقیقتاً ظہور ہے یعنی کامل کی صورت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صورت ظاہر ہے۔ اس لئے مولانا روم نے فرمایا۔ کہ انسان اللہ اللہ کہنے سے اللہ کی صفات کا مظہر بنتا ہے۔ تو ذکر خداوندی مشائخ عظام سے مرید کو ملتا ہے۔ جس کے ذریعے مرید بھی اس مقام تک پہنچتا ہے کہ خود مظہر حق بن جاتا ہے۔ لیکن پیر کو ضرور مظہر حق مانے یعنی صفات خداوندی کا مقام اور مظہر جانے۔ جیسے کہ حدیث قدسی میں

ہے۔ ''جو اپنے آپ پر نفلی عبادت لازم کرے تو میں اس کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور زبان ہو جاتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اس کا دل اللہ کا عرش ہے۔ وقولہ'' مجھے ان کے دلوں میں تلاش کرو۔ اس لئے مولانا قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اہل اللہ کی باتیں اللہ کی باتیں ہیں۔ اور ان کا علم اللہ کا علم، دوستی اللہ تعالیٰ کی دوستی، محبت اللہ کی محبت، بیٹھنا اور صحبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا اور صحبت ہے۔ ان کا ادب وعزت کرنا اللہ تعالیٰ کا ادب وعزت ہے ان کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا ہے۔ ان کا حق اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ ان کی رضا اور قرب اللہ کی رضا و قرب ہے۔

یہ تمام بیان مع دلائل کے پیر و مرشد کے بارے میں ہے۔ تاکہ مرید اپنے پیر کی عزت، شرافت، ادب کو پہچان لے اور مان لے اور اس کو ایسی میراث جانے کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور رحمت ومہربانی سے یہ انعامات اور عزت نصیب فرمائے۔ اور اپنی رضا اور دوستی مجھے عطا کرے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں مشائخ عظام، اہل طریقت و ذکر اور اہل اللہ کے بارے میں لکھا ہے۔'' اہل شریعت اہل طریقت مشائخ عظام پر ارواح، عالم ارواح اور دیگر مقامات کا حال کشف ہوتا ہے۔ اور زمین وآسمان جنت ودوزخ میں جس مقام کا بھی چاہیں تو جب اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو اس مقام کے حالات معلوم کر لیتے ہیں۔ اور اس مقام کی مخلوق سے باتیں کرتے ہیں۔

دیکھا آپ نے کہ جب وہابیوں کے سرغنہ بھی پیر و مرشد، اہل اللہ کا علم وطاقت اس قدر مانتے ہیں۔ تو مخلص صادق سنی مسلمان مرید پر تو فرض ہے کہ وہ کم از کم ایک وہابی جتنا عقیدہ تو اپنے پیر کے متعلق رکھے۔ اور اگر اس قدر غیرت وایمان بھی نہ ہو تو پھر تو ایک

وہابی سے بھی بدتر ہے۔

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمتہ اللہ علیہ مجموعہ فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔

سوال! عام لوگ جو مصیبتوں کے وقت ان مصائب کو دفع کرنے کے لئے جو غائبانہ آواز دیتے ہیں۔کہ ''یا پیر یا فلاں باباولی'' اور اس سے مراد انبیأ علیہما السلام ،مرسلین ،صالحین اور بزرگان دین ہیں۔اور یہ لوگ ان بزرگوں کے حضور میں غائبانہ فریاد کرتے ہیں۔تو کیا پیران طریقت مشائخ عظام موت کے بعد بھی فریادرسی کر سکتے ہیں؟

جواب ! انبیأ ،مرسلین ،اولیاء اللہ یعنی پیرانِ طریقت ،بزرگوں سے بعد الوفات فریاد کرنا درست اور جائز ہے۔اور یہ حضرات امداد کر سکتے ہیں۔اور بعد الوفات بھی امداد کرنے اور فریادرسی کا حق رکھتے ہیں۔

پیارے ! معلوم ہوا کہ مرید اپنے پیر پر قبل الوفات و بعد الوفات ایسا یقین رکھے گا۔اس لئے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ بستان المحدثین میں شیخ ابوالعباس احمد زروق رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

انا لمریدی جامع لشتاته اذا ماسطا جور الزمان بنکبته

میں اپنے مرید کا بوقت انتشار جمع کرنے والا ہوں۔جس وقت زمانے کے ظلم اس پر حملہ کریں۔اور اگر تو سختی ،تنگی اور وحشت میں ہو تو یا زروق کہو اور آواز دو میں حاضر ہو جاؤں گا۔

دیکھئے کہ یہ پہنچنا کیسا حق ہے اور مرید کے لئے یہ عقیدہ کیسے اچھا ثابت ہوا کہ اپنے پیر کی امداد ماننا اور اسے آواز دینا اس عقیدے سے کہ میرا پیر سنتا ہے اور امداد کی طاقت رکھتا ہے اگر کہ میں اس کو نہیں دیکھتا کیونکہ اس کی طاقت عین اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے اور ان

کے وہ تمام اوصاف جو ظاہر و باطن سے ثابت ہوتے ہیں۔ جو گزر گئے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نفلی عبادت کی وجہ سے اس کے کان، آنکھ، ہاتھ و پاؤں اور زبان ہوجاتا ہوں۔ان کے دل اللہ تعالیٰ کا عرش ،گھر ہے اور ان کا علم اللہ کا علم ، دیکھنا ،سننا، پکڑنا، چلنا، بولنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کے ساتھ ہوں اور ان کے لئے جنگ کرتا ہوں۔اور ان کی امداد کرتا ہوں۔ان کے دوست میرے دوست ان کے دشمن میرے دشمن،ان کی رضا میری رضا،ان کی دوستی میری دوستی،ان کی محبت میری محبت ہے۔یعنی پیر مرید کے لئے ایک ایسا آئینہ ہے۔کہ اس آئینہ میں یہ مرید اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا اور اللہ کو خود بھی پہچان لے گا۔اور جب یہ مرید پیر کو پہچان لے تو پھر خود کو بھی بلکہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لے گا۔

اس تقریر میں پیر کا تعارف اس لئے ہوا کہ جب مرید اپنا تعارف اور اللہ کا تعارف حاصل کرے تو ان تمام تعارف کی بنیاد پیر کا تعارف بنا اور یہ پیر مقصود کے حصول کے لئے بنیاد بنا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وابتغوا الیہ الوسیلۃ' تو پیر کامل وسیلہ بنا۔''اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تقرب تلاش کرو''

پیارے ! جان لو کہ علم طریقت چاروں مذاہب میں ثابت ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے اور اس وقت سے لے کر قیامت تک یہی سلاسلِ محبت وصحبت جاری ہیں۔جس طرح محبت اور صحبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے درمیان تھی۔جو ایک حقیقی اور نورانی علم ہے سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے۔یہ تین طریقے قادریہ، چشتیہ و سہروردیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول یعنی ثابت و جاری ہیں۔باقی صرف ایک سلسلہ نقشبندیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

اے عزیز ! جان لے کہ وہ طریقہ جو نزدیک تر، جلد پہنچانے والا، کتاب و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ موافق، زیادہ محفوظ، زیادہ پختہ، زیادہ سچا، زیادہ رہنمائی فرمانے والا، بہت اونچا، بہت بزرگ، بہت بلند مرتبہ اور بہت کامل ہے وہ صرف بلند طریقہ عالیہ نقشبندیہ ہے اور یہی سلسلہ مبارکہ تمام سلاسل کا سردار ہے کیونکہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے سر حلقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کا مرتبہ تمام مخلوق میں بعد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہے اور ان کی بزرگی بوجہ قوتِ ایمانی و نسبت، با حق تعالیٰ ہے۔ یہ وہ ابوبکر ہیں جنھیں دربار الٰہی سے سلام آتا ہے اور جن کا لقب صدیق رکھا گیا۔ یہ وہ صدیق اکبر ہیں جنھوں نے سفر و حضر حتیٰ کہ ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا اور ان کے رفیق رہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندے کا اعلان کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر کا آدھا سمان دربارِ رسالت میں پیش کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سمان لے آئے پوچھا گیا کہ گھر میں گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو تو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول علیہ السلام کی محبت۔ اس قربانی کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران رہ گئے اور فرمانے لگے کہ میں کبھی بھی ان سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ اللہ اللہ کیا شان ہے صدیق اکبر کی تو اے سالکِ راہ طریقت اگر تو مقام صدیقیت کی تمنا رکھتا ہے تو اپنے پیر کامل و مکمل کی صحبت میں اس طرح فنا ہو جا جس طرح حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کی محبت میں فنا تھے تو اللہ تعالیٰ تجھے بلند مقام و مراتب نصیب فرمائے گا۔ میرے آقا علیہ السلام نے کئی دفعہ ان کی فیاضی کا اعتراف کیا ہے۔ فرماتے تھے۔

مانفعنی مال احد قط مانفعتی مال ابی بکر (کنز العمال)

کہ ابوبکر کے مال سے جو فائدہ مجھے ملا ہے وہ کسی اور کے مال سے نہیں ملا۔

جب کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے احسانات کا ذکر فرماتے تو اس طرح فرماتے:

انہ لیس من الناس احدا من علی فی نفسہ و مالہ من ابی بکر (کنز العمال)

یعنی جان اور مال کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکر سے زیادہ کسی اور کے احسان نہیں۔تو آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور فرماتے: اے اللہ کے پیارے رسولؐ یہ جان اور مال تمام رسول خدا کے لئے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو اترن ایمان ابی بکر مع ایمان امتی لرجع

یعنی اگر ایمان ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری باقی امت کے ایمانوں کے ساتھ تولا جائے تو ایمان ابوبکرؓ کا پلڑہ ان پر بھاری ہوگا۔لہذا اس عظیم نسبت کی بناء پر یہ سلسلہ عالیہ عظیم سلاسل سے افضل و اعلیٰ ٹھرا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جلِ جلالہ نے جو کچھ میرے سینے میں ڈالا ہے وہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔

(مکتوبات وغیرہ) (الجامع الصغیر ۲ مصر)

اس لئے یہ سلسلہ سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے۔متقدمین کے دور میں صدیقیہ کے نام سے شہرت رکھتا تھا اور جب حضرت بہاؤالدین نقشبند تک پہنچا تو ان کی روحانی اور باطنی کمالات کے ظہور اور قوت ولایت اور تربیت کے اجتھاد کی وجہ سے نقشبندیہ پر مشہور ہوگیا اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کے بعد مجددیہ کہلانے لگا اور دورِ حاضر میں مرشدنا و وسیلتنا الی اللہ تعالیٰ حضرت اخندزادہ سیف الرحمان دامت برکاتہم العالیہ کی شبانہ روز محنت و اجتھاد کی وجہ سے سیفیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے مرشد کریم کو درازعمر

نصیب فرمائیے اوران کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھئے۔

حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے کو صدیق اکبرؓ کے ساتھ نسبت حاصل ہے اور باقی طریقوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ساتھ لہذا جتنا صدیق اکبرؓ کا درجہ حضرت علیؓ کے درجے پر فوق ہے تو اتنا ہی تفوق سلسلہ نقشبندیہ کا باقی سلسلوں پر حاصل ہے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والے طریقوں میں سب سے زیادہ قریب ہے اور دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں درج ہے اوران کی نسبت تمام نسبتوں سے اعلیٰ ہے یہ سب کچھ اس بناء پر ہے کہ اس سلسلہ عالیہ میں التزام سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بدعت سے اجتناب ہے یہ بزرگ قدس اللہ سرہم حتی الامکان رخصت پر عمل کرنا جائزنہیں رکھتے اگرچہ بظاہر باطنی طور پر اسے نفع بخش ہی پائیں اور عزیمت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اگرچہ صورت کے لحاظ سے سیرت اور طریقہ میں نقصان دہ ہی محسوس کریں ان بزرگوں نے احوال ومواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اوراذواق ومعارف کو علوم شرعیہ کا خادم تصور کیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ دیگر مشائخ کا حضوراور تجلی برقی ہے اوراکابر نقشبندیہ کے نزدیک یہ تجلی کوئی اعتبارنہیں رکھتی بلکہ ان کا حضور اور تجلی ذاتی اور دائمی ہوتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

طریقہ عالیہؒ کے مشائخ نے اپنی سیر کی ابتداء عالم امر (قلب، روح، خفی، اخفی) سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو اس ضمن مین طے کیا ہے بخلاف دوسرے سلاسل (قادری۔ چشتی، سہروردی) کے مشائخ۔ کہ ان کی سیر کی ابتداء عالم خلق طے کرنے کے بعد عالم امر میں قدم رکھتے ہیں اور مقام جذبہ تک پہنچتے ہیں لہذا طریقہ عالیہ نقشبندیہ وصول میں تمام طریقوں سے زیادہ قریب ہے اس لیے دوسروں کی انتہا ان کی ابتداء میں درج ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

یعنی میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو۔

حضرت مولانا جامی فرماتے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند ۔۔۔ کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

زدل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں ۔۔۔ می برد و وسوسہ خلوت وفکر چلہ را

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور ۔۔۔ حاش للہ کہ برآدم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند ۔۔۔ روبہ از حیلہ چسا بگسلد ایں سلسلہ را

نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ کے سالار ہیں جو چپکے سے قافلے کو حرم تک پہنچادیتے ہیں مالک کے دل سے ان کی صحبت کی کشش وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کشی سے بے نیاز کردیتی اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا ان پر زبان طعن دراز کرے تو اس کی مرضی میں تو خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں۔ جہاں کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کرسکتی۔ اللہ کریم ہمیں بھی اس قوی اور عظیم نسبت سے نسبت عطا فرمائے اور ان کی فیوضات وتجلیات سے حصہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الامین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالے ”الانتباہ فی سلاسل اولیاء“ میں تفصیل بیان کی ہے۔ اور یہ حدیث شریف نقل کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”لکل شیءٍ مصقلة و مصقلة القلب ذکر اللہ“

تو ہر شے کے لئے صفائی کرنے والا ہے۔ اور دل کو ذکرِ خداوندی سے صاف کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد دل میں علم وحکمت کا نورانی چشمہ پیدا و جاری ہو جاتا ہے۔ اور دل

کے آئینے سے معلومات حاصل کرتے ہیں جیسا کہ یہ بحث ذکر کے سبب سے علم نورانی کے بارے میں تفصیل سے گزری ہے۔اور آئندہ بھی آئے گی۔اور دل کی صفائی کے لئے ذکر بغیر طریقت کے کامل وجہ سے نہیں ہوسکتا۔اس لئے پیر ومرشد کی ضرور حاجت ہوتی ہے۔اس لئے شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ نے اپنے اس رسالے میں لکھا ہے۔دل کی مثال چقماق ہے۔جس سے آگ نکالتے ہیں۔جب لوہا پتھر پر مارنا سیکھو گے تو آگ نکلے گی ورنہ کوشش رائیگاں جائے گی۔غرض یہ کہ مرشد کے بغیر گزارہ نہیں۔جیسے کہ ان سخت دل اور غافل دل والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا''ان کی مثال پتھر کی سی ہے بلکہ ان سے بھی سخت'' قولہ تعالیٰ'' ثمّ قست قلوبکم من بعد ذالک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ''

پس خرابی ہے سخت دل والوں کے لئے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں۔اور زنگ چڑھا ہوا ہے۔اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہیں۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دل کی صفت سختی میں بیان کی ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں۔اور سخت ہونا پتھر کی صفت ہے۔اور خاص کر پتھروں میں سخت ترین پتھر چقماق ہے۔(جس سے آگ حاصل کی جاتی ہے) یہ اصل میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی حالت بیان کی ہے۔کہ پیغمبروں کے دیگر معجزات کے علاوہ مُردوں کو زندہ کرنا دیکھتے لیکن پھر بھی دل پتھر کی طرح سخت تھے اس وجہ سے کہ انہوں نے کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں پڑھا۔اور اس کا پڑھنا ان کو بہت مشکل تھا۔اور یہی سختی دل ان مسلمانوں میں بھی ایک اندازے کے مطابق ہے۔جو ذکر کرنے سے غافل ہیں۔اور ذکر کرنا ان کو بہت مشکل لگتا ہے۔کیونکہ دل ان کے بہت سخت ہو گئے ہیں کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں کی شرافت اور عزت یعنی اولیاء اللہ اور اہل طریقت کی عزت سر کی آنکھوں سے دیکھتے

ہیں لیکن ان کے دل سخت ہونے کی وجہ سے نرمی حاصل نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے دلوں پر حسد، نفاق اور تکبر کا زنگ اس طرح غالب ہوا ہے کہ ان کو حق باطل نظر آتا ہے اور باطل حق۔ تو اللہ تعالیٰ نے ذکر کے بارے میں بڑی سختی سے حکم فرمایا کیونکہ ذکرِ خداوندی سے لوگ نجات حاصل کرتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا:

"واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون"

اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو تا کہ تم لوگ کامیاب ہو جاؤ۔

"ولذکر اللہ اکبر" اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

"الا بذکر اللہ تطمئن القلوب"

خبردار اللہ کے ذکر سے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں۔

اس لئے فرمایا کہ جب بھی تم ان علوم و معلومات کی طلب کرتے ہو جس کے ذریعے بندہ واصل الی اللہ ہوتا ہے۔ اور تم پر علم حقیقی نورانی اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جائے اور تم اس میں تمیز نہیں کر پاتے تو پھر اہل ذکر سے پوچھو جب تم نہیں جانتے۔ کقولہ تعالیٰ "فسئلو ا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون "اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل ذکر حضرات کو ایسا بڑا حقیقی نورانی علم حاصل ہے کہ ان کے علاوہ دیگر علم ظاہر کے علمأ کو حاصل نہیں جو اہل ذکر نہیں ہوتے۔ اس لئے ذاکرین کے مقابلے میں دیگر لوگ لاعلم ہیں اس لئے یہ حکم فرمایا کہ پوچھنا ہو تو اہل ذکر سے پوچھو۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مرید اہل طریقت اگر کسی علم کے بارے میں اپنے پیر و مرشد کے علاوہ کسی اور کا محتاج بنتا ہے۔ یعنی اپنے پیر کے ماسوا کسی اور سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے کہنے کے مطابق عمل کرتا ہے اور یہ عالم اسے پیر کے مقابلے میں زیادہ عالم ماہر نظر آتا ہے اور پھر اسی وجہ سے اس کی محتاجی اور ماتحتی کرتا ہے۔ یا اپنے پیر کے کہنے کے مقابلے میں اپنے علم و سمجھ یا

کسی اور عالم کے کہنے پر عمل کرتا ہے۔ یا اپنے پیر سے بڑھ کر کسی اور کا درجہ اسے بڑا اور بلند نظر آتا ہے تو یہ مرید بہت بڑا گمراہ اور منکر ہے۔ کیونکہ اس کا پیر تو ذاکر تھا اور اس کو بھی ذاکر بنایا تھا اور ذاکر کا علم تو ذکر کے اندازے کے مطابق بہت بڑا ثابت ہے تو اس کے لئے اپنا پیر کافی تھا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کے قول پر یقین نہ کیا اس لئے ایسا کیا۔

اے عزیز ! ذکر خداوند سے انسان کو وہ نور حاصل ہوتا ہے کہ جو دنیا و قبر میں بھی ساتھ ہوتا ہے۔ اور آخرت میں پل صراط پر اس کے آگے آگے ہوگا۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''وجعلنا له نوراًیمشی به فی الناس''

اللہ تعالیٰ نے اس کو نور دیا کہ جس کو لیے لوگوں میں چلتا ہے۔ اور یہ نور اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جان لو کہ اصل حقیقی ایمان و اسلام اور اصل حقیقی علم ان لوگوں کا ہے کہ جن کے سینے نور سے روشن ہو گئے ہیں۔ اور یہ نور ان کے سینوں میں بوجہ کثرت ذکر حاصل ہوا ہے۔ کقولہ تعالیٰ ''افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علىٰ نور من ربه'' وہ شخص جسکا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دے پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور پر ہے۔ یعنی جو لوگ خاصان خدا اور مومن ہوں تو ان کے سینے یعنی دل نور الٰہی سے روشن ہو گئے ہیں۔ اور ان کے باطن نور سے منور ہو گئے ہیں۔ اس لئے مولانا روم قدس سرہ ان حضرات کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''نور حق ظاہر بود اندر ولی　　　نیک بین باشی اگر اہل دلی''

نور خداوندی خاص اولیاء میں ظاہر ہے۔ اس کو تو دیکھ لے گا اگر تو اہل دل ہو جائے۔ اور اگر اس نور حقیقی کو حاصل کرنا چاہے تو ان حضرات کے ساتھ خصوصی طور پر تعلق و محبت شروع کر۔ اور اپنے سینے میں ان کے بارے میں اخلاص و صداقت سے محبت کی شمع روشن کر۔ تو اس محبت کے اثر سے تمہیں بھی وہ نور حاصل ہو جائے گا کہ تمہاری روح بالکل نور

بن جائے گی۔اس لئے مولانا قدس سرہ نے فرمایا۔

من احب القوم منھم امدا　　　حب اہل اللہ ونور جان شدا

یعنی جس کی جس کے ساتھ محبت ہو تو وہ ضرور ان کے ساتھ ہوگا۔لیکن اہل اللہ کی محبت روح انسانی کو نور بنا دیتی ہے جس کی وجہ سے پھر یہ انسان علم کی معلومات کرے گا۔اور اپنے مقام اصلی کی طرف اس نور کے ذریعے اور طاقت سے پرواز کرے گا۔اور اس نور کے ذریعے اسے معرفتِ خداوندی کا علم حقیقی حاصل ہوگا جس کی وجہ سے حجاباتِ ظلمت سے باہر آ کر واصل الی اللہ ہو جائے گا۔اور یہ محبت اولیاء اللہ جیسے مرید اپنے پیر کے ساتھ محبت کرتا ہے تو یہ نیک بختی کی علامات میں ایک علامت ہے۔جس کے ذریعے یہ شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا اور اسے اپنی دوستی کے لئے چن لے گا۔اور یہ شخص معرفت خداوندی کے علم نورانی کا اہل ہوگا تو اسے اپنے دل میں ہمنشینی یعنی صحبت و محبت اولیاء اللہ واہل طریقت حاصل ہوگی۔اور جب یہ انتہائی عقیدت و محبت سے ان کی صحبت وحضور میں حاضر ہوتا ہے۔اور ان کا مخلص صادق محبت کرنے والا بنتا ہے۔تو یہ اللہ تعالیٰ کا اس پر خصوصی انعام و احسان ہوتا ہے۔جیسا کہ فرمایا۔

”ایدک اللہ تعالیٰ الیٰ طریق السلوک الحق یھدی اللہ لنورہ من یشاء“

اللہ تعالیٰ تجھے طریقت کے سلوک کے راستے کی طاقت دے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ جسے اپنی دوستی کے لئے چُن لیتا ہے تو اسے ایسی ہدایت دیتا ہے کہ وہ سلوک کا حق راستہ پسند کرتا ہے۔یعنی اہل شریعت پیر طریقت کی محبت کی آرزو رکھتا ہے۔اور ان کا ہم نشین ہو جاتا ہے۔یعنی ان کے حضور میں بیٹھتا ہے۔جیسا کہ مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　　او نشیند در حضور اولیاء

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا پسند کرے تو وہ آ کر اولیاء کا ہمنشین ہو جائے یعنی جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے تو وہ اولیاءِ کی صحبت میں آ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کی اولیاء اللہ کے ساتھ ہمنشینی یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم نشینی ہے۔ اور ان کو دیکھنا یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے۔

اس لئے فرمایا۔ ''من ارادان یجلس مع الله فلیجلس مع اهل التصوف''
یعنی جو ارادہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھے تو پس وہ اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے۔ تو معلوم ہوا کہ مرید کا اپنے پیر کے ساتھ بیٹھنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا ہے۔ اور پیر کو اہل تصوف اور اہل تصوف اولیاء اللہ کو کہتے ہیں۔ یعنی اہل تصوف اولیاء اللہ ہیں۔ اور ولی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یعنی یہ صفات خداوندی میں سے ہے۔

کقولہ تعالیٰ ''الله ولی الذین آمنو ایخر جهم من الظلمت الی النور''
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ ان کو کفر کی تاریکیوں سے ایمان کے نور کی طرف لاتا ہے۔ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی ہے۔ ولی دوست کو کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے ہیں۔ ان کو کفر کی تاریکیوں سے نورِ ایمان کی طرف لے آتا ہے۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ولی ثابت ہوا تو ولی کا نام یہ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں دیا گیا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ موصوف ہو چکے ہیں۔ کقولہ 'تخلقوا باخلاق الله تعالیٰ' 'ان اخلاق سے موصوف ہونے پر یہ اولیاء لوگوں کو کفر کی تاریکیوں سے نورِ ایمان کی طرف لاتے ہیں۔ جو خاص ایمان کا نور ہے۔ کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد مومن اپنے ایمان کی ترقی نور کی زیادتی کے ساتھ طلب کرتے ہیں۔ اور انہیں یہ ترقی نورِ ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ تو انہیں یہ اس کے بعد

حاصل ہوگی کہ یہ لوگ اہل تصوف کی دعوت قبول کریں اور اہل شریعت وطریقت ،اہل تصوف کے اخلاص وصداقت کے ساتھ تابعدار بیعت کرنے والے ہوجائیں تو پھر حق راستے کی ہدایت پالیں گے۔اوراس راہِ ہدایت میں انہیں یہ نور حاصل ہوجائے گا۔جس کے ذریعے رضاء الٰہی کے اہل بن جائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کے دوست بن جائیں گے۔جیسے کہ حدیث شریف میں ہے۔

"ایدک اللہ تعالیٰ الی طریق سلوک الحق یھدی اللہ لنورہ من یشاء"

عام وخاص کے ایمان میں فرق تو معلوم وثابت ہے۔کہ عام لوگوں کا ایمان برہنہ ہےاور خواص وکاملان امت کا ایمان باحیا، باعزت، بلنداور مقبول ہے۔"الایمان عریان و لباسہ التقویٰ" اس کے بعدان متقیوں اور بزرگوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جن کا ایمان بہترین اور افضل ہے۔قولہ تعالیٰ"ان خیر الزادالتقوی "تحقیق بہترین توشہ آخرت تقویٰ ہے۔تمام مسلمانوں کا ایمان توایک ایمان ہے۔لیکن تقویٰ وزہد کی وجہ سے ایمان ایسا منور ہوجاتا ہے۔اورترقی حاصل کرتا ہے کہ بیان کی مجال نہیں۔

"قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لکل دآءٍ دواء ودواء الذنوب الاستغفار"

ہر مرض کی دوا ہےاور گناہوں کی دوااستغفار ہے۔

پیارے! طریقت پہلے مرید کے گناہوں کا علاج کرتی ہے اس لئے وظیفہ استغفار کا حکم دیا جاتا ہے۔تاکہ ظاہر و باطن گناہوں کی نجاست اور زنگ سے صاف ہوجائے اور رحمت خداوندی اور مغفرت کے قابل ہوجائے۔لیکن یہ بھی خاص پیرطریقت کے تعلق سے حاصل ہوتا ہے۔اس کے بعد کمالِ ایمان کی زیادتی کے حصول کے لئے مرید کو ذکرنفی واثبات بتاتے ہے۔اس سے اس کے دل میں ذکر کا نور متجلی ہوکراس کا ایمان اور زیادہ قوی اور منور ہوجاتا ہے۔اوراس کی روح نفس امارہ کی تاریکیوں سے نکل کرمقصود کی

طرف پرواز کرتی ہے۔ یہاں تک کہ معرفت خداوندی، وصلت اور قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ ثبوت اس حدیث شریف میں ہے۔

"قال علیه الصلوٰة والسّلام ذکر الله علم الایمان فبراءة من النفاق و حصن من الشیطٰن"

یعنی ذکر خداوندی کامل ایمان کی نشانی ہے۔ یعنی کثرت ذکر ایمانِ کامل کی علامت ہے۔ منافقت سے خلاصی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی جدائی سے مامون ہو جائے گا۔ اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے جدا نہ ہوگا۔ اور کثرت ذکر شیطان سے بچنے کے لئے قلعہ ہے۔ یعنی ذاکر شیطان سے ذکر کے قلعہ میں محفوظ ہو جائے گا۔ اور واصل الی اللہ ہو جائے گا۔ کقولہ تعالیٰ "انا مع عبدی من ذکرنی" میں اپنے اس بندے کے ساتھ ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے اور جس کی، جس سے محبت ہو وہ ضرور اس کے ساتھ ہوگا۔ کقولہ "من احب قوماً فهو منه" اور محبت کی علامت یہ ہے کہ جس کی جس کے ساتھ محبت ہو تو کثرت سے محبوب کا ذکر کرتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت کثرت ذکر خداوندی ہے۔ کقولہ علیہ السلام "علامة حب الله حب ذکره" اس سے معلوم ہوا کہ ذاکر انسان کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ اور ذاکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتا ہے۔ کقولہ تعالیٰ۔ "فاذکرونی اذکرکم" اس لئے اپنے نور سے ذاکر کا ایمان کامل اور مکمل بنا دیا۔ اور اس نورِ ایمانی سے ذاکر کی روح کو وہ ترقی حاصل ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مخلص صادق عاشق بنا۔ اور جذبہ عشق سے اللہ تعالیٰ کا عارف و دوست بن کر واصل الی اللہ ہو کر نورِ خداوندی میں فنا ہو گیا۔ موت کے بعد بھی روح اسی نور کے ذریعے روبہ ترقی ہوتی ہے اعلیٰ علیین کی طرف کہ مثال اس کی سورج کی سی ہے

کہ سورج آسمان میں اور اس کی روشنی زمین میں ہے۔اسی طرح مومن کے جسم کے ساتھ قبر میں روح کا تعلق ہوتا ہے کہ اس کی روح اس اعلیٰ مقام میں سیر کرکے جنت کے انعامات سے لذت وذائقہ حاصل کرتی ہے اور اسے سب کچھ ایسا دکھائی دیتا ہے جیسا کہ سورج کو زمین۔اور اپنے جسم کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہوتا ہے۔جیسے ایک شخص کسی مقام میں اپنی ضرورت کے مطابق آرام کرتا ہے اور اس کی روح ایک اعلیٰ مقام میں بہت انعامات و خوشیوں میں مصروف ہو۔اور جب چاہے اپنی طبیعت سے اس کی روح واپس ان مقامات سے آتی ہے۔اور اس کا بدن بہت خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایسی ایسی سیر کی اور انعامات دیکھے۔اور کچھ کھایا پیا۔اسی طرح اس کامل مومن کو اور اس کی روح کو اللہ تعالیٰ قبر میں رزق عطا فرماتا ہے۔کقولہ تعالیٰ "عندہ ربھم یرزقون،فرحین بما اتا ھم اللہ الخ "عند اللہ انہیں رزق دیا جاتا ہے۔اور خوش ہوتے ہیں ان انعامات پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیئے۔اور آنے والے لوگوں کے بارے میں بشارت قبول کرتے ہیں جو ابھی تک ان سے نہیں ملے۔"القبر روضۃ من ریاض الجنۃ" یعنی قبر مومن کامل کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔اسی طرح مومن اپنی قبر میں آرام فرماتا ہے۔اور اس کی روح عرش معلی اور جنت کی سیر کرتی ہے۔اور جنت کی نعمتوں سے لذت حاصل کرتی ہے۔جو عین اس کی قبر میں جسم کو حاصل ہوتی ہے۔گویا جسم بذات خود ان نعامات واحسانات میں مصروف ہوتا ہے۔جب جسم کی ضرورت کے مطابق آرام پورا ہوجاتا ہے۔تو پھر بھی اپنی طبیعت کے مطابق کروٹ لیتا رہتا ہے۔اس کی مثال زندہ آدمی کی بیان ہوئی کہ جب خواب وآرام سے اٹھتا ہے تو جس طرف چاہے جاتا ہے۔اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اسی طرح ان کاملان طریقت،نورانی علم ونورانی ایمان ونورانی روح والے ولیاء جو اصحاب شریعت وطریقت ہیں ان کے مزاروں میں یہی حال ہوتا ہے کہ آرام

فرماتے ہیں اور روح کی سیر کرنے سے انہیں روزی دی جاتی ہے۔عزت اور لذت دی جاتی ہے۔اور ان کی روح کو آرام کے وقت تمام جہاں ایسا نظر آتا ہے جیسے کہ سورج کو زمین نظر آتی ہے۔

"کا لشمس فی کبد السماء وضوء ھا یغش البلاد مشارقا و مغاربا"

اور جب آرام کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور اٹھنا چاہے یا دور سے کوئی آواز دے یا نزدیک سے فوراً وہ روح پہنچتی ہے۔اور طبیعت کے مناسب یا کسی کی ضرورت کے مطابق وہ کام،قول و فعل کرتی ہے۔اور دور سے آواز سننا اور ان کو آواز دینا تو اس لئے صحیح اور حق ہے گزشتہ صفحات میں حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نفلی عبادت کی وجہ سے میرا بندہ میرا دوست ہو جاتا ہے۔تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔تو قبر میں کسی ولی کا سننا یہ اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت ہے۔اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے۔تو جان لو کہ اولیاء اللہ موت کے بعد ہر جگہ سے پکار کو سنتے ہیں۔کیونکہ ان کے کانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرح کا خطاب دیا ہے۔اب اگر اس خطابِ خداوندی سے کوئی منکر ہو جائے تو کافر ہو جائے گا۔اور اولیاً اللہ کے بعد الوفات سننے کا قائل کامل مومن ہے باقی یہ بھی جاننا چاہیے کہ جب روح بدن سے باہر عرش معلیٰ اور جنتوں کی سیر کر رہی ہو تو کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لا الہ الا اللہ کو ایمان کہا گیا ہے تو اس وقت ایمان کا یہ حصہ یہ جز روح کے ساتھ ہوتا ہے۔اور "محمد رسول اللہ" یہ دوسرا اجز ایمان جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔اس وجہ سے "محمد رسول اللہ" لا الہ الا اللہ کی ذاتِ نورانی، حقیقی سے تجلی نور ہے۔یعنی محمد رسول اللہ اللہ رب العزت کے نور سے ہیں۔جیسا کہ فرمایا۔"انا من نور اللہ و المومنون منی" اس سے معلوم ہوا کہ کامل مومن محمد رسول اللہ کے نور سے ہیں۔اس لئے قبر میں بھی وہ نور ایمانی محمد رسول اللہ مومن کے ساتھ ہوتا ہے۔اور روح

مومن جوامرِ خداوندی ہے تو وہ ایمانِ نورانی لاالٰـہ الاالـلـہ کے روح کے ساتھ ہے اور محمد رسول الله تو ویسے بھی "لا اله الا الله" کا نور ہیں۔ جو نہ عین اللہ ہے اور نہ غیر اللہ ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ "گیس کی روشنی عین گیس کی نہیں کہ نہ تو آپ اسے عین گیس کہہ سکتے ہیں اور نہ گیس سے الگ وجدا کہہ سکتے ہیں۔ یعنی گیس سے الگ وجدا ہے مگر جہاں گیس ہو وہاں گیس کی روشنی ہوگی۔ جہاں گیس مانی جائے وہاں اس کی روشنی بھی مانی جائے گی۔ لیکن اگر گیس کی روشنی سے کوئی انکار کرے تو یہ عین گیس سے انکار کرنا ہے۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاالہ الااللہ کی ذات کا نور ہیں نہ اس کا عین ہے اور نہ اس سے الگ وجدا۔ جو بھی لاالہ الا الله موجود، دانا، بینا مانے گا تو محمد رسول اللہ کو بھی مانے گا۔ اور جو بھی محمد رسول اللہ کو موجود دانا، بینا نہیں مانتا ہو وہ عین اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا۔ تو جان لو کہ مومن کا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے۔ اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ تو مومن کا جسم محمد رسول اللہ سے غیر بھی نہیں اور اس کا عین بھی نہیں۔ اور محمد رسول اللہ کی روح سے جدا بھی نہیں۔

کیونکہ محمد رسول اللہ لاالـہ الا الله سے جدا اور غیر نہیں۔ اور روح تو لاالہ الا الـلـه سے ہے یعنی منجانب اللہ ہے۔ جیسا کہ "قل الروح من امر ربی" تو روح امر خداوندی ہے اور اسے مخلوق کہا گیا ہے لیکن روحِ مومن کے ساتھ لاالـہ الا الـلـہ بھی ہوتا ہے۔ اور محمد رسول اللہ بھی۔ کیونکہ محمد رسول اللہ لاالـہ الا الـلـه سے غیر اور الگ نہیں تو جب جسم کے ساتھ محمد رسول اللہ ثابت ذکر ہوا ہے اور لاالـہ الا الـلـہ بھی محمد رسول اللہ کے ساتھ ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا قول وفعل ہیں۔ جو معجزہ اور تمام اقوال وافعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اور مومن کامل کا قول وفعل اس فانی زندگی میں بھی اور قبر میں بھی یہ تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور معجزے

سے ہیں۔یعنی یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔اور یہ تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزات،اقوال،افعال اور جملہ کمالات پر دلیل ہے۔اس دارِ فانی میں بھی اور دارُالبقاء میں بھی یعنی عالم برزخ میں بھی۔مطلب یہ ہوا کہ حقیقت میں یہ سننا،بولنا،دیکھنا،پکڑنا،چلنا جو اولیاء کی زندگی میں ہو یا بعدالوفات ہو یہ تمام اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت ہے۔(دوبارہ اپنے موضوع پر آتا ہوں)جب قبر میں کسی ایسے مومن کو کوئی دور سے آواز دے جنہوں نے دنیا میں اپنے اوپر نوافل لازم کر لئے تھے اور وہ بزرگ وفات پا جاتا ہے تو وہ یہ آواز اس لئے سنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کے کان ہو جاتا ہوں نفلی عبادات کی وجہ سے۔اور جو ان بزرگوں سے مدد مانگتے ہیں۔ضرورت اور حاجت کے وقت تو یہ بزرگ پہنچتے ہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمایا نے کہ میں ان کے پاؤں بن جاتا ہوں۔جس سے یہ چلتے ہیں۔اور مدد اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان کے ہاتھ بن جاتا ہوں۔اور دیکھتا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے یہ دیکھتے ہیں۔اور ان کی زبان اور حکم پر کام اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں۔اور ان کی زبان کا کہنا اس لئے قبول ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے جو خیر چاہتے ہیں یا پناہ طلب کرتے ہیں ہر سختی و مصیبت کے وقت تو میں ویسا ہی کرتا ہوں۔تو اس ولی کا بعدالموت اس طرح کام کرنا یہ ایک مجازی نسبت انسان ولی کی طرف کرتا ہے اور حقیقت میں یہ تمام اللہ تعالیٰ کے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر و توانا ہے۔تو مومن یہ مجاز و حقیقت دونوں مانے گا اور جو ایک مانتا ہے اور دوسرے سے انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی بجسدہ و روحہ و انہ یتصرف و یسیر حیث یشاء فی اقطار الارض و فی الملکوت و ہو بہیئۃ التی کان

علیھا قبل وفاتہ لم یتبدل منه شیٔی وانه مغیب عن الابصار کما غیبت الملئکۃمع کونھم احیاء باجسادھم فاذاارادالله تعالیٰ رفع الحجاب عمن اراد اکرامه برؤیته علیٰ ھیئة التی ھو علیه الصلوٰۃ والسلام علیھا مانع من ذالک و لا داعی الی التخصیص بروية المثال آہ"

(تفسیر روح المعانی صفحہ۳۶)

ترجمہ : یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بدن وروح کے ساتھ (اسی طرح تمام انبیاء علیہ السلام زندہ ہیں) آپ تصرف کرتے ہیں اور سیر فرماتے ہیں عالم ملکوت آسمان وزمین میں جہاں آپ چاہیں اس صورت میں جس میں آپ قبل الوفات تھے یعنی جس طرح آپ دنیا میں تھے اس میں سے کوئی شے تبدیل نہ ہوئی۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی آنکھوں سے اس طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے انسانوں کی آنکھوں سے موجودوزندہ ہونے کے باوجود غائب ہیں۔جب اللہ تعالیٰ ان حجابات کے اٹھانے کا ارادہ فرماتا ہے جو زندہ انسان کی آنکھوں پر ہوتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ اس انسان کو شرافت دینا چاہتا ہے۔اور وہ شخص اس بات کا اہل ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری آنکھوں سے دیدار کرے۔تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس انعام سے نوازتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اس صورت مبارک کے ساتھ عطا فرمادیتا ہے کہ جس صورت و جمال مبارک کے ساتھ آپ تھے۔اوراس سے منع کرنے والا نہیں۔اورنہ ایسا کوئی ہے جو اعلان کریں اس دیدار نبوی کی تخصیص کا۔یعنی ایسا کہے کہ اس شکل میں دیکھے گا وغیرہ۔

"ھذه الرؤیة انما تقع فی الاغلب للکاملین الذین لم یخلوا باتباع الشریعة قدر شعیرۃومتیٰ فولیت المناسبة بین رسول الله صلی الله علیه وسلم وبین احد من الامة قوی امرروية اياه علیه الصلوة والسلام"

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، حیات، سیر فرمانا بعد الوفات ثابت ہوا اسی طرح دیکھنا، تصرف، چلنا اور امداد وغیرہ یہ سب ان بزرگوں کے لئے بھی ثابت ہوا کہ جو شریعت کی مخالفت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی گندم کے دانے کے برابر بھی نہیں کرتے۔ تو جب بھی اسی طرح قوی مناسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کامل امتی کے درمیان پیدا ہو جائے تو اس کو قوی تعلق کہا جائے گا۔ اور ان بزرگوں کا دیکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا ہوگا۔ یعنی اس کامل مومن امتی کا دیکھنا، کرنا، چلنا بعد الوفات اس طرح مانا جائے گا کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ہے۔ اس وجہ سے توسل یعنی وسیلہ کرنا اولیاء کرام، بزرگانِ دین کو بعد الوفات یہ بھی ثابت ہے۔ جیسے کہ حدیث شریف میں فرمایا ہے۔

کہ شیخ طریقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند ہے۔ تو یہ خطاب اور شرافت اہل شریعت و پیر طریقت کا اس دنیا میں بھی مانا جائے گا۔ اور اگر وفات ہو جائے یا جو اولیاء وفات پا گئے ہوں تو ان سے امداد، وسیلہ، تصرف، چلنا، پہنچنا، سننا، بولنا کرنا یہ تمام زندوں کی طرح مانا جائے گا۔ کیونکہ حدیث شریف ہے۔

"المومنون لا یموتون بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء"

مومن کامل مرتے نہیں بلکہ دار فانی سے دار بقاء کی طرف انتقال کرتے ہیں اور یہ زندوں کے لئے ایک پردہ بنتا ہے نہ کہ ان کاملان طریقت کے لئے یعنی ان کے لئے کوئی حجاب و پردہ نہیں ہوتا۔ وہ دیکھتے، سنتے، بولتے، چلتے، پکڑتے ہیں۔ اسی طرح نماز، ذکر، تلاوت وغیرہ دیگر عبادات شوق و محبت سے کرتے ہیں۔ جیسا کہ شب معراج میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پھر بیت المقدس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اس کے بعد ہر

آسمان میں الگ الگ انبیأ سے ملاقات کی۔ یہاں تک کہ اپنا عاشق صادق امتی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دربار خداوندی میں پردہ میں دیکھا۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ کو جنت میں دیکھا۔باقی تفصیل صحابہ کرام اوران کے علاوہ کئی کاملانِ امت اولیاء کی اپنی اپنی قبور میں نماز،ذکرو اذکار تلاوت اور قسم قسم کی عبادات سینکڑوں ہزاروں ثابت ہیں۔ یہ مقام اس کی تفصیل کا نہیں۔جو حضرات معلومات حاصل کرنا چاہیں تو ''ردالوہا بیین'' ''نورالصدور کشف القبور'' کا مطالعہ کریں۔طریقہ محمدیہ مع شرح بریقہ صفحہ ۲۰۳ میں لکھا ہے کہ توسل بالانبیأ والصالحین بعدالوفات جائز ہے۔یعنی بعدالوفات ان کے طفیل و وسیلے سے دعا کرنا حق اور ثابت ہے۔کیونکہ انبیأ معجزات رکھتے ہیں اور دوسری طرف کاملان امت کشف و کرامات رکھتے ہیں۔اور انبیأ سے معجزہ موت کی وجہ سے ختم و منقطع نہیں ہوتا اسی طرح اولیاء کرام کی کرامت و کشف موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتی۔مسلمان اس کا منکر نہیں اور جو انکار کرتے ہیں وہ رافضی اور خارج از اسلام ہیں جو دولت ایمانی سے محروم ہیں۔بلکہ کہتے ہیں کہ دنیا میں اولیاء کاملین کی روح بدن میں ایسی ہوتی ہے۔جیسا کہ طوطا پنجرہ میں۔

جب طوطا پنجرے میں اُڑتا ہے تو وہ پنجرے کی مناسبت سے پرواز کرتا ہے۔اور جب پنجرے سے نکلتا ہے تو پھر اپنی طاقت کے مناسب پرواز کرتا ہے۔یعنی جب کاملان امت،اولیاء کرام کی ارواح مبارک اپنے جسموں کے پنجرے سے نکلتی ہیں تو پھر بعد الوفات جہاں چاہیں پہنچتی ہیں اور زمین و آسمان اور عرش معلّٰی اور جنتوں کی سیر کرتی ہیں۔اور کام بھی ایسے کرتی ہیں بعدالوفات کہ جیسا کہ فرمایا:

''والولی فی الدنیا کالسیف فی الغمد فاذامات تجرد عنہ فیکون اقویٰ تصرف'' (بریقہ ۲۰۳)

ولی کی مثال دنیا میں اس تلوار کی ہے جو میان میں ہو اور جب وفات پا جائے تو پھر ان کی مثال میان سے نکلی ہوئی تلوار کی مانند ہے جس سے ان کے تصرف میں زیادتی ہوتی ہے۔ یعنی جب دنیا سے سفر کرے تو پھر مخلوق میں ایسا تصرف کرتے ہیں کہ جیسے لوگ تلوار کے نیچے محکوم ہوتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ موت کے بعد اولیاء امت زبردست حاکم بن جاتے ہیں۔ تو جسے ذلیل کرنا چاہیں ذلیل کرتے ہیں۔ اور جس کے ساتھ امداد کرنا چاہیں تو امداد کرتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا۔

"من یستمد فی حیاته لیستمد بعد مماته"

جن سے زندگی میں امداد طلب کی جاسکتی ہے ان سے بعد الوفات بھی امداد طلب کی جاسکتی ہے۔ اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قبر موسیٰ کاظم تریاق و مجرب" موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک تریاق و مجرب ہے۔

مقدمہ شامی میں لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے وسیلہ سے دعا فرماتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بناتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقرا مہاجرین کو وسیلہ بنایا ہے۔

پیارے! دوبارہ بنیاد طریقت کی طرف آتا ہوں جو پہلے گزر چکی ہے۔ کہ تین سلاسل بیعت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اور سلسلہ نقشبندیہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے منقول ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "الانتباہ فی سلاسل اولیاء" میں فرماتے ہیں دل کی مثال چقماق کی ہے۔ جس سے آگ حاصل کی جاتی ہے جب لوہے کو پتھر پر مارنا

سیکھے تو پھر آگ پیدا ہوتی ہے۔اور اگر ایسا نہ ہو یعنی طریقہ نہیں آتا تو آگ نہیں نکل سکتی۔الغرض مرشد کے بغیر گزارہ نہیں۔اس لئے کہ اگر ایک شخص کو آگ نکالنے کا طریقہ نہیں آتا تو وہ دل کو خراب کر دے گا۔اس لئے ضرور پیر کی ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ

"یا رسول الله دلنی علی طریق اقرب الی الله وا فضلها عندالله و اسهلها بعباده فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم علیک بملازمة الذکر فی الخلوة فقال کیف اذکر فقال غمض عینیک وسمع منی ثلث مرات لا اله الا الله ثمّ فقال علی ثلث مراة لااله الاالله والنبی صلی الله علیه وسلم یسمع ثمّ لقن علی الحسن البصری حتی و صل الینا انتها"

یعنی ایک دن حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ مجھے وہ طریقہ بتائے جو قرب خداوندی میں قریب ترین اور بہتر و افضل ہو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اور بندوں پر آسان ہو۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے آپ پر خلوت میں ذکر لازم کرو۔تو عرض کی کہ میں کیسے ذکر کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر کے مجھ سے تین دفعہ لاالہ الااللہ سنو۔اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے تین دفعہ لاالہ الااللہ کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔اس کے بعد یہ طریقہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے نقل ہوا حسن بصری رضی اللہ عنہ کی طرف اور ہمارے اس دور تک پہنچا۔

فائدہ ! اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قرب خداوندی کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذکر خداوندی کا طریقہ سکھایا۔اور فرمایا کہ خلوت میں اپنے آپ پر ذکر لازم کرو۔اس قول رسول سے معلوم ہوا کہ ذکر طریقت اس

طریقے پر لازم ہے ہر مسلمان پر تا کہ قرب خداوندی حاصل کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی قرب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقت کا ذکر بتایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرب خداوندی کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور بہتر وسیلہ نہیں۔ تو یہ طریقہ ہوا کہ پیر مرید کو انتہائی توجہ سے اجازت عطا فرمائے گا۔ اور مرید متوجہ ہوگا۔ اس کے بعد مرید اپنے پیر کے سامنے اس سبق کو دہرائے گا اور پیر متوجہ ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو کلمہ پڑھنا اور ذکر کرنے کا طریقہ تو معلوم تھا مگر بلا اجازت کام نہیں ہوتا ہے۔ جب علم طریقت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا تو اب جو صوفیا کرام کو اکذب الحدیث کہتے ہیں تو یہ حقیقت میں صحابہ کرام کو گالی دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دینا کفر ہے۔

سب الشیخین کفر۔ (درمختار وغیرہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو گالی دینے والا فاسق اور مبتدع ہے۔ (فقہ اکبر)

معلوم ہوا کہ اہل طریقت مشائخ عظام کو توہین کی نظر سے دیکھنا، گالی دینا یا ان کو جھوٹا کہنا ایسا کفر ہے جیسا کہ صحابہ کرام خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بدنسبت کرنا کفر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ادب، عزت اور یقین کرنا مشائخ عظام کی یہ ایسی غایت اور شرافت رکھتی ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آداب وتعظیم اور احترام اور تمام شرافت کو ماننا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شرافت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت کے مانند ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''حضرت علی کا گوشت اور خون میرا گوشت اور خون ہے۔ حضرت علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کی وجہ سے انسان سابی ہوتا ہے کہ پھر دوبارہ مسلمان بھی نہیں ہو سکتا۔ یعنی پھر اس کا اسلام بھی قبول نہیں ہوتا۔ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی عزت وادب کے

بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی عزت و شرافت عین رسول اللہ کی شرافت ہوئی۔ اسی طرح مشائخ عظام، اولیاء کرام کی عزت و شرافت یوں ثابت ہوئی ہے۔ کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت وعزت۔ اس لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشائخ عظام کے بارے میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

"الشیخ فی قومه کالنبی فی امته ای یجب له من التوقیر ما یحب للنبی فی امته ویتادبون بادابه ویتعلمون منه الخ"

شیخ اپنی قوم میں ایسے ہیں کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت میں۔ شیخ کی عزت ان پر ایسی واجب ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت امتیوں پر واجب ہے۔ اور شیخ کے آداب اس طرح بجالائیں گے کہ جس طرح صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب بجالاتے تھے۔ اسی طرح شیخ طریقت سے اس طرح علم حاصل کیا جائے گا جس طرح صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کرتے تھے۔ جو علم ادب واخلاق تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومحبت میں صحابہ کرام نے حاصل کیا تھا۔ اسی طرح اہل طریقت دوست واحباب اپنے پیر کی صحبت میں انتہائی محبت سے علم آداب و اخلاق حاصل کریں گے۔ اور یہی ان کے لئے کافی ہوگا۔ اس لئے تو اس سلسلہ کو سلسلہ صحبت ومحبت فرمایا ہے۔ یعنی یہ سلسلہ صحبت ومحبت سے مشہور ہے۔ کیونکہ تمام کمالات وشرافت مرید کو اپنے پیر کے ساتھ صحبت ومحبت سے حاصل ہوتی ہے جس کا بیان کرنا عوام کے ذہنوں اور عقلوں میں نہیں آتا۔ جیسے کہ گزشتہ صفحات میں ان بزرگوں کی دنیاوی برزخی زندگی، کھانا پینا، دیکھنا سننا وغیرہ یہ تمام تفصیل سے گزر چکی ہے۔ تو یہی کاملانِ امت ہی اس لائق ہیں کہ ان کی قدر وعزت کی جائے۔ کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد، قول وفعل پر عمل کیا ہے۔ اور یہ تمام حالات، اعتقاد، اور قول وفعل پر عمل کرنا ان اولیاء کرام کا ثابت

ہے۔جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شریعت میرا قول، طریقت میرا فعل اور حقیقت میرا حال ہے۔ (الحدیث)

الحمد للہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشائخ طریقت وشریعت کو اپنی جگہ پر فرمایا کہ ''شیخ قوم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند ہیں'' اوران کے اقوال وافعال بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت ہوگئے۔اور گزشتہ حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ ''ان مشائخ عظام کی عزت واحترام، جملہ آداب، ان سے آداب واخلاق کا علم سیکھنا، ان کی محبت یہ تمام عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ثابت ہوئی ہے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، رضا اور محبت یہ تو عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا ہے۔ جب اہل طریقت و شریعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ علامات ونشانیاں ثابت ہوئیں تو تب ان کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہے۔ کہ ان کی اطاعت، رضا، اور محبت یہ عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ومحبت ہے۔اس لئے فرمایا ''پیروں کی محبت عین اللہ و رسول کی محبت ہے۔اور پیغمبروں اور مرشد ہادی کا حق حق اللہ کے ذیل میں سمجھو''۔

پیارے! جب یہ صحبت اولیاء سے بیعت ہونے کے بعد جس کو نصیب ہو جائے اور یہ مریدان کا ہو جائے تو ان کی خوشخبری کا اعلان اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔

''لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک''

بیشک اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔جنھوں نے آپ سے بیعت کی۔ کیونکہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت ہے۔ کقولہ

''ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ ،یداللہ فوق اید یھم''

جولوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں تحقیق اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اس آیت کریمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت فرمایا۔ مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

دست تو از دست آن بیعت شود   کہ یداللہ فوق ایدیھم بود

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ   غالب و کار آفرین، کارِ کشا کارساز

(اقبال)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنا اللہ و رسول سے بیعت ہونا ہے۔ یعنی بظاہر تو مرشد کا ہاتھ ہے لیکن حقیقت میں دست قدرت خداوندی ہے۔ اس لئے کہ حدیث قدسی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نفلی عبادات کی وجہ سے میں ان کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس وہ پکڑتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جب مرید نے بیعت کرنے کی غرض سے اپنے پیر کا ہاتھ پکڑا تو یہ حقیقت میں اس نے دستِ قدرت پکڑا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جو شخص ارادہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھوں تو وہ اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے کقولہ

''من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف''

اس سے ثابت ہوا کہ مرید کا اپنے پیر کے ساتھ بیٹھنا یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا ہے۔ (تحفہ دستگیر میں لکھا ہے) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا تو اس نے حق یعنی اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا عین اللہ کو دیکھنا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ قوم میں مانند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے ان مومنوں کے دلوں میں تلاش کرو۔ اور ان کے دل میرا عرش اور گھر ہے۔ میں ان کے اعضاء بن جاتا ہوں۔ ان میں نور خداوندی ہے۔

''نور حق ظاہر بود اندر ولی''

ان کا علم اللہ تعالیٰ کا علم ہے، علم صوفی علم خدا است اور اللہ تعالیٰ کے صفات کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راز ہے۔ ''الانسان سر اللہ فی الارض'' یعنی انسان زمین میں اللہ تعالیٰ کا راز ہے۔ ''وانا سرہ'' فرمایا کہ یہ انسان ہے اور باطن حق ہے۔ (امدادالمشتاق ۶۲)

صوفی جو بولتا ہے حق بولتا ہے۔ اور حق کی زبان سے بولتا ہے۔

جان لو پیارے! یہ تمام صفاتِ خداوندی ہیں۔ جو اہل شریعت و پیر طریقت میں ہیں۔ حقیقت میں پیر طریقت کو دیکھنا ایسا ثابت ہوا جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا تو اللہ کو دیکھا۔ تو اہل شریعت پیر طریقت کا دیکھنا بھی مکمل دلائل کے ساتھ یہ ثابت ہوا کہ ان کا دیکھنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہے۔

پیارے! انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا کامل مظہر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے ظاہر ہونے کا مقام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات اس میں ظاہر فرمائی ہیں۔ اور جو کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہ اس سے ظاہر فرماتا ہے۔ اور کامل انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت کا آئینہ ہے۔ ''الانسان مرأة اللہ'' جان لو کہ کاملان امت کا ظاہر ایک حجاب ہے۔ جو مخلوق کو نظر آتا ہے۔ اور اس کی حقیقت حق یعنی اللہ تعالیٰ ہے۔

حاجی امداداللہ رحمتہ اللہ امدادالمشتاق ۱۳۳ میں فرماتے ہیں۔

انسان کامل حق نہیں مگر صورت حق کی ہے۔ یعنی صورت اللہ ہے۔ یعنی کامل انسان بظاہر انسان ہے اور اسے انسان کہا جاتا ہے لیکن اس کی حقیقت اللہ ہے۔ بلکہ یہ ظاہر بھی اللہ ہے جیسا کہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ میں ان کی آنکھیں، کان، ہاتھ، زبان اور پاؤں بن جاتا ہوں اور مجھے ان کے دلوں میں تلاش کرو۔ تو ان کو انسان کہا جائے گا مگر ان کی عزت، ادب، محبت، رضا، دوستی یوں سمجھی جائے گی۔ جیسے کہ خدا کی محبت، دوستی، اطاعت وغیرہ۔

اس لئے امام ربانی قدس سرہ نے کتاب مبدأ المعاد میں فرمایا ہے کہ ''پیر ہمہ رسول

اللہ ہیں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پشتو قوم کے مشہور زمانہ ادیب و عاشق رسول شاعر عبدالرحمن بابا قدس سرہ نے فرمایا۔

خدائے نۂ مۂ کنہ بے شکہ چہ بندہ دے
نور ئے کُل وارہ صفات دی پہ رښتیا

خدا نہ جانو بے شک بندہ ہے۔ باقی صفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برحق ہیں۔

پیارے! وہ صفات خداوندی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نورانی میں ثابت ہیں۔ تو وہی صفات مشائخ عظام اولیاء کرام میں بھی اسی طرح ثابت ہوئی ہیں۔ کہ ان کو خدائی کی نسبت نہیں دی جاسکتی۔ یعنی لوگ ان اولیاء کو خدا نہ مانیں گے۔ لیکن اللہ کی صفات کے مظہر ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے غیر و جدا بھی نہیں مانیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ان کے ساتھ مانو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"واعلموا ان اللہ مع المتقین" "اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔" "ان اللہ مع الصابرین" "اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس لئے مرید اپنے پیر کی عزت و ادب کو اللہ و رسول کے ادب و عزت کے ساتھ مانے گا۔ یعنی پیر کی عزت عین اللہ و رسول کی عزت مانے گا۔ اور پیر کی عزت کو منجانب اللہ مانے گا کہ یہ عزت اللہ تعالیٰ نے میرے پیر کو اپنی اور رسول کی عزت کے ساتھ دی ہے۔

قولہ تعالیٰ "وللہ العزۃ و لرسولہ و للمومنین ولکن المنافقین لایعلمون"

عزت اللہ و رسول و مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔

پیارے جان لو! اور اپنے پیر پر ایک کامل مومن ہونے کا یقین کرلو۔ اور ان کی عزت اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت جان لو۔ اور جو ان کی عزت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے ساتھ نہ مانے تو وہ منافقین میں سے ہیں۔ اور ایسے منافق ہیں جیسے کہ منافق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو اللہ تعالیٰ کی عزت نہ مانتے تھے اس لئے منافق ثابت ہوئے۔اور یہ بھی سن لیجئے۔کہ پیرومرشد کی اطاعت و بیعت کی وجہ سے تمہیں جنتی ہونے کا خطاب دیا گیا ہے۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"من صافحنی او صافح من صافحنی الیٰ یومِ القیامة دخل الجنة"

(رواه البخاری و مسلم عن سهل بن سعد)

جس نے میرے ساتھ مصافحہ کیا یا ان کے ساتھ جنہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا تھا قیامت تک تو جنت میں داخل ہوگا۔امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ

"هذه مصافحة تو جد فی الطائفة الولیه الصوفیه"

کہ یہ مصافحہ اولیاء صوفیاء کی جماعت میں پایا جاتا ہے۔ (قطب الارشاد صفحہ ۵۴۰)

اسی طرح قطب الارشاد صفحہ ۵۳۱ میں آداب مرید کے باب میں لکھا ہے۔

"ویکون فی صحبته کان الصحابة مع النبی صلی الله علیه وسلم"

مرید پیر کی صحبت میں ایسے ہوگا جیسے صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوتے۔

"ویعلم ان استمداده من شیخه استمد اده من النبی صلی الله علیه وسلم"

جان لو کہ پیر سے امداد طلب کرنا گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد طلب کرنا ہے۔

فهو مستمد بالحقیقة من النبی صلی الله علیه وسلم"

یہ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد طلب کرنا ہے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد طلب کرنا حق ہے۔

پیارے ! ان تمام اقوال سے یہ ثابت ہوا کہ پیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر ہے۔اور مرشد کی صحبت،اطاعت،ادب،محبت اور احترام یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ صفات منجانب اللہ ثابت ہوئی ہیں۔ اسی طرح مرید پیر کے لئے صحابی کی جگہ پر ثابت ہوا ہے بیعت و اطاعت میں۔ جو ایک بڑی عزت، کمال، دوستی اور رضاء الٰہی ہے۔

پیارے! جان لو کہ اگر یہ تمام دلائل اپنے پیر کی عزت کے بارے میں تمہیں منظور ہو۔ اور تمہیں ان آیات، احادیث اور اقوال بزرگان پر کامل یقین ہے تو تمہارے لئے تمہارا پیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ ثابت ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے۔ اور تم صحابی کی جگہ ثابت ہوئے۔ اب تمہارے اپنے پیر کی اقتداء میں نماز پڑھنا ایسا ہے جیسے صحابی کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔ اسی طرح مرید کی بہتری بھی ثابت ہو گئی جس طرح بہتری صحابہ کرام کی باقی تمام امتیوں پر ہے۔ اور جس طرح صحابہ کرام کی جنتی ہونے پر قرآن سے دلیل ثابت ہے۔ اسی طرح دلیل اہل طریقت مرید کی جنتی ہونے پر بھی ثابت ہے۔ قرآن و حدیث سے۔ اور جس طرح صحابہ کرام کی اطاعت، تابعداری دخول جنت کا سبب بنا ہے۔ اسی طرح مرید کی اطاعت بھی جنت میں دخول کا سبب ہے۔ یعنی ایک مرید اگر اپنے پیر کی صحیح اطاعت اور تابعداری کرتا ہے اور اس کا دوسرا پیر بھائی یا دوسرا کوئی بھی یہی اطاعت و تابعداری کرنا شروع کرے تو یہ اطاعت ان کے لئے دخول جنت کا سبب ہو جائے گا۔ کیونکہ صحابی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "**اصحابی کالنجوم فبا یهم اقتدیتم اهتدیتم**" میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ جس نے ان کی اقتداء کی ہدایت پائے گا۔ اور جنت کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔ تو مرید اہل طریقت صحابی کی جگہ ثابت ہوا ہے جیسے کہ تفصیل گزری ہے۔ تو وہ مرید جو اپنے پیر کا صحیح اطاعت کنندہ اور محبت کرنے والا ہو تو اس مرید کی اطاعت کرنا بھی راہ ہدایت پانا ہے۔ جس طرح صحابہ کرام کی تابعداری کرنا راہ

ہدایت ثابت ہوا ہے۔

امام ربانی قدس سرہ نے مکتوب نمبر ۲۶ جلد اول میں عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

کہ ایک شخص صاحب تقویٰ و فاضل اور عالم ہے۔لیکن کسی نیک مرشد سے بیعت نہیں کرتا۔اور دوسرا شخص صرف اپنے فرائض ادا کرتا ہے۔اور حرام سے بچتا ہے۔اور نیک مرشد سے بیعت بھی کی ہے۔تو اس بیعت کرنے والے صاحب کی بہتری اس دوسرے بے پیر عالم عابد پر ایسی ہے۔جیسے کہ صحابی کی بہتری غیر صحابی پر۔

پیارے! خوب سمجھئے کہ اہل طریقت امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا بغیر طریقت والے عالم عابد امام کے مقابلے میں ایسی افضل ہے کہ جیسے صحابی کی اقتداء میں نماز پڑھنا دوسرے بزرگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے کیونکہ کسی کا درجہ صحابی تک نہیں پہنچتا۔اسی طرح بہتری اہل طریقت کی ہے اگر چہ اس نے کتابیں نہ پڑھی ہو لیکن فرائض،واجبات،سنت،مستحب،حرام و حلال جانتا ہے۔اور پھر فرائض،واجب،سنت کو اپنی طاقت کے موافق ادا کرتا ہے اور حسب استطاعت حرام و ناجائز سے بچتا ہے۔تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا بے پیر عالم،عابد،زاہد کے پیچھے نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔اور ان دونوں کے درجے میں اتنا فرق ہے کہ صاحب طریقت مانند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بغیر طریقت والا مانند امتی کے ثابت ہوا ہے۔اور اس اہل طریقت کی متابعت بھی ایسی افضل ہے جیسے دیگر علماء کے مقابلے میں کہ صحابی کی متابعت دخول جنت کا سبب ہے۔دیگر علماءؑ کی تابعداری جہنم میں دخول کا سبب ہے۔پیارے جب ایک پیر بھائی اپنے دوسرے پیر بھائی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے درآں حال کہ اس مرید سے پیر ناراض نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہے کہ جیسے پیر کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔اور پیر کے پیچھے نماز پڑھنا یہ تو عین حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہے۔

پیارے! اہل طریقت کے مقابلے میں بے پیر عالم حقیقت میں جاہل کی طرح ہے۔ اگر چہ بظاہر بہت بڑا عالم، زاہد اور عابد ہو۔ جیسے کہ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے قصداً ایک مرشد پیر طریقت کی بیعت سے انکار کیا یعنی بیعت نہ کی تو یہ شخص تکبر، حسد تعصب کی وجہ سے جاہلیت کی موت مرا۔ "**من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة الجاهلیة**" حدیث شریف میں تو جاہل فرمایا لیکن مردہ بھی کہا۔ تو اس شخص کے پیچھے صاحب طریقت کی نماز ایسی ہے کہ گویا مردے جاہل کے پیچھے۔ اور اپنے اس پیر بھائی کے پیچھے نماز پڑھنا جس سے اپنا پیر ناراض نہ ہو اور ظاہر و باطن میں اپنے پیر کا تابعدار ہو۔ خواہ پیر صاحب نے اسے نماز پڑھانے کے لئے منتخب کیا ہو یا نہ تو ایسے پیر بھائی کے پیچھے نماز پڑھنا دوسرے اہل طریقت عالم کے پیچھے جو اس کا پیر بھائی نہ ہو کے مقابلے میں ایسا بہتر اور افضل ہے کہ گویا اس پیر بھائی نے اپنے پیر و مرشد کے پیچھے نماز پڑھی ہو۔ اور دوسرے اہل طریقت کے پیچھے نماز پڑھنا گویا کسی اجنبی کے پیچھے نماز پڑھنا ہے۔ جس کی نماز اپنے پیر کی نماز کے مقابلے میں اس مرید کو بہت کم درجہ والی نظر آتی ہے۔ اسی طرح پیر بھیُ کسی دوسرے اہل طریقت کے پیچھے نماز پڑھنے کے مقابلے میں اپنے تابعدار مرید کے پیچھے نماز پڑھنا افضل اور بہتر جانے گا۔ اور مرید کی یہ نماز دوسروں کی نماز سے پیر کو بہتر نظر آئے گی۔ اگر چہ مرید نے کتابیں نہ پڑھی ہو اور اس کے مقابلے میں دوسرا اہل طریقت عالم، عابد، زاہد ہو لیکن پھر بھی اس مقابلے میں اپنے لاعلم (ان پڑھ) مرید کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر اور افضل جانے گا۔ کیونکہ اہل طریقت کی نماز خصوصاً حضور قلبی اور نورانیت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہوں نہ کہ ظاہری عمل کو۔ اس لئے اگر صاحب طریقت کے پاس ظاہری علم نہ

ہولیکن ان کا باطن ذکر خداوندی سے منور ہوتا ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب دوست ہے۔

حکایت ! حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ جو ہمارے سلسلہ قادریہ کے پیر ومرشد گزرے ہیں۔یہ بزرگ بالکل اُمّی اور گونگے تھے (زبان بند تھی) اور حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ایک دن حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کسی عذر کی وجہ سے فجر کی نماز میں نہ پہنچے یعنی امامت کے لئے اور آپ تو تابعی، عالم، اور ولی تھے۔تو کسی نے حبیب عجمی قدس سرہ کو فجر کی نماز پڑھانے کے لئے آگے کیا۔جب مصلیٰ پر کھڑے ہوگئے اور سورہ فاتحہ شروع کی کہ حسن بصری قدس سرہ تشریف لائے۔جب انہوں نے ان کی قرآت سنی تو حبیب عجمی قدس سرہ نے فاتحہ صحیح نہ پڑھی۔یعنی ظاہری حروف غلط تھے۔حسن بصری قدس سرہ نے جب یہ سنا تو خفیہ طور پر واپس گئے اور نماز اکیلے پڑھی۔رات کو خواب دیکھا اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز فرمارہے ہیں۔تو عرض کی یا اللہ مجھے اعمال میں بہترین عمل بتایئے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے میری بہترین عبادت پائی تھی لیکن تم نے ادا نہ کی۔پھر عرض کیا کہ یا اللہ مجھے بتایئے کہ وہ کونسی عبادت تھی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بہترین عبادت حبیب عجمی (قدس سرہ) کے پیچھے نماز ادا کرنی تھی لیکن تم نے اسے ترک کردیا۔جب حسن بصری قدس سرہ خواب سے بیدار ہوئے تو افسوس کیا۔اور اگلے دن قصداً نماز فجر میں تاخیر کردی۔صبح جب حبیب عجمی قدس سرہ نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے تو حسن بصری قدس سرہ پیچھے سے چھپ کر آگئے اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کی۔یہ بات نہ تھی کہ حبیب عجمی قدس سرہ اپنے پیر سے درجہ میں زیادہ تھے۔لیکن اس میں راز یہ ہے کہ حبیب عجمی قدس سرہ کی صداقت، اخلاص اور نورانیت قلب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو قدر و منزلت اور مقام تھا تو انتہائی دوستی کا راز اللہ تعالیٰ نے حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ پر ظاہر فرمایا کہ حبیب عجمی قدس سرہ کی عبادت بھی مجھے بہت مقبول و محبوب ہے۔اور اس ظاہری غلطی کی وجہ سے اس سے نفرت نہ کرنا اور نہ اسے

عیب جاننا۔

پیارے ! اہل طریقت کی شرافت بہت بلند ہے اس لئے تو پیر اپنے ایک مرید کے پیچھے نماز پڑھنا دوسروں کے مقابلے میں بہتر جانتے ہیں۔ اور پیر بھائی تو ضرور اپنے پیر بھائی کے پیچھے نماز پڑھنے کو سب سے بہتر اور افضل جانے گا۔ کیونکہ ان دونوں کا روحانی رہبر اور امام ایک ہے۔ جو ان کا پیر ہے۔ اور ان دونوں کا روحانی رابطہ بھی ان کی روح کے ساتھ ہے۔ اور ان دونوں کی روحانی اور مجازی اقتداء ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ "یوم ندعوا کل اناس بامامھم" یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے پیشوا کے ساتھ پیش ہوگا۔ تو مرید بھی اپنے پیر کے ساتھ ہوں گے۔ اور یہ ان کا آپس میں ایک روحانی معنوی رشتہ ہے۔ جس طرح دنیا میں ایک مجازی رشتہ دو بھائیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اسی طرح ان دو پیر بھائیوں کے درمیان یہ روحانی برادری ہمیشہ کے لئے آخرت میں بھی ہوگی۔ کقولہ "من احب قوماً فھو منہ" جس کی جس کے ساتھ محبت ہو تو وہ اس کے ساتھ ہوگا۔ اس لئے دو پیر بھائی ایک دوسرے کے ساتھ تعلق، محبت اور مجازی دنیاوی برادری دیگر علماً و بزرگوں سے زیادہ رکھے گا۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو دوسرے علماً کے پیچھے نماز پڑھنے سے بہتر اور افضل جانے گا۔ اگرچہ دوسرا بھی صاحب طریقت ہے لیکن روحانی رشتہ میں اس کا غیر ہے اور قیامت میں بھی ان سے الگ دوسرے امام کے ساتھ ہوگا۔ تو جس طرح ظاہری مجازی برادری کے مقابلے میں لوگ دوسروں کو غیر سمجھتے ہیں تو اسی طرح دیگر اہل طریقت بھی روحانی رشتہ میں غیر اور پرائے ہیں۔ اور یہ آپس میں ایک ہیں۔ اور پیر کی محبت یا آپس کی محبت کی وجہ سے یہ تمام پیر بھائی اپنے پیر کے ساتھ ہوں گے جس طرح دنیا میں ان کے ساتھ تھے۔ "ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الاباللہ" کیونکہ ہر پیر اپنے مریدوں کا روحانی معنوی اور حقیقی والد ہے۔ تو جس طرح بچے اپنے مجازی باپ کی دولت

کے وارث ہیں۔اور آپس میں بہن بھائی وغیرہ دیگر رشتہ دار بھی میراث کے حق دار ہیں۔اور دیگر مسلمان ان سے اس سلسلہ میں غیر ہیں۔کہ نہ ان کا حصّہ دیگر لوگوں کے ساتھ ہے اور نہ دوسرے لوگوں کا حصّہ ان کے ساتھ ہے یعنی کسی دوسرے کے باپ یا بچوں کی میراث میں ان کا حصّہ نہیں ہوتا تو اسی طرح مریدین اپنے پیر کی حقیقی روحانی، معنوی، وراثت اور دولت کے وارث ہیں۔

جب یہ حقیقی طور پر اپنے پیر اور روحانی ومعنوی والد کے ساتھ شریک ہوں۔ان پیر بھائیوں کا حقیقت میں سب کچھ ایک ہے جس طرح ان دنیا کے مجازی بھائیوں کا سب کچھ شریک ہوتا ہے۔اور یہ تمام ایک دوسرے کے حقدار ہیں۔ہر ایک کا دوسرے پر حق ہے۔یعنی ایک دوسرے سے غیر نہیں اس وجہ سے ان کا روحانی رشتہ حقیقت میں ایک ہے۔ اسی طرح ان کے ساتھ اس روحانی رشتے میں دوسرے پیر کے مریدین کو کسی رشتہ اور اشتراکیت کا کوئی حق نہیں۔اور نہ انہیں کسی اور پیر کے مریدوں یا پیر سے اس روحانی معنوی حقیقی دولت میں سے کوئی حصّہ ملتا ہے۔بلکہ دوسرے پیر کی معنوی حقیقی وراثت اس کے اپنے بچوں (مریدوں) کی ہے اور وہ دوسرے مرید اپنے پیر معنوی حقیقی والد کے ورثاء ہیں۔اور آپس میں بھی وہ دوسرے مرید ایک دوسرے کے وارث ہیں۔دوسرے پیر کی وراثت یعنی حقیقی روحانی معنوی دولت اپنے بچوں (مریدوں) کی ہے اور وہی مرید اپنے اس پیر کی اس معنوی حقیقی دولت اور وراثت کے وارث ہیں۔اور آپس میں بھی ایک دوسرے کے اسی طرح وارث ہیں۔

جان لو کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔جس کی جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہ ان میں سے ہے۔یعنی اس گروہ سے حساب ہوگا۔تو اگر مریدوں کی اپنے پیر کے ساتھ محبت ہوگی تو سب اس کے گروہ اور جماعت کے محسوب ہوں گے۔اور ان کے ساتھ ہوں

گے اور اگر ایک پیر بھائی کی دوسرے کے ساتھ محبت ہے تو یہ عین اپنے پیر صاحب سے محبت ہے کیونکہ ایک دوسرے کی محبت سے ایک دوسرے سے حساب کئے گئے۔اور ان کی مریدی کے تعلق اور محبت کی وجہ سے اسی پیر کی جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔تو یہ پیر بھائی حقیقت میں نہ ایک دوسرے سے جدا ہیں اور نہ اپنے پیر سے جدا ہیں۔بلکہ آپس میں بھی ایک ہیں اور پیر کے ساتھ بھی ایک ہیں۔اس کے علاوہ اگر کوئی اور اہل طریقت ہو یا ان کے مجازی بھائی تو وہ حقیقت میں سب ان سے الگ ہیں۔اور یہ ان سے الگ ہیں۔

جان لو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔قیامت کے دن ہم سب لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے یعنی ہر شخص اپنے امام ورہبر کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں پیش ہوگا۔اور جنت میں بھی اپنے رہبر کے ساتھ جائیں گے۔اور جنت کی مہمان نوازی دعوت،ملاقات، خوشیاں بھی ایک دوسرے کے ساتھ کریں گے۔اور یہ قرآن مجید واحادیث سے بڑی تفصیلی وضاحت کے ساتھ ثابت ہوا ہے مگر یہ مقام اس تفصیل کا نہیں۔اسی طرح جنہوں نے بدعقیدہ،بدعمل کی متابعت کی ہو چاہے نماز میں ہو یا دیگر تابعداری میں ہو تو قیامت کے دن یہ لوگ انہی بدعقیدہ،بدافعال،بداقوال پیشوا اور رہبروں کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں حاظر ہوں گے۔اور اسی پیشوا،رہبر،امام کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔اور ادھر دوزخ ہی میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔اور ایک دوسرے کو طعنے دیں گے۔(العیاذ باللہ)

یہ تمام باتیں قرآن شریف سے ثابت ہیں۔صرف دوستوں معتقدین کے لئے مختصر الفاظ میں بیان کئے گئیں۔"ماشاء الله لاحول ولاقوة الابالله"

"مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلهم"

پیارے ! جنتی گروہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"خالدین فیھا" یعنی

ہمیشہ جنت میں ہوں گے اور ایک دوسرے کے دوست ،محب ،تابعدار ،صادق ہوں گے اور ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جو انبیاءؑ ،صدیقین ،شہداء اور صالحین ہیں ۔قولہ تعالیٰ

"مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین"

وقولہ "ویطوف علیھم ولد ان مخلدون اذ رأیتھم حسبتھم لولوا منثوراً"

یعنی جنت کے وہ غلمان ان کے خادم ہوں گے ۔جو ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہوں گے ۔ان کے چہرے لڑکوں کے اور باقی بدن لڑکیوں کے ہوں گے ۔موتیوں سے زیادہ خوبصورت ہوں گے ۔جنتی جب ان کو دیکھیں گے ۔تو یہ گمان کریں گے کہ یہ موتیاں ہیں ۔حوران جنت کے ساتھ ان کا بیاہ ہوگا ۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔وہ حوران جنت بہت جلوہ گر ہونگی اور بڑی بڑی آنکھوں والی ہونگی ۔کقولہ تعالیٰ !"وزوجنھم بحور عین" یہ حوران جنت باحیا ہوں گی ۔اور جنتی لوگوں کی بہت تابعدار ہوں گی ۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔"قاصرات الطرف" یعنی اپنے ساتھیوں کے سامنے انتہائی حیا اور نازکی وجہ سے نظر نہ اٹھائیں گی ۔بلکہ جھکی ہوئی نظروں والی ہوں گی ۔

پیارے ! دوست ،تابعدار ،صادق ،محب جنت میں ایک دوسرے کی مہمان نوازی کریں گے ۔اور انتہائی بلند درجات والے ایک دوسرے کی مہمان نوازی و ملاقات کریں گے ۔

کقولہ تعالیٰ !"کانت لھم جنّٰت الفردوس نزلاً" ان کی ملاقات ہوگی اور مہمان نوازی اور خوشیاں معتبر انبیاء کے ساتھ ۔

پیارے !جنتی لوگ ملاقات کے وقت سلام اور مرحبا کہیں گے ۔"الا قیلاً سلاماً سلاماً" صد ہزار محبت کے ساتھ ایک دوسرے کو سلام کریں گے ۔

پیارے ! اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے لئے ہمارے درمیان عزت ،محبت اور تعلق پیدا

فرمائے۔ پیارے ! یہ بھی ان خوش نصیب لوگوں کو نصیب ہوگا جنہوں نے اس دنیا میں عبث اور فضول کام نہیں کیئے ہوں گے۔اور نہ کرتے ہیں۔تو آخرت میں بھی ان کو آپس میں جنت میں مناسب اور اچھا ماحول اور تعلق ہوگا۔

کقولہ تعالیٰ !"لایسمعون فیھا لغواً ولاتاثیماً"

جنت میں فضول و عبث اور گناہ کی باتیں نہ سنو گے۔بلکہ اچھی باتیں سنو گے۔

پیارے ! جنت میں جنتی وہ شراب پئیں گے کہ مشک سے مہر شدہ بوتلیں ہونگی۔لیکن شراب کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ ہوں گی۔جب بوتل سے ڈھکنا ہٹائے گا تو جنتی لوگ سمجھ جائیں گے کہ کسی جنتی نے شراب کی بوتل کھولی ہے۔پیارے جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت تک محسوس ہوگی۔لیکن شراب کی خوشبو جنت کی خوشبو سے بھی زیادہ ہے۔کقولہ تعالیٰ !"یسقون من رحیق مختوم ہ ختامه مسک"

پیارے ! جنتی جنت میں جتنا بھی کھائیں گے یا پئیں گے تو وہ ان کے بدن سے باریک پسینے کی مانند خارج ہوگا کہ اس پسینے کی خوشبو جنت سے بھی زیادہ ہے۔پیشاب و پاخانہ، تھوک، بلغم وغیرہ تھوکنے کی ضرورت نہ آئے گی۔ناک صاف کرنے کی اور آنسو اور آنکھ کی گندگی نہ ہوگی۔ہمیشہ کے لئے مرد تیس سال کی عمر میں ہوں گے۔زنانہ (عورتیں) چودہ سال کی عمر میں ہوں گی۔اور ہر مرد کے ساتھ اس کی دنیا کی نیک صالح اور محبت کرنے والی بیوی بھی ہوگی اور حورانِ جنت کی سردار ہوگی جو حورانِ جنت اس مرد کے لئے ہوں گی۔یا یہ حورانِ جنت خاص کر اس عورت کی خدمت کریں گی۔اور عورت مرد کی خدمت کرینگی۔مرد عورت کے لئے اور عورت مرد کے لئے آئینہ ہوں گے۔لیکن یہ اس وقت کہ جب دونوں نیک ہوں جیسا کہ نیک لوگوں اور، محبت کرنے والوں کی بحث گزر چکی ہے۔

پیارے ! اسی طرح دنیا و آخرت میں کامل انسان، اہل شریعت و طریقت، مخلص

وصادق لوگ اللہ تعالیٰ کے آئینہ ہیں۔جیسے ''الانسان مر أة الله ''یعنی انسان کامل اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے آئینے میں اپنی ذات وصفات کا نظارہ فرماتا ہے۔اوراپنے آپ کوآئینہ انسان میں دیکھتا ہے۔

پیارے !اگراللہ کودیکھنا چاہتے ہوتو کامل انسان کے دل میں دیکھواس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا''اگر مجھے دیکھنا چاہتے ہوتو کامل انسان کے دل میں دیکھو۔پیارے ! انسان کے لئے انسان کواس لئے آئینہ کہا ہے تاکہ یہ انسان بھی کامل انسان کے آئینے کا اپنے مقصد کے حصول کے لئے محتاج ہوجائے۔

المسلم مراۃ المسلم،المؤمن مراۃ المؤمن''

پیارے !یہ اس لئے فرمایا کہ جب انسان اپنا چہرہ دیکھنا چاہتا ہے توضرورآئینے کامحتاج ہوتا ہے۔تو کامل انسان دوسرے انسان کے لئے آئینہ ثابت ہواتو یہ بھی اس کامل انسان کامحتاج ہوگا۔تاکہ اس کامل مومن کے آئینے میں اپنامقصوددیکھ لے۔اور پہچان لے کہ وہ مقصودِمومن اللہ تعالیٰ ہے۔اورمومن تو اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے کہ اس میں اپنی ذات و صفات کا نظارہ فرماتا ہے۔توجب مومن،مومن کامل کا آئینہ دیکھتا ہےتو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا نظارہ کرلے گا۔اوراللہ کا عارف وعاشق ہوجائے گا۔اورپھرتو اس عشق کے نورانی جذبہ سے انوارِرب العزت میں فناہ ہوجائے گا یہی وجہ ہے کہ نفس کی معرفت کواللہ تعالیٰ کی معرفت سے پہلے فرمایا۔کہ پہلے نفس یعنی انسان کامل کو پہچان لیا جائے اس کا تعارف حاصل کیا جائے تو پھرگویایوں ہواکہ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔اوریہی رب کی معرفت ہے۔''من عرف نفسه فقد عرف ربه''یعنی جس نےنفس یعنی انسان کامل کو پہچان لیاتو تحقیق اس نے اپنے رب کوپہچان لیا۔

پیارے !جب انسان ظاہری آنکھوں سے آئینہ دیکھتا ہےتو اس میں اپنے آپ

کو دیکھتا ہے اور جب انسان کامل کا آئینہ دیکھتا ہے تو اس میں اپنے رب کو دیکھتا ہے۔ اور یہ مشہور اور ثابت ہے کہ اگر تو اپنے آپ کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ تو اس قدر آئینہ دیکھنے کی ضرورت آئے گی۔ اسی طرح جو انسان اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا دیدار، معرفت، محبت رکھتا ہے تو اسی اندازے سے ایک کامل مومن کے دیکھنے، محبت کی محتاجی دل میں رکھے گا۔ تو انسان کامل کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔ یعنی جتنی محبت اللہ تعالیٰ سے ہوگی تو اتنی محبت ایک انسان کامل سے بھی ہوگی۔ اور جتنی محبت تیری اس انسان کامل سے ہے تو اتنی محبت تیری اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اور جتنی محبت تیری ایک انسان کامل سے ہے اگر اس سے زیادہ دعوئ محبت تو اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے۔ تو تُو اس دعوئ میں جھوٹا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے جتنی محبت تیری ہے۔ اس قدر محبت اگر تیری انسان کامل سے ہو تو تُو اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ کیونکہ یہی محبت تیری اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "تحبون الله فاتبعونی"

پیارے! اس لئے فرمایا کہ پیر کی محبت عین اللہ و رسول کی محبت ہے۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ مرید ہر وقت اور ہر جگہ پیر کا حاجت مند رہے گا۔ اور ہر جگہ پیر کی تصویر و شکل کا تصور اور فکر ضرور کرے گا۔ چاہے وظیفہ (ورد) کا وقت ہو یا نہ ہو لیکن پیر کا تصور کرے گا۔ اور اس کا جسم و وجود اگر تصور کی نظر میں بھی دیکھے تو پھر نہایت مؤدب اور باحیا رہے گا۔ گویا کہ عین اس کے حضور میں ہے۔ یہاں تک کہ جب پیر کا تصور ہمیشہ رہے گا تو یہ رب العزت کے حق کا نور اس پیر کے باطن کے حقیقی آئینہ سے اپنے باطنی آئینہ پر دیکھ لے گا۔ اور جب یہ مرید پیر کی طرف متوجہ ہوگا تو پیر کے حقیقی آئینے سے اللہ رب العزت کے نور کا عکس مرید کے باطن پر اس طرح پڑے گا جس طرح سورج ایک شیشے سے دوسرے میں نظر آتا ہے۔ تو جب کوئی سورج دیکھنے کی خواہش کرے تو اس دوسرے شیشے میں بھی دیکھ سکتا ہے۔ تو

جب آپ کو اپنے شیخ کے تصور سے وہ حقیقی نور آپ کے آئینہ میں سامنے نظر آئے یعنی اللہ رب العزت کا نور حق۔تو پھر آپ کے آئینہ حقیقی بھی دوسرے مومن کے لئے معرفت خداوندی کا آئینہ بن جائے گا۔

پیارے ! اسی لئے تو پیر کی محبت،توجہ،اطاعت کو تمہارے لئے عین اللہ تعالیٰ کی محبت،اطاعت،توجہ قرار دی گئی ہے۔اور پیر کی رضا کو اللہ کی رضا،اس کے دیکھنے کو اللہ کا دیکھنا۔ پیر کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت،اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پیر کی بات کو اللہ تعالیٰ کی بات کہا گیا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اگر مجھے دیکھنا چاہتے ہو تو مومن کامل کے دل میں دیکھو''۔

پیارے دوستو ! شیخ یعنی اپنے پیر کے تصور کو انتہائی ادب،عاجزی کے ساتھ اپنے آپ پر ہر جگہ ہر وقت اور ہر حال میں لازم کرو۔اور اپنے ظاہر و باطن پر اپنے پیر کا تصور اس طرح کرو کہ اپنا باطن و ظاہر تمہاری فکر سے ختم ہو جائے۔اور اپنے ظاہر و باطن کی جگہ تمہیں اپنے پیر کا تصور نظر آئے۔اور اس حقیقی نورانی آئینے میں تم اللہ رب العزت کا نور دیکھ سکو۔(وما توفیقی الا باللہ)

پیارے دوست!دوبارہ اس جنت کی طرف آتا ہوں کہ سچے اور پیارے دوست اور پیرانِ طریقت و مریدین جنت میں ہوں گے۔''اللھم ارزقنا بوجہ النبی الکریم'' اللہ تعالیٰ جنت میں ان سے راضی ہوگا۔اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے۔اور یہ رضاء الٰہی کروڑ ہا جنتوں سے افضل ہے۔کقولہ تعالیٰ!ورضوان من اللہ اکبر ''وجوہ یومئذ ناضرۃ'' الیٰ ربھا ناظرۃ'' ''یعنی حورانِ جنت اور غلمانِ جنت کی جو صفت گزر چکی ہے اور کامل صفت بیان کرنا علم انسانی سے باہر ہے۔لیکن رضاء الٰہی اُن جنتوں سے کروڑ ہا درجہ افضل ہے،جن جنتوں میں بے حساب حوریں اور دیگر نعمتیں ہوں گی

پیارے دوست! اللہ کی رضا اس دنیا میں پیر و مرشد کی رضا میں حاصل ہوتی ہے۔جیسے کہ سلطان الاولیاء شمس العلماء اخون درویزہ بابا قدس سرہ فرماتے ہیں۔پیر کی رضا میں خدا کی رضا ہے۔اور پیر کی ناراضگی عین اپنے سر کو توڑنے کے لئے تیشہ ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔"لقد رضی الله عن المؤمنین اذیبا یعونک" میں اصحاب بیعت سے راضی ہوں۔جان لو کہ بیعت کرنا،صحیح اعتقاد کے ساتھ اقوال و افعال کا پابند ہونا،اپنے پیر کی رضا اللہ کی رضا ماننا،پیر کی رضا کے لئے اپنا نفس پائمال کرنا یعنی بڑے دشمن نفس کی رائے،تابعداری اور خواہش کی مخالفت کرنا جس کو جہاد اکبر کہتے ہیں۔یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے لئے کرنا حقیقت میں خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے۔ظاہر میں یہ معاملہ پیر کے ساتھ اور پیر کی بیعت سے ہوتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے مال و جان جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔

سنو خبردار! ظاہر میں پیر کے ساتھ اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے۔

"ان الله اشتریٰ من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة"

قولہ تعالیٰ "فاستبشر وا ببیعکم الذی بایعتم بهٖ و ذالک هو الفوز العظیم"

خوشی مناؤ اس تجارت کی وجہ سے جو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کی۔اللہ اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے۔اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کامل مومنوں کو اپنی رضا اور جنت کی خوشخبری اور بشارت دی ہے۔اور اس میں یعنی دخول جنت میں کوئی شک باقی نہ رہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دخل الجنة" جنت میں داخل ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔تحقیق کے ساتھ اللہ تعالیٰ اصحاب بیعت سے راضی ہے۔کیونکہ یہ حقیقت میں پیر کے ہاتھ پر رسول اللہ سے بیعت اور ان کے

ہاتھوں اللہ تعالیٰ سے ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جولوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں'' اور اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ پیر کا ہاتھ مرید کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک صحابی کے لئے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے۔

اس لئے فرمایا: ''ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔یداللہ فوق ایدیھم''

اس لئے فرمایا:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ　　　غالب وکارآفرین،کارکشا،کارساز

یعنی پیر کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہے کہ یہ تمام کام ظاہر میں پیر کے ہاتھوں اور حقیقت میں منجانب اللہ ہے۔مذکورہ آیت ''ان اللہ اشتریٰ'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں نازل فرمائی ہے کہ جو کفار کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔اس لئے ان کو جنت کی خوشخبری اور بشارت سنائی۔لیکن ہمارے اہل طریقت کے لئے بھی یہ دلیل ذکر فرمائی کیونکہ اہل طریقت مشائخ عظام نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔اور یہ جہاد اکبر ہے۔اور کافروں کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اصغر ہے۔اسی طرح جہاد اصغر والوں کا درجہ ان لوگوں سے کم ہے جو جہاد اکبر کرتے ہیں یعنی بیعت کی وجہ سے نفس سے جہاد کرتے ہیں۔تو بیعت والے بزرگ کا درجہ جہاد میں شہید ہونے والے کے درجے سے افضل اور بلند ہے۔کیونکہ جہاد میں شہید ہونے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ بیان فرمایا ہے۔اور اصحاب بیعت سے اپنی رضا کا وعدہ فرمایا ہے۔تو رضاء خداوندی تو کروڑ ہا جنتوں سے افضل و بہتر ہے۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کہ تمہارا بڑا دشمن یعنی تمام شیطانوں، کافروں اور دشمنوں سے شدید دشمن تمہارا نفس ہے اس لئے بڑے دشمن کے ساتھ جہاد بڑا

جہاد ہے۔

"اعدعدوک نفسک التی بین جنبتی

رجعنا من الجهادالاصغرالیٰ الجهاد الاکبر"

پیارے! یہ بھی جان لو اس زبردست بڑے دشمن کو ذلیل کرنے اور مارنے کے لئے تمہیں اسلحہ اپنے پیر نے دیا ہے جس سے تو اپنے نفس کو مارتا اور ذلیل کرتا ہے تو وہ ذکر خداوندی ہے۔ اسی وجہ سے تمہارا درجہ یعنی مقام تمام مجاہدین کے درجات سے بلند و بالا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ابوسعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درجات کے بارے میں پوچھا کہ کس کا درجہ بلند و اعلیٰ ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذکر کرنے والے مرد و عورت کا جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ غازی فی سبیل اللہ سے بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اگرچہ مجاہدین اپنی تلواروں سے کفار و مشرکین کو ماریں یعنی ان پر وار کریں۔ یہاں تک کہ خون میں ان کافروں کو لت پت کر دے تو پھر بھی یہ ذاکرینِ ذکرِ خداوندی عنداللہ ان سے بہت افضل اور بہتر ہیں۔

کقولہ علیہ السلام "وعن ابی سعید ان رسول الله صلی الله علیه وسلم العباد افضل و رفع درجته عندالله یوم القیامته قال الذاکرون الله کثیرا والذاکرات قیل یا رسول الله ومن الغازی فی سبیل الله قال لو ضرب بسیفه الکفاروالمشرکین حتی ینکسر و یختضب دماً فان الذاکرلله افضل منه درجته" (رواه احمد و الترمذی)

پیارے! جان لو۔ بیعت کی وجہ سے تمہیں اپنے پیر سے ایسی دولت و عزت ملی

ہے کہ جب تو صرف یہی وظیفہ کرے گا تو غازیوں اور تمام نیک لوگوں سے تمہارا درجہ بلند ہوگا۔ اور تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے محبوب ہوگا۔ اور اگر تم نے مجاہدہ کیا تو پھر ان لوگوں سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤ گے کہ جنہوں نے اپنے مالوں اور سروں کو اللہ کی راہ میں قربان کیا۔ یعنی پھر تمہارا درجہ انبیاءؑ علیہما السلام کے بعد ہوگا۔ جیسے کہ اولیاء اللہ جو تمام لوگوں سے درجہ بدرجہ اپنے درجے کے مناسب عزت مند، مقرب، دوست اور محبوبانِ خدا ہیں۔ جن کا درجہ شہیدوں، غازیوں اور تمام لوگوں سے افضل و بلند ہے۔

اس کے بعد دوبارہ نماز کے مسئلے کی طرف آتا ہوں کہ اپنے پیر کی اقتداء میں نماز پڑھنا ایسا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا۔ امام ابو یوسف قدس سرہ سے روایت ہے۔ کقولہ علیہ السلام

من صلّی خلف عالم متقی فکأ نّما صلی خلف النبی علیہ السلام (کنز اول)

یعنی متقی عالم کے پیچھے نماز گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے۔

پیارے ! یہ مسئلہ تو پہلے گزر چکا ہے اور مسلم شریف کی حدیث بھی ہے۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عمدًا مرشد و پیر طریقت کی بیعت کا انکار کیا تو وہ تکبر، حسد تعصب کی وجہ سے جاہلیت کی موت مرا۔ تو جان لو کہ جب ایک عالم بیعت نہ کرے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق متکبر، حسد کرنے والا، تعصب کرنے والا اور جاہل مرا۔ تو وہ اس شرافت وفضیلت میں سرے سے حساب ہی نہیں اگر چہ وہ بہت متقی و پرہیز گار ہو۔ کیونکہ اصل تقویٰ وہ ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے قول وفعل اور حال پر کامل اعتقاد رکھے اور یہ تو عین اہل شریعت وطریقت کو حاصل ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ ''شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرا حال ہے۔

الحمدللہ یہ شرافت اہل طریقت کو حاصل ہے جو فرض، واجب، حرام وحلال جانتے ہیں۔اور صحیح معتقد اور اہل شریعت وطریقت ہوتے ہیں۔تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا عین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے۔کقولہ ''الشیخ کالنبی'' شیخ (پیر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں۔اوران اہل طریقت کے علم کی فضلیت بھی ثابت ہوئی ہے جس کا بیان ہو چکا ہے کہ اصل مقصودی علم صرف اہل طریقت واہل ذکر کا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم کسی مسئلے کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں تو اہل ذکر سے پوچھو کقولہ تعالیٰ! **فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون**''

۔اس سے معلوم ہوا کہ کامل اور مقبول علم بھی اہل طریقت کا ہے۔جو معرفت خداوندی، رضا اور دوستی کا ایک حقیقی نورانی علم ہے۔جیسے کہ اللہ نے فرمایا۔ہم نے ان کے لئے نور بنایا یعنی علم نورانی کہ اس کے ذریعے مخلوق کے درمیان چلتے ہیں۔اوران کو ہر قسم کی معلومات ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نور سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔اسی طرح صوفی اہل طریقت کا نورانی علم اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔کہ اس کے مقابل کسی کا بھی علم نہیں ہے۔جیسا کہ فرمایا۔

''علم صوفی علم خدا است'' صوفی کا علم خدا کا علم ہے۔

قولہ تعالیٰ!

''وجعلنا له نورا يمشى به فى الناس يسعىٰ نُور هم بين ايديهم و بايما نهم''

ہم نے ان کے لئے نور بنادیا جو اس نور کے ذریعے لوگوں میں چلتے ہیں اور ان کا نور ان کے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہے۔

پیارے! نور اور بلند درجہ اہل طریقت کے لئے ثابت ہوا ہے۔تو ایک اہل طریقت کے پیچھے نماز پڑھنا تمہارے لئے ایک بڑے عالم، بلند و بالا درجے والے شخص

کے پیچھے نماز پڑھنا ہے۔اور یہ بہت مقبول ہے۔جیسا کہ حبیب عجمی قدس سرہ کا واقعہ گزر چکا ہے۔اس میں غور کیجئے۔اور اگر تو اپنے ایسے پیر بھائی کہ جس سے پیر صاحب راضی ہوں اور خود وفادار، تابعدار اور حرام کا مرتکب نہ ہو کے پیچھے نماز پڑھے تو ضرور اس کے سینے میں وہ نور حقیقی اپنے پیر کے آئینہ حقیقی سے منتقل ہو گیا ہوگا۔یعنی اس کی روح نے اپنے پیر کی روح سے فیض حاصل کیا ہوگا۔اور اسی فائدے کا اثر اس کے باطن میں بھی ہو گیا ہوگا۔اور اس کے ظاہر میں بھی اپنے پیر کی تابعداری، اقوال و افعال پر عمل، عبادت، ذکر و اذکار کے فائدے کا فیض جوان کو اپنے پیر کے سینے سے منتقل ہوا ہوگا۔یعنی وہ فوائد بھی اس مرید نے اپنے پیر سے حاصل کئے ہوں گے۔اس مرید کا ظاہری بدن تو الگ ہے لیکن اس کے بدن کے ظاہری حقیقی، روحانی تمام فیض وفوائد، شرافت وغیرہ مرید کی محبت وتابعداری کی وجہ سے اس اندازے کے مطابق اپنے پیر سے ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ آئینے اگر چہ جدا جدا ہوتے ہیں لیکن جو آئینہ کہ اس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حقیقت نور کی تجلی ظاہر ہوئی ہے۔اور پھر یہی عکس نورانی جب پیر طریقت کے اقوال، افعال کے آئینے سے مرید کے آئینہ حقیقی پر پڑتا ہے تو مرید کو بھی ان اقوال، افعال کی وہ مجازی صفت اور نور حقیقی نصیب ہو جاتا ہے۔جیسا کہ بیان ہوا۔اور جب مرید مخلص، صادق اور محبت کرنے والا ہوگا تو ضرور اسے یہ شرافت حاصل ہوگی۔یہ علم کتابوں سے متعلق نہیں ہے۔صاحبان طریقت فرماتے ہیں کہ ولایت اور کرامت یعنی اللہ تعالیٰ کی دوستی اور عزت یہ شریعت کی اخلاص سے تابعداری صداقت اور اپنے پیر کی محبت میں ہے۔تو جب پیر بھائی اپنے ایسے پیر بھائی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو حقیقت میں ایسا ہے کہ جیسے ایک عزت مند ولی، اپنے پیر بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔خیال فرمائیے کہ صرف اپنے پیر بھائی کے پیچھے نماز پڑھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب ہو گئے کہ صرف ایک واسطہ درمیان میں آ گیا آپ کے اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جب آپ نے اپنے پیر بھائی کے پیچھے نماز پڑھ لی اوران سے آ گے یعنی پیر صاحب آپ کے لئے مثل نبی کے ہیں۔ "الشیخ کالنبی" یعنی پیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہے۔اس کے بعد دوسرے نمبر پر آپ کا امام وہ ہے جو آپ کے دوسرے واسطے پر ہے۔ جو تمہارا پیر بھائی ہے۔ اندازہ لگائیے۔ کہ پیر کا قرب تو قرب خداوندی ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ جس طرح قرب نبوی قرب خداوندی ہے تو اسی طرح قربِ مرشد قربِ خداوندی ہے۔ تو جب تم اپنے پیر بھائی کے قریب ہو گئے تو گویا پیر کے قریب ہو گئے۔ اور پیر کا قرب تو قرب خداوندی ہے۔ اس لئے مشائخ عظام نے فرمایا کہ اگر کسی کا پیر دور دراز علاقہ میں ہو۔ اور اس کی ملاقات تیس چالیس روز میں نہیں ہو سکتی اور اس کا کوئی پیر بھائی اس کے قریب ہو تو یہ مرید خلوص دل اور محبت سے فائدے کے حصول کی نیت سے مثل پیر کے پیر بھائی کے ساتھ ملاقات کرے۔ اس سے اپنی اور اپنے پیر بھائی کی شرافت جان کر بد اعتقاد، بدظن اور بدنیت نہ ہو۔ اور اسی طرح یہ نیت بھی صحیح کرو کہ جس جگہ آپ اپنے پیر بھائی کے پیچھے نماز پا سکتے ہو اور پہنچ سکتے ہو تو اس کے مقابلے میں کسی اور اہل طریقت کے پیچھے نماز پڑھنے کی خواہش دل میں نہ لانا۔ بلکہ اپنے اس پیر بھائی کے پیچھے نماز پڑھنا تمہارے لئے کسی دوسرے اہل طریقت کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اپنا اور پرایا جان لو۔ حقیقت میں تم لوگ ایک دوسرے کے دوست، رشتہ دار اور اپنے ہو اور پیر کے واسطے سے تم لوگ ایک ہو۔ اور دیگر لوگ دوسرے طریقے کے یا دوسرے پیر کے مریدین، عوام و علماً وہ سب آپ لوگوں سے غیر اور الگ ہیں۔ وہ آپس میں شریک ہیں۔ اور ایک دوسرے کے حقدار ہیں اور آپ لوگ نہ ان پر حق رکھتے ہو اور نہ وہ لوگ آپ پر حق رکھتے ہیں۔ تو جب آپ کو اپنا حقدار پیر بھائی ملتا ہے تو دیگر لوگوں کو اپنا حقدار نہ بناؤ۔ بلکہ غیر حقدار لوگ اس وقت حقدار بنا دیئے جائیں گے جب تمھارا پیر بھائی تم سے کافی

دور ہو اور تم وہاں تک نہ پہنچ سکتے ہو۔

پیارے دوستو! یہ بھی جان لو کہ امام ظاہری اور باطنی اسی طرح قبلہ ظاہری و باطنی کیا چیز ہے؟ جیسے کہ فرمایا کہ پانچ قبلے اور پانچ امام ہیں۔ کقولہ "القبلة خمسة الامام خمسة امام الجسد المحراب. امام الروح القرآن. امام القلب محمدن المصطفیٰ. و امام الفهم جبرئيل عليه السلام و امام العقل ميكائيل عليه السلام. وقبلة الجسد الحراب و قبلة الروح بيت المعمور وقبلة القلب العرش و قبلة الفهم الكرسى و قبلة العقل الكعبة ومن حفظ هٰذه المسائل بلا شبهة يجوز امامته' من الرجال والنساء ومن لم يحفظ هذه المسائل لا يجوز اامامته عالمًا كان او جا هلافقيهًا كان اوغير فقيه سواء كان حفظ القرآن اولم يحفظ بالاتفاق من جامع الفقه و كذالک فی الفردوس الفتوی الهدی و کذالک فی الفتاوی الدلائل فی بحث الامام فی فصل العاشر"

خبردار قبلے بھی پانچ اور امام بھی پانچ ہیں۔ بدن کا امام محراب، روح کا امام قرآن، دل کا امام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، فہم کا امام جبرائیل علیہ السلام، عقل کا امام میکائیل علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح بدن کا قبلہ محراب، روح کا قبلہ بیت المعمور، دل کا قبلہ عرش، فہم کا قبلہ کرسی، عقل کا قبلہ کعبہ شریف ہے۔ جس نے اس مسائل کو سمجھ لیا تو اس کے پیچھے نماز بالکل صحیح ہے۔ یعنی اس کی امامت کے قوی ہونے میں کوئی شک نہیں اس کی امامت مرد و زن دونوں کے لئے صحیح ہے۔ اور جس نے ان مسائل کو یاد نہ کیا تو اس کی امامت صحیح نہیں۔ خواہ عالم ہو یا جاہل، فقیہہ عالم یا غیر فقیہہ لیکن ان کی امامت جائز نہیں۔ خواہ حافظ قرآن ہو یا غیر حافظ قرآن۔ یہ مسئلہ محققین علماً کا اجماعی ہے۔ اسی طرح

اس مسئلہ کو فردوس الفتوٰی الھدٰی، دلائل الفتوٰی میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

فائدہ !(۱) ظاہر بدن کا امام محراب ہے۔ جس طرح مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن امام جس طرح ارکانِ نماز، قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ ادا کرتا ہے تو مقتدی بھی اس کے قول و فعل کے مطابق تابعداری کرتے ہیں۔ اور امام کی نماز مقتدی کی نماز ہے۔ یہاں جو محراب کو امام کہا گیا ہے یہ صرف یکسوئی اور حضوری کا لحاظ کرتے ہوئے کہا گیا۔ جب تک نمازی کو محراب کی نماز میں یکسوئی اور حضوری ملتی ہے تو نماز ادا کرتا رہے۔ لیکن اگر محراب نہ ہو یا کسی تکلیف، گرمی، سردی کی وجہ سے نمازی کو نماز میں یکسوئی و حضوری نہ ملے یا کمی محسوس ہو رہی ہو تو اس نمازی کو وہاں نماز ادا کرنی چاہئے کہ جہاں یکسوئی اور حضوری ہو۔ کیونکہ اگر صرف ظاہری محراب کو حقیقتاً امام اور قبلہ مان لیا جائے تو پھر کسی کی بھی نماز بغیر محراب کے نہ ہوگی چاہے گھر ہو یا بیابان۔ لیکن اصل حقیقت اس کی وہ حضوری اور یکسوئی ہے۔ اس لئے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "لاصلوٰۃ الابحضور القلب" بغیر حضور دل کے نماز نہیں۔

(۲) روح کا امام قرآن مجید ہے۔ یعنی قرآن مجید کلام اللہ ہے۔ اور روح کلام اللہ کی تابع ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح انسان سے فرمایا تھا۔ "الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو تمام ارواح نے کہا "بلی" کیوں نہیں بے شک تو ہمارا رب ہے۔ اور جان لو کہ روح بھی اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے۔ "قل الروح من امر ربی" غور کیجئے کہ اپنے کلام کو اپنی روح کا امام بنا دیا۔ کیونکہ کلام اللہ مخلوق نہیں۔ اور روح جو خدا کا امر ہے اس کو بوجہ پیدا کرنے کے مخلوق کہا جاتا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ روح امر خداوندی سے اور کلام اللہ تعالیٰ سے ہے۔ تو یہ روح بھی پہلے کلام اللہ کے تابع تھی۔ اور قبولیت کا اقرار کیا تھا۔ اور اب بھی کلام اللہ کے تابع ہوگی۔ اور اسی کلام اللہ کی تابعداری سے ترقی پائے

گی۔اور پھر اپنے پاک مقام تک رسائی ہوگی۔ بلکہ روح کی اس تابعداری سے بدن بھی اس اعلیٰ مقام اللہ کی دوستی کا حاصل کرلے گا۔اس لئے جب بھی دنیا میں کلام اللہ سنتا ہے تو روح کو وہی جذبات حاصل ہو جاتے ہیں۔کہ اس جذبے کے نور سے بھی اسی مقام تک پہنچتا ہے۔اور حضور کا صحیح مقام حاصل ہو جاتا ہے جس طرح روح نے اللہ تعالیٰ کا روبرو مشاہدہ کیا تھا اور اس درمیان میں کوئی اور چیز نہیں تھی۔اللہ تعالیٰ امر فرماتا اور یہ قبول کرتی۔اور بہت خوشی اور جذبات سے اللہ تعالیٰ کے نور میں مستغرق اور فنا ہو جاتی بوجہ انتہائی محبتِ قبولیت کے۔اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔"ان تعبدالله کانک تراه "مطلب یہ ہوا کہ امام کو بھی قرآن کی تلاوت سے وہی عشق ومحبت،لذت اور حضوری حاصل ہوگی۔جیسے کہ پہلے حال روح بیان ہوا تو یہی امام کی روح کا معنی ہے۔اس لئے فرمایا۔"کل شيئً یرجع الی اصله" ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔تو روح جس طرح امر خداوندی سے تھی تو اطاعت ومحبت کلام خداوندی سے اسی طرف رجوع کیا۔

روح نہ امر سے جدا ہے اور نہ کلام اللہ سے۔کلام بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔اور روح بھی امر خداوندی کی صفت ہے۔پھر اپنے کلام سے اپنے امر کی صفت کو اپنا عابد بنایا۔تو حقیقت میں عابد اور کلام امر سے ہے۔اور کلام رب سے ہے۔تو عابد اور کلام دونوں اللہ تعالیٰ کے ہیں۔اللہ تو اللہ ہے جو ذات ہے۔اور عابد اور کلام ایک ہوا جیسے کہ امر یا کلام اللہ اور اللہ کی روح حقیقت میں امر سے ایک بات ہوئی۔تو جس طرح امر اور کلام اللہ تعالیٰ سے ہے اور اللہ کی صفت ہے۔تو اسی طرح روح اللہ کی امر کی صفت ہے۔تو یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں خواہ صفتِ امر ہو یا صفت کلام وامر ہو سب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔تو عابد اور عابد کی تما صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔تو اللہ تعالیٰ معبود ہے اور صفت اس کی عابد ہے۔یعنی اللہ عابد بھی اور معبود بھی ہے۔خود معبود اور خود عابد ہے۔کقولہ "من عرف نفسه فقد عرف

ربــــہ" جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو تحقیق اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یہی امام اور روح کے معنی ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ میں تو اور تو میں ہوں۔ "انــا انــت و انــت انــا" تو پیارے دوست۔ جس طرح صفات خداوندی ذات خداوندی میں فنا ہیں اور عابد صفتِ خداوندی ہے یعنی جب یہ صفت یعنی عابد پھر اس میں فنا ہو جائے تو اس کے بعد واصل ہوگا۔ یعنی عابد ایسی عبادت کرے یہاں تک واصل ہو جائے۔ اور جب واصل ہوا یعنی ذات کی صفات ذات میں فنا ہو گئیں تو پھر عابد نہ رہا جو صفت ہے بلکہ صرف ایک ذات رہ گئی۔ اور ذات تو عبادت نہیں کرتی بلکہ عبادت تو صفات کا کام ہے۔ اور صفات باقی نہ رہیں تو یہ مقام فنا ہے۔ جب تک عابد کی ایسی حالت ہوتی ہے تو کوئی عبادت نہیں ہوتی کیونکہ حقیقت میں عابد نہیں ہوتا تو عبادت کیا کرے گا۔ اور نہ اس بدن پر کوئی حق عبادت ہوتی ہے۔ لیکن جب فارغ ہو جاتا۔ ہے اس حال سے تو پھر عابد معبود میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور یہی حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ "کہ حقیقت میرا حال ہے" یہ حال طریقت کے بعد ہوتا ہے۔ جو طریقت کی خیر ہے۔ تو عابد اور معبود کا یہ حال ہے کہ بظاہر عابد اور باطن معبود ہے۔ ظاہر میں انسان اور باطن میں حق ہے۔ صرف اس کے ظاہر کو انسان عابد اور مخلوق کہا جاتا ہے۔ اور اس کا باطن حق اور معبود اللہ ہے۔ اس لئے فرمایا۔ "الانسان مرأة الـلـه" انسان اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے۔ اگر مجھے دیکھنا ہو تو مومن کے دل میں دیکھو۔ یعنی مومن کے حقیقی آئینہ میں مجھے دیکھو جو مومن کا باطن اور حقیقت ہے۔

وقولہ "قلب المؤمن عرش الله"

مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ جان لو کہ ظاہر بدن ایک آلہ اور آئینہ خداوندی ہے۔ اور باطن اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسری شے نہیں۔ جیسے کہ ایک عاشق صادق حضرت بابا جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ترجمہ:

یہ سننا، بولنا، مانگنا رب سے جملہ تو ہے
تیرے بغیر کوئی نہیں بس تو ہی مولیٰ جملہ تو ہے

مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہر کہ آواز هم زبانی شد جدا بےنوا شد گرچہ دارد صد نوا

معنیٰ یہ ہوا کہ جو کوئی زبان کی آواز سے جدا اور الگ ہوا تو وہ بےنوا ہوا اگرچہ سو جگہ نوا کی اور رکھتا ہو۔ یعنی انسان کا تصور جب اپنے کہنے کے ساتھ نہ ہو تو اس کے بعد اگرچہ وہ سو مرتبہ اپنے وجود میں تصور لائے تو وہ فضول بےنوا ہے۔ یعنی جب تو ذکر خداوندی کرے یا نماز میں کلام اللہ کی تلاوت کرے تو تمہاری روح زبان کے کلام کی طرف متوجہ ہوگی۔ اور اس کلام کے تصور میں تیری روح کو اس طرح مستغرق ہونا چاہئے کہ یہ تو کلام اللہ ہے۔ یعنی میری زبان پر تو اللہ کا فرمان ہے۔ تو تم اللہ تعالیٰ کے تصور میں مستغرق ہو گے دوسری طرف تمہاری فکر نہ ہوگی۔ اور جب تمہاری روح تمہاری زبان سے جو کچھ بھی سنے چاہے کلام اللہ ہو یا ذکر خداوندی تو تمہاری روح خاص اسی طرف متوجہ ہوگی اور مستغرق ہوگی۔ جس طرح پہلے کلام "الست بربکم قالوا بلی" میں اس کی طرف متوجہ اور قبول کرنے والی ہوگئی تھی اور خاص کر امر کی تابعداری اور اطاعت قبول کی تھی۔ تو اسی طرح اب بھی کلام اللہ کی قبولیت اور اطاعت کی طرف متوجہ اور خاص قبول کرنے والی ہوگی۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی اور مقصد نہ ہوگا۔ اور اپنی زبان سے آواز سننا اللہ تعالیٰ کی آواز سمجھے گا۔ اور روح اس کی تابعداری اور اقتدا کامل حضوری کے ساتھ کامل طور پر کرے گی۔ کہ اس ذکر خداوندی اور تلاوت کلام کی طرف متوجہ ہونا عین رب کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ کیونکہ یہ سننا رب کی ذات کی صفت ہے۔ تو جب ذاتِ خداوندی کی صفت کی طرف متوجہ ہو جائے تو عین ذات کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ کیونکہ یہ صفت بھی ذات کی ہے۔ اور یہ صفت روح بھی

ذات کی صفت ہے۔اس لئے حدیث شریف میں فرمایا ہے۔کہ ایسی عبادت کرو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔تو جب روح کی صفت ذات کی اس سننے کی صفت کی طرف متوجہ ہو جائے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔"ان تعبداللہ کانک تراہ" یہ روح اور امام کے درمیان تفصیل ہوگئی۔باقی صفاتِ خداوندی نہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے عین ہیں اور نہ غیر۔اس کی مثال یوں ہے کہ گیس کی روشنی جو نہ عین گیس ہے اور نہ غیر گیس۔مطلب یہ کہ عابد ذاکر اپنے باطنی آئینے میں اللہ تعالیٰ کے **نور** کی وہ صفت تجلی جو دیکھنے اور سننے سے حاصل ہوتی ہے۔اس طرح دیکھے گا جیسے کہ شیشے میں اپنا چہرہ۔کہ نہ تو عین چہرہ ہے اور نہ چہرے کا غیر۔بلکہ اس کا عکس ہے۔تو اسی طرح عکس صفتی تجلّی نورِ خداوندی عابد ذاکر اپنے باطنی آئینے میں ایسا ہی دیکھے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔تو وہ نہ عین خدا ہے اور نہ غیر خدا۔بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ عارف عابد، مومن کے آئینے میں دیکھا جاتا ہے۔جیسا کہ فرمایا ہے۔

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی　　　　نیک بین باشی اگر اہل دلی

مولای صل وسلم دائماابدا　　　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم ارزقنا بوجہ النبی الکریم.وماتوفیقی الاباللہ

الحمد للہ منشی الخلق من عدم　　　　ثم الصلوٰۃ علی المختار فی القدم

(۳) قلب کے امام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔یعنی قلب کا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔جیسا کہ فرمایا۔"انا من نور اللہ والمومنون من نوری" تو دل کی اقتداء اسی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہے جو اس کے امام ہیں۔جب نمازی عابد اس نور کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے جو نور اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے۔تو یہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق و محبت میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کو فنافی الرسول کہتے ہیں۔پھر اس کا ظاہر وجود تو بدن دیکھا اور سمجھا جاتا ہے۔لیکن اس کے باطن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے نور مبارک کی جو تجلی نور ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے۔ جو اس کو باطنی حقیقی نظر سے دیکھے تو اس کا باطن ایسا منور کردے گا کہ جس طرح وہ خلق عظیم، اخلاق کی شرافت، آداب، عاجزی، اطاعت حضوری کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے وہ تمام فضائل، فوائد و کمالات اس نور کے اس کے باطن میں پیدا ہوجائیں گے اور ظاہر میں بھی تمام افعال اقوال، حرکات وسکنات اسی باطن کی طرح صحیح، پاک اور درست ہوجائیں گے۔ تو ظاہر میں بھی اطاعت رسول کی صفت آجائے گی۔ تو ایسے بزرگ کے ظاہر و باطن کی اقتداء حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوگئی۔ اور جب اسے یہ شرافت نصیب ہوئی کہ اسے اپنے ظاہری و باطنی وجود کے بجائے اپنے باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نظر آگیا۔ تو وہ اس کا حقیقی طور پر امام ہوگیا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ومحبت اس پر غالب آجائے تو ذات بابرکات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا ایسا وصل و تقرب آجاتا ہے کہ پھر اسے اپنا وجود نظر نہیں آتا بلکہ فنا ہوجاتا ہے۔ یعنی اپنے آپ سے تعلق ختم ہوجاتا ہے۔ اور بجائے خود اسے عین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آتے ہیں تو جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ظاہر و باطن میں اسے نصیب ہوجاتا ہے تو اسے فنافی الرسول کہتے ہیں۔ اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب کہتے ہیں۔ کقولہ

"الشیخ کالنبی" تو اس کے امام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور اس کی اقتداء حضور اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوگئی۔ تو یہ اس بات کے لائق ہوگئے کہ جو بھی ان کی اقتداء کرتے ہیں تو یہ حق اور صحیح ہے۔

ان کی امامت اور اطاعت حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور یہ عبادت ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے ہی شخص کے پیچھے مقبول و محبوب ہے۔ اس کا مطلب

یعنی قلب کا امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ ہے کہ عابد مومن کا قلب متوجہ ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہیں۔ اور رحمتِ خداوندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی رحمتِ خداوندی ہے۔ تو جو بھی اپنا دل وروح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرے اور اپنی روح کی اقتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کرے تو یہ شخص عین رحمتِ خداوندی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور رحمتِ خداوندی اس شخص کی طرف خود بخود متوجہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت فرمایا ہے۔ اور اپنا ذکر اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ ان کی یاد کو اپنی یاد فرمایا ہے۔ تو جب عابد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اور اس کی رحمت کی طرف متوجہ ہوا۔ تو ایسی اقتداء کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اقتداء ہے۔ کہ اس مقام میں عابد و معبود کے درمیان کچھ حجاب نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر آئینہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کی تو اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا اور یہ توجہ اللہ کی طرف ہوگی۔ اور بہت جلد ہی واصل الی اللہ ہوگا۔ اور دوست و محبوب ہو جائے گا۔ باقی تفصیل گزر چکی ہے۔ یہ حقیقت قلب کے امام کی ہے۔

"اللھم ارزقنا بوجہ النبی الکریم"

(۴) فہم کے امام جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ وہ اخبار جو منجانب اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنا راز سمجھانے کے لئے اور اپنی طرف سے اظہار کرنے کے لئے اور مخلوق کو دعوت دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں اپنے احکام و اوامر ڈالتے۔ اور اس کی وحی فرماتے۔ "ان ھو الا وحی یوحی" اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو ارسال فرماتے۔ ان کے آنے سے وہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں ہو جاتی۔ اور راز

خداوندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے ظاہر ہو جاتا۔اور یہ فہم اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں ڈال دیتے اسی طرح جب ایک مقام مذکور یعنی **فنافی الرسول** کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے دل کو یہی فہم اور القاء خیر جبرئیل علیہ السلام سے دیا جاتا ہے۔اور یہ عابد اس فہم کے مطابق عمل کر کے روحانی منزل طے کرتا ہے۔اگر چہ یہ اپنے ظاہر و باطن میں یہ نہیں دیکھتا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔لیکن اس کی سمجھ ایسی صحیح ومقبول ہوتی ہے۔جس طرح سمجھ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی منجانب اللہ صحیح ہوتی ہے۔تو اس عابد کی سمجھ کی اقتداء حضرت جبرئیل علیہ السلام کی فہم کے پیچھے ہوتی ہے۔گویا کہ وہ اس عابد کے امام ہیں۔تو اس عابد کا فہم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اوامرِ خداوندی کے مخالف نہیں ہوتا۔کیونکہ اس کا فہم حقیقت میں منجانب اللہ ہے۔اور یہ خود بھی ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔خواہ نماز میں ہو یا دیگر عبادات میں۔تو یہی امام کے فہم کا معنی ہے۔دنیا میں سب سے پہلے فہم جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے۔اور تمام مخلوق یعنی مومن ومسلمان اس فہم سے سمجھ گئے ہیں۔تو تمام کے فہم کے امام وہ ہیں۔

(۵) عقل کے امام میکائیل علیہ السلام ہیں اس لحاظ سے کہ اولین وآخرین تمام مومنوں مسلمانوں کی عقل کی اقتداء ابتداء سے ان کے پیچھے ہے۔اس لئے وہ امام عقل ہیں۔کیونکہ ان کے واسطے سے عقل دی گئی۔اس لئے ظاہری بدن کا امام محراب،امام روح قرآن ہوا کہ روح کی اقتدا قرآن کے پیچھے ہے۔قلب کے امام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فہم کے امام حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔اس کی اقتداء ان کے پیچھے ہے اور عقل کے امام میکائیل علیہ السلام ہیں عقل کی اقتدا ان کے پیچھے ہے مطلب یہ ہوا کہ جب مومن کے قلب کی اقتداء یعنی کہ اصل میں روح اور قلب ایک ہے۔یعنی اصل میں روح ہے۔تو جب

روح مومن کی اقتداء حقیقت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو جائے تو کلام اللہ جس کو ہم قرآن کہتے ہیں یہ کلام ازل میں روح کے ساتھ اپنے رب کا ہوا تھا۔ جیسے 'الست بربکم قالوا ابلیٰ "تو اسی طرح یہ کلام ربی جو قرآن ہے تو یہ باتیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی طرف سے ہوئی ہیں۔ تو جب عابد موٴمن فنافی الرسول ہو جاتا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کے جذبے میں فنا ہو جاتا ہے تو اس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ اس سے اپنا ظاہر و باطن چھپا دیتا ہے۔ اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک نور بن جاتا ہے۔ اور پھر وہ نور اللہ تعالیٰ کا روبرو مشاہدہ یعنی دیدار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بغیر درمیانی حجاب کے کلام فرماتا ہے۔ اور راز و نیاز کرتا ہے۔ اسی کو مشاہدہ کہتے ہیں۔ اور یہی وہ معراج ہے۔ "الصلوٰۃ معراج المؤمنین' نماز مومن کی معراج ہے۔ اس مقام میں مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست   کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

پیارے دوست ! تو پھر اس مقام میں فرشتے بھی نہیں سا سکتے کیونکہ پھر وہاں عقل و سمجھ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب انوارِ خداوندی کے غلبے کا حال نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور اور استغراق میں عابد پر غالب آجاتا ہے۔ تو پھر فنافی اللہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی نظر میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ یہ وہ مقام ہے کہ یہاں عابد کی عقل، سمجھ، علم دانائی و بینائی اور بشریت کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ لیکن یہ حال ہمیشہ نہیں رہتا۔ یہ بعض اوقات عابد زاہد پر آتا ہے۔ اللھم ارزقنا بوجہ النبی الکریم. اللھم آمین یا رب العلمین بحرمۃ سید المرسلین.

دوسرا مسئلہ پانچ قبلوں کا ہے۔

(۱) ظاہر بدن کا قبلہ ظاہر محراب ہے۔ ایک امام ظاہر صورت میں محراب کی

طرف ایسا کھڑا ہے جیسے کہ قبلے کی طرف۔اس کو صرف اس کھڑے ہونے کے لحاظ سے قبلہ کہا جاتا ہے۔اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ یہ محراب قیامت کے دن خصوصی طور پر امام کی عبادت کی گواہی دے گا۔کہ آیا اس نے پنج وقتہ متابعت کی ہے یا نہیں؟امام کے بارے میں بالکل صحیح گواہی پیش کرے گا۔اور یہ گواہی امام کی نجات کا سبب ہے۔اس وجہ سے اس کو بدن کا قبلہ بھی کہتے ہیں۔

(۲) روح کا قبلہ بیت المعمور ہے۔جو ساتویں آسمان میں فرشتوں کا قبلہ ہے۔نمبروار ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں **وعلیٰ ھذالقیاس** ۔تا قیامت یہ سلسلہ جاری ہے۔کہ ستر ہزار فرشتے آکر جاتے ہیں۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بھی ستر ہزار فرشتے آتے ہیں۔اور یہ سلسلہ جاری ہے۔جن فرشتوں کا نمبر ایک مرتبہ آچکا ہے تو پھر دوبارہ ان کو نمبر نہیں ملتا۔یعنی مزار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی زیارت گاہِ فرشتگان ہے۔اسی طرح مزارت اولیاء بھی زیارت گاہِ ملائکہ ہے اس مسئلے کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔اصل بات اس مقام کے مناسب یہ ہے کہ بیت المعمور ساتویں آسمان میں فرشتوں کا قبلہ ہے۔جو بیت اللہ شریف (کعبہ شریف) کے برابر ہے۔کہ روح کی اقتدا اللہ تعالیٰ کی طرف اسی بیت المعمور کی طرف ہے۔اور وہ روح کا قبلہ ہے اس کو مقام اور قبلہ عالم ملکوت کہتے ہیں۔

فائدہ! مطلب یہ ہے کہ اہل طریقت، مخلص، صادق، محب، باحیا اور موؤدب اس مقام تک اپنے پیر کی تعلیم وارشاد اور دوسرے سبق نفی واثبات کے ذریعے پہنچتا ہے۔جو یہ سبق ہے۔"**لاالٰہ الا اللہ**" یعنی جب بھی طالبِ طریقت یہ سبق پڑھتا ہے۔تو اس کی روح عالم ملکوت میں اللہ تعالیٰ کی طرف بیت المعمور کی طرف منہ کر کے متوجہ ہو جاتی ہے۔اور اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی معراج کرتا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کی طرف قیام اور اقتداء

کے ذریعے بیت المعمور کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔اور ظاہر بدن سے روحانی تصور اُٹھ جاتا ہے۔اس مقام میں اپنے آپ پر یعنی عرش معلّٰی سے نور کا برسنا دیکھتا ہے۔اور انوار عرش معلّٰی کا مشاہدہ کرتا ہے۔اور عرش معلّٰی کے یہی انوار بھی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔تو اس انوار کے ذریعے حقیقت میں روح کو ترقی،لذت،عشق و محبت اور جذبات حاصل ہوتے ہیں۔جو حقیقت میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کرنا ہے۔اور اس سے فیض حاصل کرنا ہے۔یہ مختصر سے مطالب روح کے قبلے کے ہیں۔یہ بیت المعمور وہ مقام ہے۔کہ شبِ معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں یعنی اس قبلے کی طرف تمام آسمانی فرشتوں کے امام تھے۔اور ملائکہ نے آپ کی اقتداء کی تھی۔اس لئے یہ کامل مومن امتی کے روح کا قبلہ ہوا۔

(۳) دل (قلب) کا قبلہ عرش ہے۔یہ قلب وہی روح ہے کہ جس کا قبلہ بیت المعمور تھا۔لیکن جب ان انوار کی ترقی اور فیض حاصل کیا تو مقامِ عرش تک پہنچا۔اس مقام کا سبق اسم ذات ہے۔یعنی "اللہ"۔صحیح صادق مخلص محبّ طالبِ طریقت کی روح جب بھی اسم ذات کے ذکر کی زیارت سے منور ہوتی ہے۔اور بلندی کی طرف ترقی حاصل کرتی ہے۔تو عرش اس کا قبلہ ہو جاتا ہے۔یعنی عرش معلّٰی میں نورِ عرش کی طرف قلب یعنی روح کی اقتداء ہو جاتی ہے۔یعنی وہ اس کا قبلہ ہو جاتا ہے۔کیونکہ اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا ہے۔کقولہ "قلب المؤمن عرش الله" اس وقت روح یعنی جس کو قلب کہا جاتا ہے۔عین اللہ تعالیٰ کا عرش ہوتا ہے۔بلکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہو جاتا ہے۔پھر اس مقام قلب (عرش اللہ) میں انوار الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔اور اسی طرح ترقی کے حصول کے لئے انوار کا فیض حاصل کرتا ہے۔تاکہ روح اور بلند ہو کر واصل الی اللہ ہو جائے۔یہ مختصر حال قلب کے قبلے کا ذکر ہوا۔

(۴) فہم کا قبلہ کرسی ہے۔کرسی وہ مقام ہے کہ سونے سے بنا ہے اور عرش کے نیچے ہے۔اور یہ ان ملائکہ کا قبلہ ہے کہ جو ہمیشہ عشق ومحبت خداوندی میں اس مقام میں حالت جذب میں ہیں۔یعنی عشق خداوندی کی وجہ سے اس مقام میں چھلانگیں مارتے ہیں۔تفسیر معدن الاسرار میں نسیم الارواح کے حوالے سے منقول ہے۔کہ شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کی ایک جماعت دیکھی کہ عرش وکرسی کے درمیان جذبہ عشق میں اوپر نیچے جاتے تھے۔جس طرح ایک مست اور بے خبر پریشان عاشق کا حال ہوتا ہے کہ ادھر اُدھر جاتا ہے۔یہی حال ان فرشتوں کا تھا۔کہ عشق ومحبت کے جذبے سے کبھی کرسی سے عرش تک چھلانگ لگاتے اور کبھی حالتِ مستی میں عرش سے کرسی پر بے اختیار گرتے۔حضرت محترم محبوب مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ان فرشتوں کا حال پوچھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا مگر پھر بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تاکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اپنے علم کا اظہار فرمائیں۔تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔"یا سید الانبیأ" مجھے ان کے پورے حالات کا علم نہیں۔لیکن اتنا جانتا ہوں کہ یہ فرشتے سرمستان بادۂ جمال یعنی خداوندی کے مست عاشق ہیں۔اور دیدار خداوندی کے عشق وشوق اور برتری کی وجہ سے اس حالت میں مستغرق ہیں۔

پیارے دوست یہی کرسی ان ملائکہ کا قبلہ ہے اور ان فرشتوں کو کروبیان کہتے ہیں۔یہ ان کے نام ہیں۔اور یہ کرسی بیت المعمور سے اوپر اور عرش کے نیچے ہے۔اور یہ اس مقام کے فرشتوں کا قبلہ ہے۔

فائدہ : جب مخلص صادق اثبات کے ذکر "الا اللّٰہ" کے جذبۂ عشق میں آتا ہے۔تو اس کی روح عرش کے نیچے مقام کرسی میں اس طرح مستی کے حال میں آتی ہے کہ جس طرح حال اس مقام کے فرشتوں کا ہے۔اس سبق کی ابتداء کا مقام وہی بیت المعمور ہوتا

ہے۔لیکن جب عشق و مستی کے جذبے کے حال میں آتی ہے تو کرسی کے انوار کے عشق و جذبے میں اس کی نورانی روح اوپر نیچے عروج اور نزول کرتی ہے یعنی اوپر نیچے جاتی ہے۔اور جب اسم ذات کا سبق "اللہ"شروع کرتا ہے تو اس کی روح کو اس سبق اسم ذات سے ایسی ترقی حاصل ہوجاتی ہے کہ مقام عرش میں اس کا گھر ہو جاتا ہے۔اور اس مقام میں اس کو ایسا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔کہ جیسا مسافر تھکا ماندہ سفر سے اپنے گھر آجاتا ہے۔اور پھر اپنے گھر کی فکر میں لگ جاتا ہے۔اس روح کو اس مقام میں قلب اس لئے کہتے ہیں کہ اس مقام میں اس کی مثال گھر کی ہو جاتی ہے۔اور ایسا گھر کہ جو عرش ہے اور نور سے ہے۔تو اس کی روح اللہ تعالیٰ کے لئے مانند گھر کی ہے۔کقولہ "قلب المؤمن بیت اللّٰہ"،مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔جان لو کہ اس مقام میں مومن کی روح اللہ تعالیٰ کا مکان ہے۔اور اللہ تعالیٰ اس گھر کا مکین ہوتا ہے۔لیکن یہ مکان ایسا ہوتا ہے کہ "المؤمن مراۃ" یعنی اس وقت اس کی روح اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہو جاتی ہے۔اس کی مثال جیسے کہ سورج پانی میں نظر آتا ہے۔لیکن ذاتِ سورج عین پانی میں نہیں ہوتا۔لیکن پانی بھی ذاتِ سورج کا غیر نہیں ہوتا۔یا چہرہ جیسا کہ آئینہ میں نظر آتا ہے۔تو آئینہ نہ عین چہرہ ہے۔اور نہ چہرے سے جدا اور غیر ہوتا ہے۔اس کا ظاہر ذات کا آئینہ کہلاتا ہے۔لیکن باطن میں ظاہر ذات کا چہرہ نظر آتا ہے اور دیکھا جاتا ہے۔یہ آئینہ کی صفت ہے کہ اس میں چہرہ نظر آتا ہے۔اور ایسا کہ جس طرح چہرہ ہوتا ہے لیکن عین چہرہ نہیں ہوتا لیکن چہرے کا غیر بھی نہیں ہوتا۔اسی طرح عابد و زاہد کی روح کے آئینہ میں اسے اس مقام میں اللہ تعالیٰ کے نورانی قدرت کا جمال اس طرح نظر آتا ہے کہ وہ ایک لاتعداد، بے ابتداء اور بے انتہا نظر آتی ہے۔یعنی نہ اول و آخر اور نہ اس کی کوئی حد اور مقدار و اندازہ ہے۔اللہ تعالیٰ خود بھی اپنا جمال و جلال مومن کے روح کے آئینے میں دیکھتا ہے۔یعنی اپنے جمال و جلال کا تماشہ کرتا ہے۔اس وجہ سے روح کو اس

مقام میں قلب کہا جاتا ہے۔اور اصل میں روح ہے۔کہ اس مقام میں اس کا قبلہ عرش ہے۔ یہ ایک حصّہ روح کا جو قلب کے نام سے موسوم ہے اور اس کا قبلہ عرش ہے کہ ساتھ بیان ہوا۔اس مسئلہ میں کہ فہم کا قبلہ کرسی ہے۔ کہ اس مقام میں عاشق کو صرف اتنی فہم ہوتی ہے کہ یہ عشق کے جذبے کی مستی ہے۔اور اسی کے مناسب کچھ سمجھ ہے۔اس مقام میں فہم کے قبلے کے بارے میں یہ مختصر سی تفصیل کی گئی۔

(۵) کعبہ عقل کا قبلہ ہے۔یعنی بیت اللہ شریف کہ دنیا بھر کے تمام عابدانِ خدا اللہ تعالیٰ کی طرف اس کعبہ کی جہت سے متوجہ ہوتے ہیں۔اور یہ ان کا کعبہ ہے۔لیکن اس کو عقل کا کعبہ اس لئے کہا گیا کہ اس کعبہ کی متابعت ان صاحبان عقل نے کی ہے کہ تمام عقلوں کی اقتداء انہی کے پیچھے ہے۔اور یہ صاحبان عقل اور آئمہ عقل انبیاءً علیہما السلام ہیں۔اور ان کی عقل کی بناء پر تمام مسلمانوں کی عقلوں نے ان کی اقتداء کی ہے اللہ کی طرف اور ان کی عقلوں نے یہ مانا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے انوار و رحمتوں کا ایک خاص مقام ہے۔اس کو عقل کا کعبہ اس بناء پر بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف نماز پڑھنا یا اس کا ادب وعزت کرنا ان لوگوں کا کام ہے کہ جن میں عقل وشعور ہوتا ہے۔اور جن لوگوں میں عقل و ہوش نہیں ہوتا تو ان کی عبادت کو عبادت نہیں کہا جاسکتا۔کیونکہ وہ نہ تو آداب عبادت جانتے اور سمجھتے ہیں اور نہ ہی خیر وشر کی تمیز کر سکتے ہیں اور قبلہ وغیر قبلہ بھی نہیں جانتے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے بے عقل لوگوں کے بارے میں فرمایا۔"ولا تقربو الصلوٰۃ و انتم سکری" اس لئے کعبہ کو عقل کا قبلہ کہا گیا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ عقل مند وہ لوگ ہیں جو اس کعبہ کے مؤدب وتابعدار ہوں۔کیونکہ جو لوگ اس کعبہ کی تعظیم و ادب نہ کرے تو اس کو کافر کہا جاتا ہے۔اور کافروں کی عقل نہیں اس لئے ان کا یہ کعبہ نہیں ہے۔کافر عقل سے محروم ہیں۔اور یہ کعبہ عقل والوں کا ہے اور ان کا ہے جو صاحبانِ عقل اور اللہ رب العزت کے دوست

ہیں۔ یہ پانچ قبلوں کی تفصیل تھی کہ عرش قلب کا قبلہ ہے یعنی قلبِ مومن کا۔ اور جسے یہ مقام نصیب ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور یہ عرش نور سے ہے۔ اور کرسی فہم مومن کا قبلہ ہے۔ جو خاص عاشق ملائکہ کا قبلہ ہے۔ بیت المعمور مومن کے روح کا قبلہ ہے۔ جو تمام فرشتوں کا قبلہ ہے۔ بیت المقدس یہ تمام رسولوں کا قبلہ ہے۔ پانچواں قبلہ کعبہ شریف ہے۔ جو تمام مومنوں کے ظاہری بدن کا قبلہ ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے۔ کرسی سونے کی ہے۔ بیت المعمور یاقوت سے بنا ہے۔ بیت المقدس مروارید کا بنا ہے۔ کعبہ شریف پتھر سے بنا ہے۔

یہ مختصر سی تفصیل پانچ قبلوں کی ہوگئی۔ اور یہ اس گزشتہ عبادت کی تشریح تھی جس کا بیان پانچ امام و پانچ قبلوں کے متعلق لکھا گیا تھا۔ یعنی فرمایا کہ جس نے ان مسائل کی حفاظت کی۔ یعنی ان کو سمجھ لیا تو بے شک اس کے پیچھے نماز صحیح اور جائز ہے۔ خواہ اُمّی ہو یا عالم اس کے پیچھے تمام مسلمانوں کی نماز درست ہے۔ اور اگر ان مسائل کو نہ جانا اور عمل نہ کیا تو اس شخص کی امامت جائز نہیں خواہ عالم بھی ہو لیکن اس کی مثال جاہل کی ہے۔ خواہ فقیہہ عالم ہو یا غیر فقیہہ لیکن اس بات میں برابر ہے کہ ان کی امامت صحیح نہیں۔ خواہ حافظ قرآن ہو یا غیر حافظ قرآن ہو۔ اور یہ مسئلہ تمام علماً کے نزدیک متفقہ ہے۔

اس مسئلہ کو فردوس الفتاویٰ الھدیٰ، فتاویٰ دلائل میں باب الامام میں لکھا گیا ہے۔ یہ مسئلہ جو ظاہری عبادت ہے اور اس نے پانچ امام اور پانچ قبلے بتائے ہیں۔ تو صرف اس کا ظاہر کہ پانچ امام فلاں فلاں ہیں۔ اور پانچ قبلے فلاں فلاں ہیں۔ تو یہ ظاہر علماً کے نزدیک ہے۔ لیکن اس کی ظاہری معرفت بھی بہت کم لوگوں کو ہے۔ لیکن اس کی جو تفصیل بیان ہوئی کہ جس میں اس کی حقیقت اور باطن بیان ہوا تو وہ تو دنیا میں بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں۔ اور جن کو معلوم ہے تو وہ وہ لوگ ہوں گے کہ جو انتہائی زیرک، باریک بین، اہل

شریعت وطریقت، اہل حقیقت ومعرفت ہوں گے۔ باقی یہ جو حقیقت بیان ہوئی ہے تو اس حقیقت کی اصل حقیقت یہاں مختصر الفاظ میں بیان کی جاتی ہے۔ جو خود بھی بہت کم اور خواص محققین طریقت کو نصیب ہوتی ہے۔ جس کو نماز طریقت کہتے ہیں اور طریقت کی نماز حقیقت ہے اور معرفت اس حقیقت میں ہے۔ یہ نماز طریقت ہمیشہ یعنی ساری زندگی ہے اور اہل طریقت کے لئے اس نماز کی جگہ (مسجد) دل ہے۔ اس نماز کی جماعت باطنی قوت کا توحید کو باطنی زبان سے سننے کا شغل ہے۔ اس کا امام شوقِ دل ہے۔ اس کا قبلہ حضرت الاحدیت ہے۔ اس کا جمال صمدیت ہے۔ پس روح و قلب اس نماز میں ہمیشہ مشغول ہوں گے۔ کیونکہ دل نہ سوتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ "القلب لاینام و لا یموت" اور نمازِ دل تو حیاتِ دل سے متعلق ہے۔ بغیر قیام و آواز سے، بغیر قعود و سجود کے۔ خطابِ دل اللہ کے ساتھ باطن کی زبان سے یہ ہوگا۔ "ایاک نعبدو ایاک نستعین"

فائدہ : مختصر مطلب یہ ہے کہ اہل طریقت کا دل مسجد حقیقی ہے۔ اور یہ ہمیشہ کے لئے پوری زندگی کے لئے اپنی باطنی مسجد میں نمازی ہے۔ اور اس کا جمعۃ المبارک باطنی زبان سے "اللہ" کہنا جو کلمہ توحید ہے اور مکمل باطنی طور سے سننے کا شغل ہے۔ اس نے اپنا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا ہوتا ہے۔ یعنی باطنی زبان سے "اللہ" کہتا ہے۔ اور کلی طور پر سننے میں مستغرق ہوتا ہے۔ اور اس کا باطنی شوق وجذبہ اس کا امام ہے۔ جو شوق و عشق کی زبان سے "اللہ" کہتا ہے اور "اللہ" سنتا ہے یعنی شوق اس کا امام ہے۔ "اللہ" کہنا اور "اللہ" سننا ہے۔ بس یہی اس کا کام ہے اور یہی اس کی قرأت ہے دل کی مسجد میں۔ اور اس کا قبلہ واحد لاشریک ہے۔ یعنی ایک ذاتِ احد اس کا قبلہ ہے۔ یعنی وہ ذات جس کی طاقت واحاطہ تمام موجودات پر ہے۔ یہی معنیٰ احدیت کا ہے۔ اور یہ حقیقت میں قبلہ ہے۔ اور صمدیت اس کی زینتِ نورانی، حسن اور جمال ہے۔ یعنی بے مثل ہے۔ یعنی

وہ احد جو بے مثل ہے وہ اس کا قبلہ ہے اور یہی قبلہ کی حقیقت ہے۔ پس دل و روح ہمیشہ مشغول ہوں گے اس نماز میں کیونکہ دل اصل میں روح ہے۔ اور روح مرتی نہیں اور نہ سوتی ہے۔ اور دل کی نماز دل کی حیات کے ساتھ ہے یعنی جب تک دل زندہ ہونا ثابت ہو جائے تو یہ نماز بھی ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ مومن تو دنیا میں فرض نماز و نوافل وغیرہ حسب طاقت سونے کے وقت تک اور آخر کار مرنے کے وقت تک دنیا میں ظاہری طور پر ادا کرتے ہیں۔ لیکن مومن کی روح دونوں حالتوں میں نماز پڑھتی ہے۔ یعنی دنیا میں سوتے جاگتے میں۔ خواہ ظاہری بدن سے ہو یا ظاہری بدن کے مرنے کے بعد ہو تو پھر وہ ایسی نماز ادا کرتے ہیں جو شوق و محبت کی نماز ہے۔ جس کا بیان گزر چکا ہے۔ کہ شوق اس کا امام ہے اور نمازِ دل بغیر قیام و ارکان وغیرہ کے ہے۔ اور باطنی زبان سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ خطاب ہوگا۔ "ایاک نعبد وایاک نستعین" الغرض سالک طالب اپنے باطن میں عبادت الٰہی میں مشغول ہوگا۔ اور اس عبادت کی مدد بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا۔ اور باطنی شوق اس کا امام ہوگا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات ''اللہ'' اس کے شوق کی زبان کا ذکر ہوگا۔ اور ان تمام کی طرف تصور کرنا جماعت کی طرح ہوگا۔ اور باطنی کانوں سے سنے گا یعنی دل کے کانوں سے۔ اللہ اور قبلہ اس کا بے مثل احدیت ہوگا یعنی پروردگار عالم کی ذات کے شوق میں اس کی روح اس کے باطن میں کلی طور پر متوجہ ہوگی۔ اور روح کے جذبہ اور شوق سے ''اللہ'' کہے گا۔ ''اللہ'' سنے گا۔ اس کی مثال بیان کرنے کی طاقت نہیں۔ بس یہی حقیقی نماز طریقت ہے۔

مختصر سے الفاظ میں اس مسئلہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

انوار کے دیکھنے سے روح اس ذات کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ کہ جس کا احاطہ تمام موجودات پر ہے۔ اوپر نیچے اور ہر طرف۔ نہ اس کی ابتداء اور نہ اس کی انتہا ہے۔ ہر جگہ

اوپر نیچے، ظاہر، باطن موجود ہے۔تو روح بھی نور کی آنکھوں اور غلبے سے طالبِ دیدارِ حق اس ذات کو دیکھتا ہے۔اور اپنی روح کے باطنی آئینے میں ذاتِ خداوندی کے انوارات کا چہرہ قدرت ایسے دیکھتا ہے جیسا کہ اپنا چہرہ آئینے میں۔یا سورج پانی میں۔بوجہ شغل ذکر خداوندی یعنی اسم ذات ''اللہ'' کا کہنا، سننا اپنے باطن میں اور اس کا ظاہر بھی اس طرف متوجہ ہوتا ہے۔یعنی باطن میں اس کا دیکھنا، سننا اور بولنا ''اللہ'' ہے۔اس طریقے سے جس کا بیان ہو چکا ہے۔اور اس کے بدن میں اس کی روح عشق کے جذبے سے بہت مست ہوتی ہے۔بس اسی طرح نماز عاشق ذاکروں کی ہوتی ہے۔ہر حال میں جب ان پر ذات خداوندی کی صفات سے سننے کی تجلی وارد ہوتی ہے۔تو اس کے ظاہری کان تمام دنیا و آخرت کا سنتے ہیں۔اور ذاتی صفات میں سے تجلی کن (کرنے کی) وارد ہوتی ہے تو پھر ظاہر منہ سے جو کہا تو وہ ہوتا ہے۔خواہ زندہ کرنا یا مارنا ہو جو کچھ بھی ہو۔لیکن اس طرح خلاف عادت کام اولیاء اللہ حتی الامکان وحسب طاقت نہیں کرتے جو ظاہر سے مخالف ہو۔لیکن یہ شاذ و نادران سے جذبات کے غلبہ کے وقت بے اختیار صادر ہو جاتے ہیں۔باقی اسم ذات کے ذکر کے مقام پر اکثر عاشق انتہائی جذبہ کی وجہ سے فنا ہو جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے نور کے غلبے کے انوارات میں۔فنا یہ ہے کہ فنا اور ذات قائم ہوتی ہیں۔یعنی بشریت کی صفت باقی نہیں رہتی۔بلکہ عاشق کے بدن کے ساتھ ذات کی صفات قائم ہو جاتی ہیں۔اور جب نفی اثبات کا ذکر کرتے ہیں تو **لا الہ** سے تمام موجودات کو فنا کرتے ہیں یعنی تمام موجودات کی نفی کرتے ہیں۔اور **الا اللہ** کے ساتھ تمام موجودات کی جگہ ایک موجودِ حقیقی ان کی نظر باطن و ظاہر میں قائم ہوتی ہے۔یہ ان کا ذکر ہوتا ہے۔

مطلب یہ کہ ظاہر ایک پردہ حجاب ہے۔انسان کے لئے جب نفی اثبات سے یہ ظاہری پردہ دور ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کو دیکھ لے گا۔جو نہ عین ہوگا نہ غیر یعنی یہ صرف ایک

نقطہ ہے جو غیر کے غ پر ہے۔ عین اور غین ایک ہے اگر یہ نقطہ دور کیا جائے تو عین ہو جائے گا۔ عین اور غین حقیقت میں ایک ہے۔ جب نقطہ کا اعتبار کیا جائے تو غیریت ہو جاتی ہے۔ صرف یہی ایک نقطہ عین پر غین کا ہے۔ یعنی انسان کا یہ ظاہر وجود اللہ و انسان کے درمیان انسان کے لئے ایک حجاب و پردہ ہے۔ اور انسان کے وجود کا ظاہری لباس اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک آلہ ہے۔ اس لئے اگر یہی پردہ انسان نے اپنی تصور سے پس پشت گرادیا جس طرح گھونگھٹ کو چہرہ سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور دوسروں کو دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح اگر یہی پردہ انسان اپنے بدن سے مانند گھونگھٹ کے دور کرے تو اپنے بدن میں بلکہ اپنی جگہ پر بھی اللہ کو دیکھ لے گا۔ دور نہیں ہے نزدیک ہے اپنے بدن میں پایا جاتا ہے۔ "و نحن اقرب الیہ من حبل الورید" ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ "ھم وراء الوراء" وہ نزدیکیت ہماری روح کی طرف ہے۔ جب جسم نہ تھا اور روح کو اپنے امر سے پیدا فرمایا۔ جو صفت خداوندی ہے یعنی صفت سے پیدا فرمایا۔ جب یہ روح پیدا نہ ہوئی تھی تو ذات خداوندی میں فنا تھی۔ اور جب روح کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تو اپنے امر سے پیدا فرمایا۔ یعنی اپنی ذاتی صفت سے ظاہر فرمایا۔ تو یہ ایسا قرب ہے اللہ تعالیٰ کا ہماری طرف۔ یعنی ہماری روح فنا تھی ذات خداوندی میں۔ پھر یہ روح اس مقام تک پہنچتی ہے۔ یعنی عاشق پر وہی حال واقع ہو جاتا ہے کہ صفات ختم ہو جاتی ہیں۔ صرف ایک ذات باقی رہتی ہے باطنی نظر کی حقیقت میں۔ جس طرح کہ دودھ کی حقیقت کہ وہ گھی ہے یعنی مکھن۔ جب بھی گھی کا یہ پردہ مکھن سے دور کیا جائے جو دودھ کا پردہ ہے۔ تو مکھن ظاہر ہو جاتا ہے جو حقیقت ہے۔ تو اب وہ حقیقت ظاہر ہوگئی اور وہ ظاہری دودھ فنا ہو گیا۔ اور اس کی جگہ دوسری شے ظاہر ہوگئی۔ یعنی ایک تو دودھ سے حقیقت ظاہر ہوگئی جو مکھن ہے اور دوسرا یہ کہ دودھ کا ظاہر ظاہر نہ رہا۔ یعنی اس کا ظاہر فنا ہو گیا۔ اور اس سے دوسری چیز بن گئی۔ تو اس

کی ظاہر بھی حقیقت ہوگئی جب وہ فنا ہوگئی اور دوسری شے اس کی جگہ قائم ہوگئی یعنی اب اس دودھ سے الگ ہوا تو دودھ دودھ نہ رہا اور اس کا ظاہر اور نام بھی اس طرح بدل گیا کہ اب اس کو دوسری چیز کہا جاتا ہے۔ اسی طرح یہی حال عاشق مستغرق کا ہے۔ جس کو ولی فناء فی اللہ، واصل الی اللہ کہتے ہیں۔ اس کی مثال دودھ کی سی ہے۔ یعنی جس طرح دودھ جس چیز سے بنا ہے جس کی حقیقت گھی ہے یعنی روغن چکناہٹ۔ جب ظاہر ہوا تو اسے دودھ کہتے ہیں۔ اور جب کچھ مشقت کرے اور کچھ وسائل بھی تلاش کرے یعنی تو منہ (دہی کا کچھ حصہ پانی جس کو دودھ میں دہی بنانے کے لئے ڈالا جاتا ہے) تو پھر اس کا حال بدل جاتا ہے۔ اس کے بعد تھوڑا امارا جائے تو اس کی حقیقت باہر آجاتی ہے۔ جو اس کی شروع کی اصل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ انسان کی حقیقت اصل میں اللہ ہے اور انسان اس ذاتِ حقیقی سے ایک صفت ظاہر ہوئی ہے اس ذات کے ارادے سے۔ اس کو انسان کہا جاتا ہے۔

حقیقت اصل ذات نہیں کہا جاتا۔ لیکن جب بھی یہ انسان بیعت کرے جیسا کہ دودھ میں دہی کا کچھ تھوڑا حصہ ڈالے پھر اس بیعت کے مناسب مشقت کرے۔ یعنی ذکر خداوندی کا اہتمام کرے تو پھر اس شخص کا وہی حال ہو جاتا کہ دودھ سے گھی نکل آتا ہے۔ اور دودھ ظاہر میں دودھ بھی نہیں رہتا۔ اسی طرح بیعت و مشقت کے بعد صادق عاشق پر یہ حال واقع ہوتا ہے۔ پھر اس کی پہلی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی حقیقت قائم ہو جاتی ہے۔ اس کے ظاہر و باطن میں اور اس کی نظر میں۔ جس کو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ اور اس کا ظاہر وہ ظاہر نہیں ہوتا صرف ان لوگوں کو وہ ظاہر نظر آتا ہے، جنہوں نے پہلے دیکھا ہو لیکن وہ ظاہر بھی اور لوگوں کی طرح نہیں ہوتا جیسا کہ دودھ جب مشقت سے بدل گیا اور اس کی حقیقت ظاہر ہوگئی اور دودھ کا ظاہر بدل گیا بوجہ مارنے کے اسی طرح طریقت کی مشقت ذکر کی وجہ سے یعنی غلبہ ذکر سے حقیقت بھی ظاہر ہوئی جو عاشق کا اکثر حال ہوتا

ہے۔اور ظاہر میں اسے حقیقت کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔اور پھر اس کا ظاہر بھی اور لوگوں کی طرح نہیں ہوتا یعنی اس کے ظاہر میں بھی اسی طرح صفات حقیقی کا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔اور پہلے والی ظاہری صفات بدل جاتی ہیں۔جیسے کہ اس کے ظاہری ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حقیقی صفت کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔اسی طرح پاؤں، کان، آنکھ اور باتیں (کلام) وغیرہ کہ ان اعضاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ہوں۔اس لحاظ سے ظاہر بھی اللہ تعالیٰ کا ہے جو دیگر لوگوں سے الگ ہے جیسا کہ ان کی سماعت، بصارت، کہنا، کرنا، جانا، باتیں زبان وغیرہ تمام اقوال، افعال اور اعتقاد دوسری طرح کام کرتے ہیں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں جو دوسرے لوگوں میں نہیں ہوتے۔اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست کہا ہے۔بوجہ اور بسبب اس بیعت برائے نفلی عبادت کے۔جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ ''علم صوفی علم خدا است''

یعنی صوفی کا علم خدا کا علم ہے۔فرماتے ہیں ظاہر انسان باطن میں ہے انسان کا ظاہر عبد باطن حق ہے۔انسان حق نہیں باطن حق ہے۔مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں:

اللہ اللہ گو کہ اللہ می شوی

ایں سخن حق است واللہ می شوی

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

پیارے دوست! صرف اولیاء اللہ کے ان ظاہری گوشت پوست کے بدن کو نہ دیکھو اور ظاہر پر دھوکہ نہ کھاؤ اس کی حقیقت پر بھی تھوڑی سی نظر ڈالو۔ظاہر کا یہ پردہ اپنی نظر سے دور کرو تاکہ حقیقت کا نور دیکھو یعنی جس طرح گرد و غبار سورج کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو سورج ظاہراً دیکھا جاتا ہے۔اور پھر ہر شخص سورج کی اس دھوپ کو اپنے جسم پر دیکھ لیتا ہے۔اسی طرح نفس پرستی کے وہ گرد و غبار اور دنیا پرستی، انانیت اور غرور کی وہ دھول اپنے

باطن سے دور کی جائے اخلاص اور صدق دل سے ذکر خداوندی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا وہ نور ولی اور دوست کے آئینے پر تجھے ظاہر ہو جائے گا۔ اور تمہارے بدن پر بھی اس نور کی روشنی کا اثر پڑے گا کہ تمہارا بدن بھی اس نور سے منور ہو جائے گا۔ جیسے کہ مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی　　　　نیک بیں باشی اگر اہلِ دلی

ولی کے اندر اللہ تعالیٰ کا نور ظاہر ہے۔ مگر جب تو اہل دل ہو جائے گا تو دیکھ لے گا۔ لیکن تمہاری چمگادڑ کی طرح سورج سے دشمنی ہے۔ اور کمرے کے اندر اندھیرے میں بیٹھے ہو۔ تو تم خاک سورج دیکھو گے۔ سورج تو تب نظر آئے گا کہ جب تم حسد، انانیت، تکبر اور بدگمانی کے پردے کو ذکر خداوندی کی تلوار سے چیر دو گے۔ اور صحیح عقیدہ، اخلاص و محبت سے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو دیکھو۔ اور ان کی طرف رجوع کرو تو اس کے بعد جا کر نورِ حق کو ظاہر میں دیکھ لو گے۔ اور وہ انوارِ حق کی تجلی تمہارا باطن و ظاہر بھی روشن و منور کرے گی۔ حسد کرنے والوں، بے محبت و بدگمان لوگوں کے بارے میں ایک سالک نے فرمایا۔ کہ یہ حق نہیں دیکھتے اور اس سے اپنی انانیت، ضلالت کے پردوں میں چھپے ہوتے ہیں اور چمگادڑ کی طرح یہ لوگ بھی منکر ہیں۔ حالانکہ سورج موجود ہے اور تمام جہاں اس کا قائل ہے۔ لیکن یہ اپنے کمرے کے اندھیرے میں چھپتا ہے اور ملامت سورج کو کرتا ہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے کہ جو اولیاء اللہ کے آئینہ میں نورِ حق کا انکار کرتے ہیں۔ اور ملامت ان کو کرتے ہیں۔ اس لئے ایک سالک فرماتے ہیں۔

نُورِ دَ نمرکۂ بینا پہرک تہ لیدے نہ شی　　دے کور چشم دے پہ نمرغۂ ملامت بُولی

یعنی سورج کی روشنی اگر چمگادڑ کو نظر نہ آئے تو یہ خود نابینا ہے سورج پر کیوں ملامت کرتا ہے۔

ثغۀ حاجت دے چہ وبل خواتہ ئے گورم　　پہ نخپل کور کینے ھمکنار دے رب زما

یعنی عارفانِ طریقت اللہ تعالیٰ کو اپنے وجود کے آئینے میں دیکھتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کا گھر بھی کہا گیا ہے۔اس لئے سالک نے بھی اس کو گھر کہا۔ جو اس کے وجود کا گھر ہے۔اس لئے فرمایا"قلب المؤمن بیت الله"مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔

پیارے محبوب ! جان لو پہلے مومن کے دل کے آئینے کے گھر میں اللہ تعالیٰ کو دیکھو۔اس کے بعد نورِ حق کا عکس تمہارے وجود کے ظاہر و باطن میں جلوہ فرما ہو جائے گا۔ پھر اپنے باطن میں بھی نورِ حق کو دیکھ لو گے۔ کیونکہ اس مومن کامل کے دیکھنے سے تمہارے باطن حقیقی کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔اور تمہارے دل کا آئینہ اس عقیدت کی روشنی سے روشن ہو جائے گا تو پھر اپنے آئینے میں نورِ حق کو دیکھ لو گے۔یعنی دیدار و معراجِ حق کرو گے۔ کقولہ"

لکہ غ پہ آئینہ، نمر پہ اُوبو کینے　　نہ ئے عین عینیت نۀ غیریت شی

یعنی اللہ تعالیٰ کو اس طرح دیکھ لے گا۔جیسا کہ سورج پانی میں یا چہرہ آئینہ میں کہ نہ آئینہ۔عین چہرہ ہے۔اور نہ چہرہ عین شیشہ میں ہے۔اور نہ آئینہ چہرے کا غیر ہے۔جان لو کہ کاملانِ طریقت کا یہ ظاہر بھی اللہ تعالیٰ کی حقیقت باطنی سے الگ و جدا نہیں ہے۔اور نہ حق اس سے الگ و جدا ہے۔　　(کقول السالک)

اگر حقیقت کو مجاز سے الگ جانتے ہو تو کیا قرآن مجید میں یہ نہیں ہے؟

جان لو کہ عارفوں کا مجازی ظاہر حق سے الگ نہیں ہے۔اور نہ حق ان کے مجاز سے الگ و جدا ہے۔ بلکہ ان کا یہ مجاز بھی حقیقت سے ہے۔اگر ان کا مجاز ان لوگوں نے جان لیا تو پھر حق کو بھی جان لیں گے۔ کیونکہ ان کا مجاز اور حق اللہ کا ایسا قرب ہے۔جیسا کہ یہ دو لفظ ایک دوسرے سے الگ نہیں۔جیسا کہ قرآن سے مجید الگ نہیں۔ بلکہ مجید قرآن سے ہے۔یہی حال اہل اللہ اور اللہ کا ہے۔اور ان کا حال ایسا ہے کہ چقماق میں آگ۔ چقماق

(پتھر) کی کوئی جگہ بھی آگ سے خالی نہیں۔لیکن اس آگ کو ظاہر کرنے کا تجربہ سیکھنا چاہئے۔جیسا کہ اہل اللہ سے اللہ کا ذکر سیکھنا تمام آداب، اخلاق، پیروی، صدق واخلاص کے ساتھ۔تو اس سے ذاکر کے دل میں وہ نور پیدا ہو جاتا ہے۔بوجہ کلی آداب ذکر کے جس طرح جب آگ نکالنے کا طریقہ سیکھ لیا جائے۔دوسرا اللہ تعالیٰ اور کامل مومن کا ایسا حال ہے۔جیسا کہ درخت کا بیج ہے اور وہ درخت میں چھپا تھا اور پھر ظاہر ہو گیا لیکن درخت بھی بیج میں چھپا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ بیج درخت سے الگ اور غیر نہیں۔اور درخت بیج سے جدا اور غیر نہیں۔بلکہ حقیقت میں درخت اور بیج ایک ہیں۔لیکن صرف بیج کا درخت سے مجازاً ظاہر ہونے کی وجہ سے ظاہری نظر میں جدائی معلوم ہوتی ہے۔لیکن درخت پھر بھی بیج میں ہوتا ہے۔یعنی یہ ظاہر جو کچھ بھی ہے۔یہ مجازاً ظاہر ہونے کی وجہ سے بظاہر الگ نظر آتے ہیں۔لیکن یہ حق سے ظاہر میں آئے ہیں۔پھر بھی وہی حق اس ظاہر میں ہے۔جیسا کہ درخت پھر بھی بیج میں ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں پوشیدہ خزانہ تھا۔میں نے اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی ذات سے مخلوق کو پیدا فرمایا اپنے ارادے سے۔اس لئے فرمایا کہ عاشق صادق کی نظروں میں شرکت نہیں ہوتی بلکہ ایک حقیقت ان کو نظر آتی ہے۔جیسا کہ فرمایا۔درخت پھل ہے اور پھل درخت۔حقیقت ایک ہے شرکت معدوم ہے۔یعنی پھل درخت میں تھا اور اس سے ظاہر ہوا۔اب درخت بھی پھل میں باطن ہوا جب پھل ظاہر ہوا تو حقیقت سب ایک ہوئی۔جدائی باقی نہ رہی۔یہی حال حقیقی عاشق اور حق کا ہے۔عاشق کی نظر میں تو شرکت باقی نہ رہی۔ظاہر باطن ہے اور باطن ظاہر ہے۔دوئی ختم اور شرکت معدوم۔ترجمہ

نہ حلول نہ اتحاد ہے ایک دوسرے میں عقل اس لئے حیرت میں رہ جاتی ہے

یعنی نہ ذات خداوندی عین بندہ میں ہے۔اور نہ بندہ غیر از اللہ ہے یعنی اللہ سے

غیر نہیں۔ اور نہ اللہ تعالیٰ بندوں میں تقسیم ہے۔ اور نہ جزئیت ہے۔ یعنی نہ اس میں جزء خداوندی ہے۔ اور نہ یہ ظاہر عین کل اللہ تعالیٰ ہے۔ اور نہ یہ ظاہر اللہ تعالیٰ سے جدا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ ترجمہ:

نہ عین عینیت ہے نہ غیر یت　　جیسا کہ چہرہ آئینہ میں سورج پانی میں

یعنی ایسا حال انسان اور اللہ کا ہے۔ جیسا کہ آئینہ میں چہرہ یا پانی میں سورج۔ اس لئے انسان کو مرأۃ اللہ کہا گیا۔ یعنی انسان کامل اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے۔ کہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے جلال و جمال کا تماشہ بھی فرماتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے آئینے میں دیکھتا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی اس انسان کامل کے آئینے میں صفات اور انوار الٰہی دیکھتے ہیں۔ اور اس کے آئینہ میں معرفت خداوندی حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی کامل انسان کے آئینے کے سبب اپنے آئینے میں بھی نور حق دیکھتے ہیں۔

اس لئے فرمایا۔ ''المؤمن مرأة المؤمن'' یعنی ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔ بلکہ عارفانِ وصادقانِ طریقت کی نظر میں جہاں کا ذرہ ذرہ معرفت خداوندی کا آئینہ ہے۔ اور ہر ذرے میں جمال وجلال خداوندی کی تجلی دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ صادق عاشق حضرت باباجی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جلوہ دَ رب ارنی پہ طور موقوفہ نہ دہ　　ھرہ ذرہ طور دے نوخۂ اُوکرم موسیٰؑ نِشتہ

یعنی رب ارنی کا جلوہ کوہ طور پر موقوف نہیں۔ ہر ذرہ ذرہ کوہ طور ہے مگر موسیٰ علیہ السلام نہیں ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ عاشق صادق کی نظر میں بوقت مراقبہ استغراقی یہ حجاب مجازی کچھ نہیں ہوتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ایک ہے۔ تو وہی حال عاشق کی نظر میں قائم ہو کر ماسوی اللہ معدوم یعنی فنا ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ جان ہوتی ہے نہ جہاں۔ **اللھم ارزقنا بوجھک الکریم**

سالک کے لئے ضروری آداب

قطب الارشاد کے صفحہ ۵۴۱ میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ وہ اپنے پیر کامل مکمل واکمل کی صحبت میں ممکنہ آداب کا لحاظ رکھے۔ اور اسی طرح رہے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صحابہ کرامؓ رہا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے پیر کامل کی صحبت مرید کے لئے بمنزلہ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور مرید اپنے پیر کا اس حد تک خیال رکھے۔ جس طرح صحبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے آداب کا خیال رکھا جاتا تھا۔ اس لئے کہ اس سے مقصد قرب الٰہی کا حصول ہے اور فیض الٰہی سے مستفید ہونا ہے۔

لیکن فیض الٰہی پیر ومرشد کو آداب کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ فیض الٰہی کا نزول اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے دل پر خبردار ہے۔

آداب المخلصین کے صفحہ ۱۵ پر مرید کیلئے درج ذیل آداب مرقوم ہیں۔ یہ کہ

☆ اپنے پیر کامل مکمل پر نیک اعتماد رکھے۔ اس لئے کہ جملہ اولیائے کرام اپنے پیرو مرشد ہی کو اپنے لئے نفع اور اپنے مطلوب کے حصول۔ یعنی معرفت الٰہی۔ کیلئے نافع اور کافی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو کامل وجود کے ساتھ اپنے پیرومرشد کے تفویض کرتے ہیں۔

☆ مرید کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ کبھی بھی پیرومرشد سے خلافت اور تعلیم طریقت کے اذن ملنے کا طمع نہ رکھے۔ اور نہ کبھی اس قسم کے خیالات دل پر لائے۔ اور نہ منہ زبان پر اظہار کرے اس لئے کہ مقصد حصول دنیاوی مراتب نہیں۔ بلکہ معرفت

الٰہی ہے۔

پس سالک کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنے قلب کو باطل دنیاوی مقاصد سے پاک صاف رکھے۔ کیونکہ دنیاوی مقاصد حصول حق کے لئے مانع ہے۔ اور فاسد خیالات سے قلب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

☆ اگر پیر کامل مکمل سے مرید کو تعلیم طریقت وخلافت کی اجازت مل بھی گئی۔ تب بھی مرید کو چاہئے کہ وہ یہ گمان نہ رکھے کہ وہ صاحب کمال کے منزل پر فائز ہوا ہے۔ اس لئے مشائخ خاندان نقشبند بعض اوقات کسی مقصد اور مصلحت کی بنا پر ناقص مرید کو (مقید اجازت) تعلیم طریقت دے دیتے ہیں۔

(مقید اجازت) مکتوب امام ربانی مکتوب ۲۲۴ دفتر ۴ صفحہ ۲۱۱۲)

☆ اگر مرید کو اپنے پیر ومرشد کامل سے خلافت کی اجازت مل جائے۔ اور اس کے مریدین میں سے جذبات۔ تاثیر عجیبہ اور کرامات غریبہ کا ظہور ہو جائے۔ تو اس کیلئے لازم ہے کہ وہ انھیں پیر کامل مکمل کے توجہ اور رابطے کے آثار محمول کرے اور ان عجائب وغرائب کی نسبت اپنے پیر ومرشد کامل مکمل سے کرے۔ اور کافی محتاط رہے ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ آثار اپنی ذات سے منسوب کرے اور غارت ہو جائے۔

☆ اپنے پیر ومرشد کامل مکمل کے مخالفین اور غنیم سے دوستی اور محبت نہ رکھے۔ کیونکہ ان کے ساتھ رفاقت اس کیلئے باعث محرومی بن سکتی ہے بلکہ ان کے ساتھ مخالفت اور دشمنی رکھے کیونکہ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہ ۔ ہر کام کے لئے رضائے الٰہی کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

(آداب المریدین صفحہ ۱۱)

کبھی بھی اپنے پیرومرشد کامل مکمل سے بغیر اجازت کے علیحدگی اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ میں جن کی بناء صحبت پر قائم ہے۔

(حجۃ السالکین صفحہ ۲۵ اور اصلِ تصوف مولانا اشرف علی صفحہ ۱۳)

مرید کو اپنے پیرومرشد کامل مکمل سے اس وقت پوچھنا چاہیئے جب وہ خوشی کی حالت میں ہو اور باتیں کرنے والا ہو۔

(آداب المریدین صفحہ ۵)

مرید کے لئے اس امر کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اپنے پیرومرشد کی موجودگی میں فرائض اور سنت نمازوں کے علاوہ نفلی نمازوں۔ اورادوں اذکار اور دیگر عملیات میں اُس وقت تک مشغول نہ ہو۔ جب تک اسے اپنے پیرومرشد سے ظاہراً، باطناً، صراحتہ یا اشارۃً اجازت نہ ملے۔

(حجۃ السالکین صفحہ ۲۳)

مرید کو اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ اپنے پیرومرشد کے حضور میں ادھر ادھر نہ دیکھے، جس طرح ایک مقتدی کو نماز میں اپنے امام کی متابعت کرنا لازمی ہے۔ اسی طرح کا حکم طریقت کیلئے بھی ہے۔
پیر مُبارک کی متابعت اور اطاعت ضروری ہے کیونکہ اس متابعت اور اطاعت ہی سے معرفت الٰہی۔ فیوضات اور برکات کا فیضان حاصل ہوتا ہے۔ عدم اطاعت سے مقتدی کی نماز فاسد ہوتی ہے اسی طرح عدم اطاعت سے مرید فیوضات اور معرفت الٰہی سے محروم رہ جاتا ہے۔

(حجۃ السالکین)

☆ مرید کو چاہیے کہ وہ اپنے پیرومرشد کے مصلہ یا جائے نماز پر کھڑے ہونے سے

اجتناب کرے۔ کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ (حجتہ السالکین)

☆ سالک کو چاہیے کہ وہ درج ذیل کتب کا مطالعہ کرتا رہے۔

ھدایت السالکین، تسہیل المقامات، حجتہ السالکین، آداب المریدین، مکتوبات امام ربانی، الحبل المتین، ارشاد الطالبین شرح تعرف دُرّ المعارف اور اثبات الاغراض، عقائد المسلمین (سید احمد علی شاہ)

☆ مُرید کو چاہئے کہ پیر و مُرشد کے حضور میں جانے سے پہلے مسواک کے استعمال کے ساتھ باوضو ہو جائے اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر جائے۔

(اصول التصوف مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۱۰)

☆ مُرید کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ اپنے پیر و مُرشد مبارک کامل و مُکمل کے اقوال کو غور سے سنے اور اپنی زندگی اُن کے مطابق ڈھالے۔

☆ مُرید کو چاہئے کہ اپنے مُرشد مبارک کامل و مکمل کے حضور میں کسی دوسرے کے قول کی مخالفت بیان نہ کریں۔ کیونکہ یہ قابل مذمت امر ہے۔

☆ اگر تمہارے پیر و مُرشد کی کوئی ہجو بیان کرے تو اپنی قوت بسط کی مطابق ان کا مناسب دفاع کریں۔ ورنہ ایسی مجلس سے اُٹھ جانا ہی افضل ہے۔

☆ مُرید کو چاہیے کہ جب بھی حلقے کے قریب ہو جائے۔ حلقہ مریدین پر عموماً اور پیر و مُرشد مبارک پر خصوصاً سلام بھیجے۔ لیکن اگر وہ تقریر و تلقین یا ذکر میں مشغول ہوں تو سلام نہ کرے۔

☆ پیر و مُرشد کے حضور میں ہنسنا یا کسی اور طرف متوجہ ہونا یا دیکھنا مرید کے لئے انتہائی قبیح امر ہے اور محرومی فیوضات کا باعث ہے۔

☆ کبھی کبھار مرید کو چاہیے کہ وہ اپنے پیر و مرشد کامل مکمل کو تحفے تحائف سے

خوش رکھے۔

مرید کو اس امر کا معتقد رہنا چاہئے۔ کہ اس کی کامیابی اسی مرشد سے حاصل ہوگی اگر اس نے ہٹ کر کسی دوسری جانب توجہ رکھی۔ یاد رکھنا چاہیے اس کا نتیجہ پیر و مرشد کے جملہ فیوضات اور برکات سے محرومی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

ہر شرعی کام مرشد کامل مکمل ہی کی اجازت سے کر لینا چاہیے اپنے پیر و مرشد سے کمال محبت رکھی جائے اور جو کچھ پیر فرمائے اسی وقت ہی انجام دے۔

اپنے پیر و مرشد کو اپنی جان و مال، ماں باپ اور اولاد سے بھی عزیز جانے۔

مرشد کامل و مکمل جن اذکار و اوراد اور عملیات کرنے کی ہدایت کرے اسی پر عمل پیرا رہنا چاہیے ان کے علاوہ تمام عملیات کو چھوڑ دینا چاہیے۔

کسی ایسے مقام پر نہیں کھڑا ہونا چاہیے جہاں پر سے تمھارا سایہ تمھارے پیر و مرشد پر پڑے اور نہ ہی ان کی اجازت کے بغیر ان کے آگے جائیں۔

اپنے پیر و مرشد کے مصلّے پر پاؤں نہ رکھو یہاں تک کہ ان کے سایہ پر بھی پاؤں نہ رکھنا چاہیے۔

مرشد کے سامنے پاؤں پھیلانا طریقت میں بے ادبی کے مترادف ہے۔

جس جگہ پیر و مرشد وضو کرے اس جگہ وضو بنانا احسن امر نہیں ہے۔

مرشد کامل مکمل کے سامنے بغیر ان کی اجازت کے کھانا کھانا بُری بات ہے۔

مرشد کامل مکمل جو کچھ فرمائے یا کرے وہ تنقید سے مبرّا ہے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کرے گا۔ الہام کے توسط سے کرے گا اور اگر مرشد کی کسی بات پر سمجھ کام نہ کرے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات کو ذہن میں دہرائے۔

حضرت امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانیؒ مکتوب شریف میں فرماتے ہیں:

جس مرید نے ان آداب کی پابندی نہیں کی تو مرشد کامل کی صحبت سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

(اثبات البیعت مولف قطب الاقطاب حضرت علامہ سراج الحق سیفی نور اللہ مرقدہ)

اللّٰھم ارزقنا آداب الطریقة واستقامة علی الشریعة واحسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاخرة

آمین یارب العالمین بوجه النّبی الکریم الامین.

عرض مترجم

الحمد لله المنزه بذاته عن اشارة الاوهام، المقدس بصفاته عن ادراک العقول والافهام، المتصف بالألوهیته قبل کل موجود، الباقی بالنعوت السرمدیه بعد کلا محدود، العلیم الذی خلق الانسان وعلمه البیان الحکیم الذی نزل القرآن شفاء للارواح و الابدان، والصلوٰة والسلام علی المتل من اُرومة البلادة والبراعة المحتل فی بحبوحة النصاحة والفصاحة، محمد ن المبعوث الی خلیقته، الداعی الی الحق و طریقته صلی الله علیه وسلم وعلی اله وشیعة.

امابعد پس عرض کرتا ہے بندۂ ناچیز سید محمد منور شاہ النقشبندی مشرباً والسواتی والشموزوی متوطناً والحنفی مذھباً ومسلکاً والامجدی تلمذاً۔ زیرِ نظر کتاب ''تربیت السالکین'' روحِ رواں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ حضرت علامہ مفتی جامع الشریعت والطریقت منبع الفیوضات والبرکات سیدی ومرشدی سید احمد علی شاہ نقشبندی سیفی دامت برکاتہم وفیوضاتہم

کی سلسلہ تصانیف کا وہ انمول موتی ہے کہ صاحبانِ طریقت و معرفت کے لئے علم تصوف کے موضوع پر یگانہ روزگار ہے۔ علامہ موصوف نے زیر نظر کتاب کو انتہائی سلیقے و متانت کے ساتھ آدابِ طریقت کا لحاظ کرتے ہوئے گم گشتگانِ راہ طریقت کے لئے انتہائی آسان اور فہم رسیدہ طریقے سے تصنیف فرما کر سلسلہ نقشبندیہ کے فیوضات و برکات کو چار چاند لگا دیئے۔ یہ خزینۂ اسرار و رموز، علم تصوف، شریعت، طریقت و حقیقت پر مشتمل پشتو زبان کی بے مثال تصنیف تھی۔ لیکن علامہ موصوف کے معتقدین و متوسلین کی بہت زیادہ تمنا و خواہش اس تصنیف لطیف کے اُردو ترجمہ کا باعث بنی۔ سیدی و مرشدی موصوف نے اپنی نظرِ کرم اس ناکارہ کی تربیت کے لئے متوجہ فرما کر اُردو ترجمہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں انتہائی عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اور تمام مسلمانوں خصوصاً صاحبانِ طریقت کے لئے مشعل راہ بنائے اور مصنف کتاب کے بلندیٔ درجات کا سبب بنائے۔ اللہ تعالیٰ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ کے فیوضات و برکات کو تا قیامِ قیامت جاری و ساری رکھے۔ (آمین)

المترجم

العبد العاصی السید محمد منور شاہ النقشبندی شموزی سواتی

خادم العلم دار العلوم حنفیہ نقشبندیہ

شموزی سوات

۳۰ رمضان ۱۴۲۱ھ۔ ۲۷ دسمبر ۲۰۰۰ء عند الاعتکاف

عمدہ لکھائی ——— بہترین چھپائی
مسودہ دیجئے ——— کتاب لیجئے
جمیل برادرز
——— ناظم آباد، کراچی ———

یا اللہ جل جلالہ — خاندانِ سادات — یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ پیدائش فرزندانِ حضرت قدوۃ السالکین امام العارفین شیخ الطریقت والشریعت العلامہ سید احمد علی شاہ الترمذی الحنفی الماتریدی السیفی النقشبندی الچشتی القادری السہروردی دام فیضہٗ الجاری

۱۔ سید محمد عبدالحق شاہ سیفی (حافظ قرآن)..... بروز ہفتہ بتاریخ ۲۶ فروری ۱۹۸۳ء باوانی چالی

۲۔ سید محمد سمیع الحق شاہ سیفی .... بتاریخ ۱۰، اگست ۱۹۸۵ء

۳۔ سیدہ بی بی آمنہ .... بروز پیر بتاریخ ۔۔۔۔۔۱۹۸۷ء شاہی آباد

۴۔ سید محمد سراج الحق شاہ سیفی .... بروز ہفتہ بتاریخ ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۰ء غوثیہ محلہ فرنٹیئر کالونی کراچی

۵۔ سید شمس الحق شاہ سیفی .... بروز جمعرات بتاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۹۴ء

۶۔ سید محمد حبیب الحق شاہ سیفی .... بروز بدھ بتاریخ ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۶ء

۷۔ سیدہ بی بی ھاجرہ .... بروز جمعہ بتاریخ ۲ جون ۲۰۰۰ء

۸۔ سیدہ بی بی عائشہ .... بروز جمعرات بتاریخ ۴، اکتوبر ۲۰۰۱ء

۹۔ سیدہ بی بی اسماء .... بروز بدھ بتاریخ ۷ نومبر ۲۰۰۱ء

۱۰۔ سید محمد عبیدالحق شاہ سیفی ابن عبدالحق شاہ سیفی فرزند حضرت شاہ صاحب: ۱۱ دسمبر ۲۰۰۱ء

مطابق ۱۶ رمضان ۱۴۲۲ھ

انتقال پرملال والدہ ماجدہ حضرت شاہ صاحب: بتاریخ: ۳۰ جون ۱۹۹۸ء

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طریقہ تلقین اسباق نقشبندیہ مبارکہ

یاد رکھیئے طریقہ نقشبندیہ سیفیہ کے اسباق کی ترتیب یہ ہے کہ جب سالک راہ حق شیخ کے سامنے بیٹھے۔ تو شیخ سالک پر تکرار ایمان مجمل و مفصل کلمہ توحید و تمجید اور استغفار کرے اس کے بعد شیخ سالک کے قلب کو متوجہ ہو جائے تخلیہ قلب کے بعد جب شیخ اپنے دل میں توجہ ارشاد محسوس کرے تو وہ اپنے دل کو بجانب طالب راہ حق متوجہ کرے اور قلب میں سبق دے کر سالک کے دونوں ہاتھ مصافحہ کے طور پر اپنے ہاتھ میں رکھے۔ اور سالک کو اپنے دل کی طرف متوجہ کرے۔ موضع قلب بائیں پستان سے دو انگشت نیچے واقع ہے اس کو لطیفہ قلب کہتے ہے سالک اپنی زبان کو تالو کے ساتھ لگائے اور دل میں تصور اسم ذات (اللہ) کرے یعنی ایسا خیال کرے کہ میرا دل اللہ اللہ کرتا ہے۔

سالک پوری طرح اپنے شیخ کی طرف متوجہ ہو جائے اور شیخ کے چہرے کو دیکھتا رہے دوسری طرف التفات نہ کرے اس کے بعد شیخ اپنے لطیفہ قلب کو سالک کے لطیفہ قلب کی طرف متوجہ کرے اور دل میں یہ کہے کہ میں باذن اللہ وبقدرۃ اللہ سالک کو اللہ جل جلالہ کا واصل کرونگا۔ یہاں یہ بات ضروری،

ہے کہ توجہ کے وقت سالک اپنے دل کو ہر قسم کے خیالات واشغال سے پوری طرح خالی کرے۔ انشاء اللہ العزیز سالک کا دل متاثر ہو جائے گا۔ توجہ کے دوران تقریباً آدھا گھنٹہ یا اس سے زیادہ وقف کرنا چاہیے بعض سالکین کے دل اور اذہان جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بعض جلد متاثر نہیں ہوتے۔

لیکن یہ تاخیر سالک کی کم استعداد پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے سالک کو چاہیے کہ فضل خداوندی سے ناامید نہ ہو شیخ وقت بوقت اس سالک کو کامل توجہ کرے تاکہ استعداد کی کمی پوری ہو جائے شیخ ہمیشہ سالک کو زیادہ کوشش کرنے کی امر کرتا رہے تاکہ مداومت علی الذکر اور حضور قلبی حاصل ہو جائے اور سالک خطرات سے نجات پائے پس کامل صفائی کے بعد شیخ سالک کو لطیفہ روح کی تلقین کرے اور موضع لطیفہ روح دائیں پستان سے دو انگشت نیچے مائل بہ پہلو واقع ہے۔ تیسرا سبق نقشبندیہ مبارکہ کا لطیفہ سر ہے جس کا موضع بائیں پستان کے برابر اوپر سینے کی طرف ہے پس لطیفہ روح میں سبق دینے کے بعد شیخ کچھ مدت بعد سالک کو لطیفہ سر کی تلقین کرے اس کے بعد شیخ سالک کو لطیفہ خفی کی تلقین کرے جس کا موضع دائیں پستان کے برابر اوپر سینے کی طرف ہے سالک کمال حاصل کرنے کے بعد شیخ اس کو لطیفہ اخفی کی تلقین کرے جس کا موضع وسط صدر ہے سر اور اخفی کے درمیان۔ اس کے بعد شیخ سالک کی استعداد کو دیکھے اگر استعداد کامل ہو تو لطیفہ نفسی میں ذکر دے جس کا موضع (منبت الشعر) سر کے بالوں کی جڑوں کے نیچے ہے۔ بعض علماء و مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہو جائے اور اس کے سر میں وہ جگہ جو معمولی سا بیٹھا ہوا ہو وہ موضع لطیفہ نفس ہے۔ لطیفہ نفس میں بھی سالک کو تصور اسم ذات (اللہ) کرنا چاہیے۔ اس کے بعد شیخ سالک کو نظر کرے اگر استعداد کامل کا مالک ہو تو لطیفہ قالبی میں ذکر دے جس کا موضع ام الدماغ یعنی دماغ کا اصل ہے جو لطیفہ نفس سے تقریباً پانچ انگلیاں اوپر ہے جو عبارت ہے وسط دماغ سے۔ شیخ کو لازم ہے کہ لطیفہ نفسی و قالبی دونوں میں سالک کو کثرت ذکر پر امر کریں اگر ایسا نہ ہو تو سالک کو شکوک پیدا ہوں گے (اللهم اعصمنا من الشکوک)

کچھ مدت بعد جب سالک کو ملکہ تامہ (پورا کمال) حاصل ہو جائے اور لطائف سبعہ فیوضات وانوار باری تعالیٰ سے منور ہو جائیں تو ذکر لطائف سبعہ سے فراغت کے بعد شیخ سالک کو ذکر نفی و اثبات کی تلقین کرے۔ نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ سالک سانس لینا بند کردے اور (لا) کا کلمہ ناف سے شروع کرکے وسط دماغ (لطیفہ قالبی) تک تصور کھینچے اور (الہ) کا کلمہ دائیں کندھے تک وسط دماغ سے پہنچائے اور (الا اللہ)

دائیں کندھے سے شروع کر کے دل پر ضرب لگائے معنی کے لحاظ کے ساتھ یعنی نفی واثبات کیساتھ تصوراً یہ کلمات کہتا رہے۔(**لامعبود الااللہ، لاموجود الااللہ، لا مقصود الا اللہ، لامطلوب الا اللہ ، لامحبوب الا اللہ**)اور نفی یعنی(لا) کے وقت سالک اپنی ہستی اور جمیع ممکنات کا نفی کرے اور اثبات(الااللہ) کے ساتھ صرف ذات واجب الوجود کا اثبات کرے۔

جب سالک کی سانس بند ہوتے ہوتے تنگ ہو جائے تو سانس خارج کر کے اخفی میں تصور محمد رسول اللہ (ﷺ) کہے۔ابتدا ً نفی واثبات کرنے میں سالک معمولی تکلیف محسوس کرتا ہے عادی ہونے کے بعد تکلیف ختم ہو جاتی ہے۔ابتدا میں سالک ایک حبس النفس (ایک مرتبہ سانس بند کرنا) میں تقریباً سات ،نو یا گیارہ مرتبہ نفی واثبات کرتا ہے۔اسی طرح وقت بوقت نفی واثبات کی تعداد میں اضافہ کرے حتی کہ ایک سانس میں اکیس مرتبہ یا اس سے زیادہ طاق عدد میں نفی واثبات کرنے کی کوشش کرے۔

حبس النفس و طاق عدد کے ساتھ نفی واثبات کرنے کو صوفیاء کرام کے نزدیک وقوف عددی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور یہ ان کے نزدیک نفی واثبات میں شرط عظیم ہے اور اسی طرح ہر مرتبہ سانس خارج کرنے کے وقت اخفی میں زبان حال سے محمد رسول اللہ (ﷺ) کہے۔ خیال رہے کہ طریقہ نقشبندیہ عالیہ مبارکہ میں تمام اذکار و مراقبات کا تعلق حال سے ہے۔زبان قال سے کوئی تعلق نہیں۔

(**شیخنا الافہم مرشدنا الاعظم قبلۃ ارواحنا منبع العلوم الظاھریۃ والباطنیۃ حضرت اخند زادہ سیف الرحمن افاض اللہ علینا من فیوضاتہ**) نے نفی واثبات کی تعداد مدرس یا ضعیف کے لیے کم از کم پندرہ سو بتائی ہے یہ عدد دن رات میں پوری کرے گا اور مراقبہ میں کم از کم بیس منٹ لگائے گا فارغ حضرات کو چاہئے کہ نفی واثبات اور مراقبہ میں جتنا زیادہ وقت صرف کریں ان کے لیے مفید ہو گا جب سالک نفی واثبات و مراقبہ سے فارغ ہو جائے تو بڑی عاجزی کے ساتھ دل میں یہ دعا مانگے۔

(الھی انت مقصودی ورضاك مطلوبی اعطنی محبت ذاتك ومعرفت صفاتك)

نفی واثبات کے بعد اس طریقہ عالیہ میں سالک مراقبات کرنے پر مامور ہو جاتا ہے جن کا طریقہ شیخ بتاتا ہے جب سالک یہ مراقبات خلوص دل سے کرے تو اس کا سینہ حسد، حقد، انانیت بغض اور عداوت سے پاک ہو جاتا ہے۔اور اس طرح سالک راہ حق سیر الی اللہ میں داخل ہو جاتا ہے۔اور علم الیقین سے عین الیقین تک پہنچ جاتا ہے۔اس مرتبہ میں سالک تجلیات الٰہیہ سے منور ہو جاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی

طفیل سے استعداد کامل حاصل ہو جاتی ہے۔ مشائخ عظام دامت برکاتہم العالیہ ایسے حالات کو اپنی اصطلاح میں فناء نفسی سے مسمی کرتے ہیں اور اس مرتبہ پر فائز سالک کو مشائخ عظام کے نزد ولایت کبری حاصل ہو جاتی ہے۔ کامل استعداد کے ساتھ ایسی صورت میں مرشد کامل مکمل کو چاہیئے کہ ایسے سالک کو ذکر مذکورہ سے مرتبہ فکر کی طرف متوجہ کرے اور چند مراقبے تلقین کرے۔

پہلا مراقبہ لحوق کا ہے اپنی اصل کے ساتھ اور اصل انسانی عدم ہے۔ تو سالک کو چاہیئے کہ مراقبہ میں یہ تصور کرے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور موجود حقیقی فقط ایک اللہ ہے۔ پس سالک کو شہود وحدت نظر آتا ہے اور حقیقت فنا ظاہر ہوتا ہے اور نفس سالک کو درجہ حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نفس سالک مرتبہ فنائی اللہ سے مرتبہ بقاء باللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اس وقت سالک یہ ملاحظہ کرتا ہے کہ حیات اور وجود کل ممکنات صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔

دوسرا مراقبہ معیت کا ہے یعنی سالک اس آیت میں (وهو معكم اينما كنتم) مراقبہ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر وقت باعتبار علم و قدرت میرے ساتھ موجود ہے۔ بکثرت این مراقبہ نفس سالک میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی بھی وقت غافل نہیں ہے اور اسی طرح سالک گناہ کرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ گناہ کرنے کے لیے تخلیہ درکار ہوتی ہے۔ یعنی ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو اور اس مرتبہ پر فائز سالک کی نظر میں تخلیہ ہوتی ہی نہیں اس لئے گناہ کرنے سے وہ شرمندہ ہوتا ہے جس طرح کوئی آدمی جس میں تھوڑی سے حیاء ایمانی موجود ہو تو وہ ایک ادنی شخص کی موجودگی میں گناہ پر اقدام نہیں کر سکتا تو رب العالمین کی مقدس حضور میں کس طرح گناہ پر اقدام کر سکے گا۔

تیسرا مراقبہ نفسی ہے جو قرآن شریف کی اس آیت مبارکہ سے ثابت ہے۔ (وفي انفسكم افلا تبصرون) یعنی سالک راہ حق اس آیت کریمہ کی معنی میں یوں مراقبہ کرے گا کہ نعمتیں اور تصرفات باری تعالیٰ ہماری نفسوں میں ہیں۔ چوتھا مراقبہ جہت کا ہے سالک اس آیت شریفہ میں مراقبہ کرے گا (فاينما تولوا فثم وجه الله) یعنی مراقبہ ایسا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (اے میرے بندوں جس طرف بھی تم رخ کروگے تو وہ مکان قبلہ اور توجہ تامہ اللہ تعالیٰ کا ہے)۔ پانچواں مراقبہ اقربیت کا ہے یعنی سالک اس آیت کریمہ (ونحن اقوب اليه من حبل الوريد) میں مراقبہ کرے گا۔

انتباہ

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ یہ مواضع جو صوفیاء عظام کے ہاں لطائف سے معبر ہیں اور اذکار و مراقبات کے لیے ان لطائف و مواضع کو متعین کئے ہوئیں ہیں تو کیا ان لطائف و مواضع کا ثبوت قرآن و حدیث میں ہے یا نہیں ؟ مدلل بیان کریں۔

جواب بعون اللہ الوھاب دیتے ہیں کہ ان لطائف و مواضع کا ثبوت قرآن مجید میں ہے۔

پہلا لطیفہ لطیفہ قلب : ارشاد باری تعالیٰ ہے (ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیم) الایۃ (i)

ترجمہ : بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

اس آیت مبارکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کا محل جسم انسانی میں انسان کا دل ہے کیونکہ تمام بدن کی صحت دل کی صحت پر موقوف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے (ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم) ترجمہ : لیکن خداوند کریم نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجادیا۔ (ii)

ارشاد باری تعالیٰ ہے (لا یؤاخذ کم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذ کم بما کسبت قلوبکم) ترجمہ : (اللہ تعالیٰ تمہارے لغو قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کریگا لیکن جو قسمیں تم قصد دل سے کھاؤ گے ان پر مواخذہ کریگا) اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا و جزا کا تعلق لطیفہ قلب سے ہے اس لیے تو بندہ اس قسم پر عنداللہ ماخوذ ہے جو قصد قلب سے ہو۔ (iii)

ارشاد باری تعالیٰ : (ختم اللہ علیٰ قلوبھم) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے (iiii)

ارشاد باری تعالیٰ :۔ (بل ران علی قلوبھم) ترجمہ۔ بلکہ ان کے دلوں کو زنگ لگ چکا ہے (iiiii)

---

i۔ الحجرات آیت ۲ پارہ نمبر ۲۶ ii۔ الحجرات آیت ۶ پارہ نمبر ۲۶

iii۔ البقرہ آیت ۲۲۵ پارہ نمبر ۲ iiii۔ البقرہ آیت نمبر ۶ پارہ نمبر ۱ iiiii۔ المطففین آیت ۴ پارہ نمبر ۳۰

ارشادباری تعالیٰ ہے۔(نز ل به الروح الا مين على قلبك لتكون من المنذر ين)

ترجمہ :۔ قرآن مجید کواللہ تعالیٰ نے روح الامین (جبریل علیہ السلام) کے ذریعے تمہارے دل پر نازل کیا ہے تاکہ تم ڈرانے والوں میں سے ہو جاؤ۔ الشعراء آیت ۱۹۲، ۱۹۳

فثبت من هذه الايات ان موضع الجهل والغفلة والعلم هى القلب لان القلب فى الحقيقة مخاطب لانه موضع التميز والاختيار واما سائر الاعضاء فمسخرة له ان فى ذلك لذ كرٰى لمن كان له قلب او القى السمع وهو شهيد .

ترجمہ :۔ پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ جہل غفلت اور علم کی جگہ بدن انسانی میں قلب ہے۔ اصل میں مخاطب حقیقی قلب ہے اس لئے کہ یہ تمیز واختیار کی جگہ ہے اور دیگر اعضاء اسکے قابو میں ہیں۔ اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا وہ (کم از کم دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو۔

ارشادی باری تعالیٰ ہے(الا بذ كر الله تطمئن القلوب) الرعد آیت ۲۸ پارہ نمبر ۱۳ ترجمہ : خبردار اللہ کے ذکر سے دل مطمئن رہتے ہیں۔

ارشادباری تعالیٰ ہے :۔(یو م لا ينفع مال ولا بنون الامن اتى الله بقلب سليم) الاية

ترجمہ : اس دن میں کہ (نجات کے لیے) نہ مال کام آوے اور نہ اولاد مگر ہاں (اس کی نجات ہو گی) جو اللہ کے پاس (کفر وشرک سے) پاک دل لے کر آوے گا۔ (الشعراء آیت نمبر ۸۸، ۸۹، پارہ نمبر ۱۹)

جسطرح سالم اور بیداغ اللہ نے دیا تھا کہ گناہ کرنے اور شغل دنیاوی کی وجہ دل داغ دار ہوتا ہے کمافی الحدیث۔

فائدہ۔ ان آیات کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امین وحی ونبوت اور خزانہ اسرار الہیہ غیبیہ صرف انسان کا دل ہے اور یہ دل تجلیات باری تعالیٰ کا محل ہے جب انسان اپنا دل صاف رکھے تو وہ دل مسکن تجلیات بن جاتا ہے اور تمام اخلاق رذائل دل سے خارج ہوتے ہیں اور دل اللہ کے انوار سے منور ہو جاتا ہے۔

قال رسول الله ﷺ ان فى جسد بنى آدم لمضغة اذاصلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسدالجسد كله الا وهى القلب .(رواه البخارى تفسيرالمظهرى ص ۳۹۲ ج ۷.)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً بنی آدم کے بدن میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ صالح (درست) ہوتا ہے تو پورا بدن صالح ہوتا ہے اور جب وہ فاسد ہوتا ہے تو پورا بدن فاسد ہوتا ہے خبردار وہ دل ہے۔

قال الامام فخرالدين الرازی رحمه الله :ومعلومة ان العقل فی القلب ولان التکليف مشروطة بالعقل والفهم قال الله تعالیٰ (ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك کان عنه مسئولا) وقرن الله تعالیٰ بذکره السمع والبصر لانهما آلتان للقلب فی تاديه صور المحسوسات والمسموعات . (i)

﴿ثبوت لطيفة الروح﴾

قال الله تعالیٰ :۔ (ويسئلونك عن الروح قل الروح من امرربی) الاية. (ii)

وايضا قال الله تعالیٰ :۔ (فاذا سو يته ونفخت فيه من روحی) الاية (iii)

﴿تعريف الروح﴾

دل عليه الکتاب والسنة واجماع الصحابة وادلة العقل انهاجسم مخالف بالما هية لهذا الجسم المحسوس وهو جسم نورانی علوی خفيف حی متحرك ينفذ فی جوهر الاعضاء ويسری فيها سريان الماء فی الورد وسريان الدهن فی الزيتون والنار فی الفحم .(iiii)

وقال قوم هو جسم لطيف يحییٰ به الانسان وقيل الروح معنیً اجتمع فيه النور والطيب والعلم والبقاء الا تری انه اذا کان موجودا يکون الانسان موصوفا بجيمع هذه الصفات واذاخرج منه ذهب الکل (iiiii)

---

i. تفسير کبير ص ۳۹۰، ج ۲

ii. بنی اسرائيل آيت ۸٤.

iii. الحجرآيت ۲۸.

iiii. روح المعانی ص۱۵۵ ،ج۱۵ کتاب الروح ص ۲۲۰، حجةاللہالبالغةص ۱۸ ،ج ۱.

iiiii. تفسير الخازن ص ۱۹۰ ،ج۳.

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ معلوم بات ہے کہ عقل قلب میں ہوتی ہے۔ اسلیئے تکلیف شرعی بھی عقل وفہم کے ساتھ مشروط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ (بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی) دل کے ساتھ سماعت اور بصارت اس لیے پیوست کیا کہ یہ دونوں دل کے آلات ہیں جو محسوسات اور مسموعات کی صورتوں کو دل میں لے آتے ہیں۔ (i)

﴿ثبوت لطیفہ روح﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے (آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے) (ii)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (جب میں نے اس کو برابر کر دیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی) (iii)

﴿تعریف روح﴾

کتاب وسنت اجماع صحابہ اور عقلی دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ روح ایک جسم ہے جو اس محسوس جسم سے ماہیت میں مخالف ہے یہ ایک نورانی علوی باریک زندہ متحرک جسم ہے جو انسانی اعضاء میں اس طرح نفوذ کرتا ہے جیسا کہ ورق گلاب میں پانی اور زیتون کے دانوں میں تیل اور انگاروں میں آگ (iiii)

ایک قوم نے کہا ہے کہ یہ روح ایک لطیف جسم ہے جس سے انسان زندہ رہتا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ معنوی چیز ہے جس میں نور خوشبو علم برتری اور بقاء جمع کئے گئے ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب یہ موجود ہوتی ہے تو انسان مذکورہ صفات سے متصف ہوتا ہے اور جب یہ نکل جاتی ہے تو یہ تمام صفات نکل جاتی ہیں۔ (iiiii)

---

i۔ تفسیر کبیر ص ۳۹۰، ج۔ ۲ ii۔ بنی اسرائیل آیت ۸۴۔

iii۔ الحجر آیت ۲۸۔ iiii۔ روح المعانی ص ۱۵۵، ج ۱۵ کتاب الروح ص ۲۲۰،

حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۸، ج، ا۔

iiiii۔ تفسیر الخازن ص ۱۹۰، ج، ۳۔

وقال محمد اسماعیل حقی البروسوی رحمه الله تعالیٰ ؛وللروح خمسة احوال حالة العدم ، حالة الوجود ، حالة التعلق ، حالة المفارقة وحالة الاعادة .

الحالة الاولیٰ حالةالعدم قال الله تعالیٰ ؛ (هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا مذکورا) الآیة ، سورة الدهر

الحالة الثانیة حالة الوجود فی عالم الارواح قال الله تعالیٰ ؛ خلقت الارواح قبل الاجساد بالفی سنة .

الحالة الثالثة حالة التعلق قال اللهتعالیٰ ؛ (ونفخت فیه من روحی) الایة .

الحالة الرابعة حالة المفارقة قال الله تعالیٰ ؛ (کل نفس ذائقة الموت) الایة

الحالة الخامسة حالة الاعادة قال الله تعالیٰ؛ (سنعید ها سیر تها الاولیٰ) الایة

اما فائدة حالة العدم فلحصول المعرفة بحدوث نفسه و قدم صانعه اما فائدة حالة الوجودفی عالم الارواح فلمعرفة الله بالصفات الذاتیة من القادریة والحیاتیة والعالمیة والموجودیة والسمعیة والبصریة والمتکلمیة والمریدیة واما فائدة تعلقه بالجسد فلاکتساب کمال المعرفة فی عالم الغیب و الشهادة من الجزئیات والکلیات واما فائدة نفخ الروح فی البدن فلحصول المعرفة بالصفات الفعلیة من الرازقیة والتوابیة والغفاریة والرحمانیة والمنعمیة والوهابیة واما فائدة المفارقة فلدفع الخبائث التی حصلت للروح واما فائدة حالة الاعادة فلحصول التنعمات الاخرویة .(روح البیان)

قال شاه عبد العزیز رحمه الله العزیز : محرک تن روح است و محرک روح نور و محرک نورذات عزیز من این مقام راکماینبغی دانستن کمال محال است وشب روزبذکر وفکر وسیر وطیران مقامات ماندن بجز طالب صادق وتوجه مرشد کامل حصول ایشان نمی تواند شد۔ (i)

فتاوی عزیزیه ص ۱۱۲، ج. ۲

محمد اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے روح کے پانچ احوال ہیں۔

۱۔ حالۃ العدم۔ ۲۔ حالۃ الوجود فی عالم الارواح۔ ۳۔ حالۃ التعلق۔ ۴۔ حالۃ المفارقۃ۔ ۵۔ حالۃ الاعادۃ

پہلی حالت حالت العدم :۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (کیا نہیں آیا انسان پر زمانے کا ایک وقت کہ یہ کچھ بھی نہ تھا) الایۃ سورۃ الدہر۔

دوسری حالت، حالت وجود کا عالم ارواح میں ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (کہ میں نے ارواح کو اجساد سے قبل دو ہزار سال پیدا کئے)

تیسری حالت حالت تعلق بالبدن کی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ ترجمہ (میں نے اس میں روح پھونک دی)

چوتھی حالت مفارقت اور جدائی کی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ ترجمہ (ہر نفس موت کا ذائقہ چکھے گا)

پانچویں حالت دوبارہ پیدا ہونے اور تعلق قائم کرنے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ترجمہ (کہ عنقریب ہم اسے اپنی پہلی حالت کی طرف عود کرلائیں گے)

حالت عدم کا فائدہ یہ ہے کہ اس نفس کو اپنے حدوث اور اپنے صانع (اللہ تعالیٰ) کے قدیم ہونے کی معرفت حاصل ہوگی اور عالم ارواح میں وجود کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ مثلاً قادریت، حیات، علم، موجودیت، سامعیت، باصریت، تکلم اور ارادہ کی معرفت حاصل ہو جائے گی اور بدن کے ساتھ تعلق کی صورت میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ عالم غیب اور عالم شہادت میں جزئیات و کلیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کمال معرفت کا علم حاصل ہو جائے گا۔

اور بدن میں روح پھونکنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ صفات فعلیہ مثلاً رازق، تواب، غفار، رحمان، منعم اور وہاب ہونے کا علم حاصل ہو جائے گا۔

اور بدن سے مفارقت کی صورت میں یہ فائدہ ہوگا کہ روحانی خبائث کو دفع کرے گا اور حالت اعادہ کا فائدہ یہ ہے کہ اُخروی نعمتیں حاصل کرے گا۔ (روح البیان)

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بدن کا محرک روح ہے اور روح کا محرک نور ہے اور نور کا محرک ذات ہے۔ میرے عزیز یہ مقام سمجھنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے شب و روز ذکر و فکر میں سیر و طیران مقامات میں طالب صادق کیلئے مرشد کامل کی توجہ کے بغیر اس مقام کا حصول نہیں ہو سکتا۔ (i)

---

i۔ فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۱۲، ج۔ ۲

وقال الامام فخرالدين الرازى رحمه الله البارى :واعلم ان القائلين فى اثبات النفس فريقان الاول منهم وهم المحققون منهم من قال الانسان غير موجود فى داخل العالم ولافى خارجه وغير متصل فى داخل العالم ولافى خارجه وغير متصل ولامنفصل عنه لكنه بالبدن تعلق التد بير والتصرف (i)

وايضاقال الامام فخرالدين رحمه الله المتين :واعلم ان الجماعة من الجهال يظنون انه لما كان الروح موجودا ليس بمتحيز وجب ان يكون ممثلا لله تعالىٰ وذلك جهل فاحش واغلط قبيح وتحقيقه ما ذكرنا ان المساواة فى انه ليس بمتحيز ولاحال فى المتحيز مساواة فى صفة سلبية لاتوجب المماثلة (ii)

واقاويل الحكماء والصوفية فى ماهية الروح كثيرة وليس هذا موضع استقصائها وأولى الا قاويل ان يو كل علمه الى الله عزوجل وهوقول اهل السنة .
وقال عبدالله بن بريدة ان الله لم يطلع على الروح ملكا مقربا ولانبيامرسلا بدليل قوله تعالىٰ (قل الروح من امرربى)اى من علم ربى الذى استاثربه (iii)

---

i. تفسير كبير ص ٤٤٥، ج.٥ روح المعانى ص ١٥٦ ، ج. ١٥

ii. تفسير كبير ص ٤٤٥، ج. ٥

iii. تفسير الخازن ص ١٩٠، ج.٣

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ جان لو کہ نفس کے اثبات کے قائلین دو فرقے ہیں۔ پہلا محققین کا فرقہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اصل انسان (روح یا نفس ناطقہ) عالم کے نہ داخل میں موجود ہے اور نہ خارج میں وہ نہ داخل میں متصل ہے اور نہ خارج میں اور نہ اس سے الگ اور نہ منفصل ہے مگر اس کا تعلق بدن کے ساتھ صرف تدبیر اور تصرف کا ہے۔ (i)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ جان لو کہ جاہلوں میں سے ایک گروہ کا خیال ہے کہ جب روح موجود ہوتی ہے تو وہ متحیز نہ ہو گی بلکہ لازمی بات ہے کہ وہ اللہ کے مماثل ہو گی۔ یہ خالص جہالت کی بات ہے اور بہت زیادہ قبیح اور غلط قول ہے اس کی تحقیق وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ اس باب میں یہ برابر ہے کہ متحیز نہیں اور نہ کسی متحیز میں حال ہے یہ صفات سلبیہ کی مساوات تو ہے مگر اس سے مماثلت لازم نہیں آتی۔ (ii)

حکماء اور صوفیاء کے روح کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ یہ ان کے تمام کے جمع کرنے کا موضع نہیں ان میں سے بہتر بات یہ ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ اہل سنت کا قول ہے۔
حضرت عبداللہ بن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح پر کسی مقرب فرشتے اور نہ کسی نبی مرسل کو اطلاع دی ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے فرمایا (آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے) (سورۃ بنی اسرائیل)
یعنی میرے رب کے علم میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ (iii)

---

i۔ تفسیر کبیر ص ۴۴۵، ج۔ ۵ روح المعانی ص ۱۵۶، ج۔ ۱۵

ii۔ تفسیر کبیر ص ۴۴۵، ج۔ ۵

iii۔ تفسیر الخازن ص ۱۹۰، ج۔ ۳

﴿ ثبوت السر والخفی والاخفی بالقرآن ﴾

قال اللہ تعالیٰ (وان تجھر بالقول فانہ یعلم السر واخفی) الایة. سورہ طہ آیت۷

وقال العلامة العارف باللہ تعالیٰ محمد اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالی السر باصطلاح اھل التحقیق لطیفة فوق القلب وھو معدن اسرار الروحانیة والخفی لطیفة بین الروح والحضرة الالھیة وھو مھبة انوار الربوبیة وجملتھا المشاھدات والمکاشفات وحقائق العلوم الدینیة. (i)

دیوبندیوں کے پیرومرشد مولوی اشرف علی تھانوی لطائف کے حق میں یوں فرماتے ہیں:

مضمون دہم فیہ ایضاً لطائف شش اند یعنی شش مواضع اند در جسم انسان کہ پر فیوض و پر انوار مشتمل بر بسیار برکات اند اول لطیفہ قلبی کہ مقام او دو انگشت فروتر زیر پستان چپ است و پنج ازان از عالم امر کہ قلب و روح و سر و خفی و اخفی اند۔ (ii)

وقال العلامة المحدث الفقیہ المفسر الادیب الملاعلی القاری رحمہ اللہ الباری.

وبلسان الاشارة بیوت اللہ عبارة عما یذکرفیہ الحق من النفس والقلب والروح والسر والخفی فذکر بیت النفس الطاعات وذکر بیت القلب التوحید والمعرفة وذکر بیت الروح الشوق والمحبة وذکر بیت السر المراقبة والشھود وذکر بیت الخفی بذل الوجود وترک الموجود. (iii)

وقال العلامة قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

وقد انکشف علی ارباب القلوب من المجردات القلب والروح والسر والخفی والاخفی واللہ تعالیٰ اعلم بخلقہ. (iiii)

---

i. روح البیان ii. التکشف عن مھمات التصوف ص ۷۰۶

iii. المرقات ص ۲۷۱، ج۱ iiii. تفسیر مظھری ص ۴۳۷، ج۱

حجة اللہ البالغة ص ۹۰، ج۲

لطیفہ سر خفی اور اخفی کا ثبوت قرآن سے

ارشادباری تعالیٰ ہے (اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ بھید کو جانتا ہے۔ اور اسے بھی جو اس سے زیادہ چھپا ہے)

علامہ عارف باللہ محمد اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

سر اہل تحقیق کی اصطلاح میں ایک لطیفہ ہے جو قلب کے اوپر ہے یہ اسرار روحانی کا خزانہ ہے اور خفی روح اور حضرت الٰہیہ کے درمیان ایک لطیفہ ہے جو انوار ربوبیت کا مہبت (جائے نزول) ہے من جملہ اس میں سے مشاہدات مکاشفات اور حقائق علوم دینیہ ہیں۔ (i)

دیوبندیوں کے پیرومرشد مولوی اشرف علی تھانوی لطائف کے حق میں یوں فرماتے ہیں:

لطائف چھ ہیں مطلب یہ کہ انسان کے جسم میں چھ جگہیں ایسی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انوار و فیوضات اور برکات کثیرہ کا محل ہیں پہلا لطیفہ قلب ہے جو بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے برابر ہے۔

اور عالم امر کے پانچ لطائف ہیں قلب، روح، سر، خفی اور اخفی۔ (ii)

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں۔

اور اشارات کی زبان میں بیوت اللہ سے مراد یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے یعنی نفس قلب روح سر اور خفی۔ بیت نفس کا ذکر طاعات ہیں اور بیت قلب کا ذکر توحید اور معرفت ہے بیت روح کا ذکر شوق و محبت ہے اور بیت السر کا ذکر مراقبہ اور شہود ہے بیت خفی کا ذکر اپنے وجود کو صرف کرنا (نظروں سے محوہ کرنا) اور موجود کو ترک کرنا۔ (iii)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کہ ارباب قلوب پر مجردات میں سے قلب، روح، سر، خفی اور اخفی کا انکشاف ہو چکا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر خوب عالم ہے) (iiii)

---

i۔ روح البیان ii۔ التکشف عن مہمات التصوف ص ۷۰۶۔

iii۔ المرقات ص ۱۷۲، ج۔۱ iiii۔ تفسیر مظہری ص ۷ ۴۳، ج۔۱

حجۃ اللہ البالغۃ ص ۹۰، ج۔۲

؛ قال قبلتنا الروحانی المجدد للالف الثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ : بدان ای فرزند اسعدک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہ پنجگانہ عالم امر قلب وروح وسر و خفی واخفی کہ اجزاء عالم صغیر انسانی است اصول اینہادر عالم کبیر است دررنگ عناصر اربعہ کہ اجزاء انسان است واصول خود در عالم کبیر دارد وظہور اصول آن پنجگانہ فوق العرش است کہ بلامکانیت موصوف است ازاین جاست کہ عالم امر را لامکانی گویند۔ الخ۔ (i)

وقال مولانا فقیر اللہ جلال آبادی رحمہ اللہ الباری

اعلم ان اللہ تعالیٰ خلق فی الانسان ستة لطائف بل عشرة الخمسة منها من عالم الامر.

وهی القلب والروح والسر والخفی والا خفی والخمسة من عالم الخلق وهی النفس والعناصر الاربعة واختلفوا فی انها اعتبارات وجهات النفس الناطقة او حقائق علیحدة بحیالها ذهب قبلتنا الروحانی المجدد للالف الثانی الی ان اللطائف الستة هی حقائق منفردة بحیالها کما هو ظاهر کلامه وکلام اتباعه وذهب الشیخ ابن العربی الاندلسی الی انها اعتبارات وجهات النفس الناطقة وتبعه کثیرمن العلماء ثم لکل لطیفة من هذه اللطائف ارتباط بعضو من الجسد فالقلب تحت الثدی الایسر باصبعین.

والروح تحت الثدی الایمن بحذاء القلب والسرفوق الثدی الایسر مائلاً الی وسط الصدر والخفی فوق الثدی الایمن مائلا الی الوسط والاخفی فوق الخفی والسر فی الوسط والنفس فی البطن الاول من الدماغ وتسمیة هذه المواضع باسم اللطائف مجازا من قبیل تسمیة المحل باسم الحال کما فی قوله تعالیٰ (واماالذین ابیضت وجوههم ففی رحمة اللہ) الایة. ای فی جنة اللہ التی تحل فیها الرحمة ثم لکل لطیفة منها نور یظهر فی عالم المثال عند صفائها وظهور ذٰلک النور علامة صفائها فنور القلب احمر ونورالروح اصفر ونور السرابیض ونورالخفی اسود ونورالاخفی اسود غایة السوداء وقیل اخضر ونور النفس علی لون رمادی. (ii)

---

i۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصه چهارم ص ۹۰، ج. ۱

ii. قطب الارشاد ص ۴۳۷، ج. ۱

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اے بیٹے جان لو۔ اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہان میں نیک بخت کردے کہ پانچ اجزاء عالم امر میں سے قلب، روح، سر، خفی، اور اخفی ہیں جو کہ عالم صغیر انسانی کے اجزاء ہیں مگر اس کے اصول عالم کبیر میں ہیں جو کہ عناصر اربعہ کے رنگ میں ہیں یہ انسانی اجزاء ہیں جو کہ عالم کبیر میں اپنے اصول رکھتے ہیں ان اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت سے موصوف ہیں اسی سے یہ بات نکلی ہے کہ عالم امر کو لامکانیت کہتے ہیں۔ انتھٰی (i)

مولانا فقیر اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں چھ لطائف پیدا کئے ہیں بلکہ دس ہیں ان میں سے پانچ عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں جو قلب روح سر خفی اور اخفی ہیں اور پانچ کا تعلق عالم خلق میں سے ہے وہ نفس اور عناصر اربعہ (باد، خاک، آب، آگ) ہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ صرف تعبیرات ہیں اور نفس ناطقہ کی مختلف جہتوں کے نام ہیں یا ہر ایک علیحدہ وجود بھی رکھتا ہے۔ تو ہمارے روحانی قبلہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہ ہے کہ لطائف ستہ (چھ لطائف) اپنی ذات میں الگ الگ حیثیت کے حامل حقائق ہیں جیسا کہ یہ بات ان کے کلام سے واضح ہے اور ان کے متبعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور شیخ ابن عربی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ تعبیرات اور نفس ناطقہ کی مختلف جہات ہیں اور ان کی متابعت بہت سے علماء نے کی ہے۔ ان میں سے ہر لطیفہ کا انسانی اعضاء میں سے کسی ایک کے ساتھ ربط و تعلق ہے۔ قلب بائیں پستان سے دو انگلیوں کے برابر نیچے ہیں۔

روح دائیں جانب پستان کے نیچے ہے جو کہ قلب کے متوازی ہے اور سر بائیں پستان کے اوپر وسط صدر کی جانب مائل ہے اور خفی دائیں پستان کے اوپر وسط صدر کی طرف مائل ہے اور اخفی خفی اور سر کے اوپر وسط صدر میں ہے اور نفس دماغ کے بطن اول میں ہے۔ ان مواضع کا نام لطائف کے نام سے مجازی ہے جو حال کے نام سے محل کو موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ترجمہ: (اور جن کے چہرے سفید ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے) یعنی جنت میں ہوں گے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت جاری وساری ہو گی پھر ہر لطیفے کا اپنا نور ہے جو اس کی صفائی کی وجہ سے عالم مثال میں ظاہر ہوتا ہے اور اس نور کا ظہور اس کی صفائی کی علامت ہے نور قلب سرخ ہے نور روح زرد ہے نور سر سفید ہے اور نور خفی سیاہ ہے اور اخفی کا نور بہت زیادہ سیاہ ہے کسی نے کہا ہے کہ سبز ہے اور نفس کا نور خاکی رنگ کا ہے۔ (ii)

---

i۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم ص ۹۰، ج۔ ۱ ii ۔ قطب الارشاد ص ۴۳۷، ج۔ ۱

﴿ ثبوت لطيفة النفس ﴾

قال الله تعالىٰ حكاية عن يوسف عليه السلام (وما ابرئ نفسى ان النفس لامارة بالسوء الا مارحم ربى ان ربى لغفور رحيم) (i)

وايضا قال الله تعالىٰ (ولا اقسم بالنفس اللوامة) (ii)

قال الله تعالىٰ (ياايتها النفس المطمئنة ارجعى الى ربك راضية مرضية) (iii)

﴿ تعريف النفس ﴾

النفس هى الجوهرالبخارى اللطيف الحامل لقوةالحياةوالحس والحركة الارادية وسماها الحكماء بالروح الحيوانية فهو جوهر مشرق للبدن فعند الموت ينقطع ضوء ه عن ظاهر البدن وباطنه واما فى وقت النوم فينقطع عن ظاهرالبدن دون باطنه فثبت ان النوم والموت من جنس واحد لان الموت هوالانقطاع الكلى والنوم هو الانقطاع الناقص فثبت ان القادر الحكيم دبر تعلق جوهر النفس بالبدن على ثلا ثة اضربِ الاول ان بلغ ضوء النفس الى جميع اجزاء البدن ظاهره وباطنه فهواليقظة وان انقطع ضوء ها عن ظاهره دون باطنه فهوالنوم او بالكلية فهوالموت .

---

i. سورة يوسف آيت ٥٣، جز ١٣

ii. سورة القيمة آيت ٢ جز ٢٩

iii. سورة الفجر آيت ٢٧، ٢٨، جز ٣٠

﴿ لطیفہ نفس کا ثبوت ﴾

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہیں۔ ترجمہ :(اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے میرا رب بخشنے والا مہربان ہے) (i)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ترجمہ (اور جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے) (ii)

ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ (اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی) (iii)

﴿تعریف النفس﴾

نفس ایک لطیف بخاری جوہر ہے جو قوت حیات احساس و شعور اور حرکت ارادی کی حامل ہے اسے حکماء نے روح حیوانی کا نام دیا ہے یہ بدن کو حیات سے منور کرتا ہے موت کے وقت اس کا یہ نور بدن کے ظاہر و باطن سے منقطع ہو جاتا ہے اور نیند کی حالت میں اس کا یہ نور ظاہر بدن سے منقطع ہوتا ہے نہ کہ باطن سے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نیند اور موت کی جنس ایک ہی ہے اس لئے کہ موت کلی انقطاع ہے اور نیند میں انقطاع ناقص ہوتی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ قادر حکیم نے جوہر نفس کا تعلق بدن کے ساتھ تین طریقوں سے تدبیر دی ہے۔ ا۔ نفس کی روشنی بدن کے تمام ظاہری اور باطنی اجزاء میں پہنچے یہ بیداری کی حالت ہے۔ ۲۔ ظاہر سے منقطع ہو اور باطن سے منقطع نہ ہو یہ نیند کی حالت ہے۔ ۳۔ بالکلیہ تعلق ختم ہو جائے یہ موت ہے۔

---

i۔ سورۃ یوسف آیت نمبر ۵۳، پارہ نمبر ۱۳

ii۔ سورۃ القیمۃ آیت نمبر ۲ پارہ نمبر ۲۹

iii۔ سورۃ الفجر آیت نمبر ۲۷، نمبر ۲۸، پارہ نمبر ۳۰

﴿ احوال النفس ﴾

النفس الامارة: هى التى تميل الى الطبيعة البدنية وتأمر باللذات والشهوات الحسية و تجذب القلب الى جهة السفلية فهى مأوى الشرور ومنبع الاخلاق الذميمة.النفس اللوامة:هى التى تنورت بنور القلب قدرما تنبهت به عن سنة الغفلة كلما صدرت عنها سيئة بحكم جبلتها الظلمانية اخذت تلوم نفسها وتتوب عنها.النفس المطمئنة:هى التى تم تنورهابنور القلب حتى انخلعت عن صفاتها الذميمة وتخلقت بالاخلاق الحميدة. انتهى

وقال الامام العلامة علاؤ الدين على بن محمد ابراهيم البغدادى المعروف بالخازن واختلفوا فى النفس الامارة بالسوء ماهى فالذى عليه اكثر المحققين من المتكلمين وغيرهم ان النفس الانسانية واحدة ولها صفات منها الامارة بالسوء ومنها اللوامة ومنها المطمئنة فهذه الثلاث المراتب هى صفات لنفس واحدة فاذا ادعت النفس الى شهواتها ومالت اليها فهى النفس الامارة بالسوء فاذا فعلتها أتت النفس اللوامة فلامتها على ذلك الفعل القبيح من ارتكاب الشهوات ويحصل عند ذلك الندامة على ذلك الفعل القبيح وهذا من صفات المطمئنة وقيل ان النفس امارة بالسوء بطبعها فاذا تزكت وصفت، من اخلاقها الذميمة صارت مطمئنة. (i)

وقال العلامة العارف بالله تعالىٰ احمد الصاوى المالكى رحمة الله عليه.

واعلم ان النفس واحدة ولها صفات فاءل امرها تكون امارة بالسوء تدعو الى الشهوات وتميل اليها ولا تبالى وهذه نفس الكفار والعصاة المصرين فاذا اراد الله لها بالهدى جعل لها واعظا يامرها وينهاها فحينئذٍ تصير لوامة تلوم صاحبهاعلى ارتكاب الرذائل فينشأ عن ذلك مجاهدته وتوبته ورجوعه لخالقه فاذاكثرعليها ذلك واستمر صارت مطمئنة ساكنة تحت قضاء الله وقدره راضية باحكامه فتستحق من الله العطايا والتحف قال الله تعالىٰ (ياايتها النفس المطمئنة ارجعى الى ربك راضية مرضية فادخلى فى عبادى وادخلى جنتى) وهذا هو مقام الواصلين وقبل ذلك يسمى مقام السائرين. (ii)

---

i تفسير الخازن ص ٢٦، ج ٣   ii تفسير الصاوى ص ٢٠٩، ج ٢

(احوال النفس یعنی انسانی نفس کی حالتیں) نفس انسانی مختلف صفات اور احوال کی حامل ہوتی ہے اس اعتبار سے اس کی مختلف حالتیں ہیں۔

ا۔ نفس امارہ : اس حالت میں نفس بدنی طبیعت کی طرف مائل ہوتا ہے اور دنیوی لذات اور حسی شہوات کا شائق رہتا ہے اس طرح یہ چیزیں قلب کو سفل (کمتری) کی طرف مائل کرتی ہیں اور یہ شرور اور اخلاق ذمیمہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ ۲۔ نفس لوامہ : اس حالت میں نفس قلب بیدار سے منور ہو جاتا ہے اور خواب غفلت سے آزاد ہو جاتا ہے اور جب بھی اس سے کوئی گناہ اپنی ظلماتی جبلت کے تحت صادر ہو جاتا ہے تو یہ اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور اس سے توبہ کرتا ہے۔ ۳۔ نفس مطمئنہ : اس حالت میں نور قلب سے اس کی نورانیت کامل ہو جاتی ہے حتی کہ صفات ذمیمہ سے خالی ہو کر اخلاق حمیدہ سے متصف ہو جاتا ہے۔

حضرت العلامۃ علاؤالدین المعروف بہ خازن رحمہ اللہ نفس انسانی کی گزشتہ مذکورہ حالات کے متعلق لکھتے ہیں۔

علماء اسلام نفس امارہ کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ یہ کیا ہے اکثر محققین متکلمین علماء کہتے ہیں کہ نفس انسانی دراصل ایک ہی ذات ہے جس کی مختلف صفات ہیں مثلاً امارہ بالسوء لوامہ مطمئنہ وغیرہ یہ نفس انسانی کے مراتب ہیں جب نفس شہوات کی طرف داعی ہو اور ان کی طرف میلان رکھتا ہو تو یہ امارہ بالسوء (برائی کا حکم دینے والا) ہے اور جب اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اگر اپنے آپ کو اس پر ملامت کرتا ہو اور گناہوں اور قبائح کے عمل کرنے پر اسے ملامت کرے اور ان پر ندامت کا اظہار کرے تو یہ نفس لوامہ ہے (ملامت کرنے والا نفس) اور اگر ندامت اور پشیمانی کے ساتھ عمل قبیح کے نہ کرنے کا عزم ہو اور پھر احتیاط کرتا ہو اور اپنے آپ کی نگرانی کرے تو یہ نفس مطمئنہ ہے جو نیکی کرنے پر اطمینان محسوس کرتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ نفس کی برائی پر امر کرنا اس کی طبعی حالت ہے جب اس کی صفائی اور تزکیہ جاری رکھا جائے اور اخلاق ذمیمہ اور قبیحہ سے پاک ہو جائے تو پھر یہ مطمئن بن جاتا ہے۔ (i)

حضرت العلامۃ عارف باللہ احمد الصاوی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

جان لے کہ نفس ایک ہے اور اس کی چند صفات ہیں اس کی اول حالت برائی کی طرف میلان شدید ہے جو کہ شہوات کی طرف دعوت دیتا ہے اور لذات کے حصول میں منہمک رہتا ہے اور اس میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا یہ کفار اور فجار کا حال ہے جب بھی اللہ تعالیٰ اس کے خیر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے اندر سے ایک واعظ اس پر مسلط کر لیتا ہے جو اسے خیر کی دعوت دیتا ہے اور اسے شر سے منع کرتا ہے اس صورت میں یہ لوامہ بن جاتا ہے جو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے رذائل اور قبائح امور کے ارتکاب کی صورت میں اپنے آپ کو ملامت کرنا اس کی ایک صفت بن جاتی ہے یہاں سے اس کے مجاہدے توبہ اور رجوع الی اللہ کی حالت شروع ہو جاتی ہے جب اس پر مداومت اختیار کر لیتا ہے تو اس کو الہام کرنا شروع ہوتا ہے اس وقت یہ ملہمہ بن جاتا ہے اور جب نیکی پر سکون اور برائی پر اضطراب کی حالت کو پہنچ جاتا ہے تو یہ مطمئنہ بن جاتا ہے جو قضاء وقدرت الٰہی کے تحت راضی ہو کر اس کے احکام کے تسلط کو قبول کر لیتا ہے تو یہ اللہ کی عطاء و بخشش کا مستحق بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (اے مطمئن نفس اپنے رب کی طرف رجوع کر تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی میرے بندوں میں داخل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا) یہ واصلین کا مقام ہے اور اس سے قبل سائرین کا مقام ہے۔ (ii)

ا۔ تفسیر الخازن ص ۲۶، ج۔ ۴   ii۔ تفسیر الصاوی ص ۲۰۹، ج۔ ۲

اعلم ايها الطالب ان للنفس اقساماً منها النفس النباتى هو كمال اول لجسم طبيعى آلى من جهة مايتولد ويزيد ويغتذى والمراد بالكمال مايكمل به النوع فى ذاته ويسمى كمالا اوّلا كهيئة السيف للحديدة اوفى صفاته ويسمىٰ كمالا ثانيا كسائر مايتبع النوع من العوارض مثل القطع للسيف والحركة للجسم والعلم للانسان ومنها النفس الحيوانى هو كمال اول لجسم طبيعى آلى من جهة ما يدرك الجزئيات ويتحرك بالأرادة منها النفس الانسانى هو كمال اول لجسم طبيعى آلى من جهة مايدرك الامور الكليات ويفعل الا فعال الفكرية ومنها النفس الناطقة هى الجوهر المجرد عن المادة فى ذواتها مقارنة لها فى افعالها و كذا النفوس الفلكية فاذا سكنت النفس تحت الا مر وزايلها الا ضطراب بسبب معارضة الشهوات سميت مطمئنة واذالم يتم سكونها ولكنها صارت موافقة للنفس الشهوانية ومتعرضة لها سميت لوامة لانها تلوم صاحبها عن تقصيرها فى عبادة مولاها وان تركت الا عتراض واذعنت واطاعت لمقتضى الشهوات ودواعى الشيطان سميت امارة ومنها النفس القدسية هى التى لها ملكة استحضار جميع مايمكن للنوع او قريبا من ذلك على وجه يقينى و هذا نهاية الحدس.

ومنهاالنفس الرحمانى: عبارة عن الوجود العام المنبسط على الاعيان عينا وعن الهيولى الحاملة لصور الموجودات والاول مرتب على الثانى سمى به عند الحكماء تشبيها لنفس الانسان المختلف بصور الحروف مع كونه هواء ساذجا فى نفسه وعبرعنه بالطبيعة عند الحكماء وسميت الاعيان كلمات تشبيها بالكلمات اللفظية الواقعة على النفس الانسانى بحسب المخارج وايضاكماتدل الكلمات على المعانى العقلية كذلك تدل اعيان الموجودات على موجدهاواسمائه وصفاته وجميع كمالاته الثابتة لم بحسب ذاته ومراتبه وايضاكل منها موجود بكلمة كن فاطلق الكلمة عليها اطلاق اسم السبب على المسبب

(انتهى)

اے طالب یہ جان لے کہ نفس کی مختلف قسمیں ہیں۔ ا۔ نفس نباتی : یہ جسم طبیعی کی اول قسم اور پہلا کمال ہے اس حیثیت سے کہ یہ پیدا ہو جاتا ہے بڑھتا ہے غذا حاصل کرتا ہے یہاں کمال سے مراد یہ ہے کہ اس کی نوع فی ذاتہ کامل ہو جاتی ہے اس کو کمال اول کہتے ہیں جیسا کہ لوہے سے تلوار کی صورت بنالی جاتی ہے یا اس کی نوع کی صفات کا کمال مراد ہے اس کو کمال ثانی کہتے ہیں جیسا کہ تلوار سے کاٹنے کا کام لیا جائے یا جیسا کہ جسم کیلئے حرکت اور انسان کیلئے علم۔ ۲۔ نفس حیوانی : یہ جسم طبیعی آلی کی اس حیثیت سے کہ جزئیات کا ادراک کرتا ہے اور متحرک بالارادہ ہوتا ہے اس کا اول کمال ہے۔ ۳۔ نفس انسانی : اور جب جسم طبیعی امور کلیہ کا ادراک کرتا ہے اور افعال فکریہ ادا کرتا ہے تو یہ اس کا پہلا کمال ہے۔ ۴۔ نفس ناطقہ : یہ اپنی ذات میں مادہ سے مجرد ذات ہے جو اپنے افعال میں اس سے مقارن ہوتا ہے نفوس فلکیہ بھی اس طرح ہیں جب نفس انسانی امر الٰہی کے تحت سکون حاصل کرلیتا ہے اور اس کا اضطراب ازوجہ حصول لذات و شہوات زائل ہو جاتا ہے تو وہ مطمئنہ ہے اگر اس کا سکون کامل نہ ہو مگر نفس شہوانی کے موافق رہتا ہے اور شہوات کی آرزو رکھتا ہے تو یہ لوامہ ہے کہ اپنے آپ کو تقصیرات پر ملامت کرتا ہے اگر اپنے آپ پر اعتراض ترک کر کے شہوات میں لگا رہے اور شیطان کے دواعی پر عامل ہو تو امارہ ہے۔

۵۔ نفس قدسیہ : یہ وہ نفس ہے جس کو تمام ممکنات کے استحضار کا ملکہ ہو یا اس کے قریب قریب یقینی حالت ہو یہ حدس کی انتہائی حالت ہے۔

۶۔ نفس رحمانی : یہ موجود عام سے عبارت ہے جو کہ اعیان پر حاوی ہے اس کو صور موجودات کی حامل ہیولی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے یہ پہلا مرتبہ دوسرے پر مرتب ہوتا ہے حکماء اس کو نفس انسانی کی تشبیہ کے طور پر اس نام سے تعبیر کرتے ہیں جو اگرچہ اپنی ذات میں خالص ہوا ہے مگر صور حروف سے مختلف ہے۔ حکماء اس کو طبیعت سے تعبیر کرتے ہیں اور اعیان کو کلمات کہتے ہیں اس لیے کہ یہ کلمات مخارج کے اعتبار سے نفس انسانی پر واقع ہوتے ہیں۔

اس طرح جیسا کہ یہ کلمات عقلی معانی پر دلالت کرتے ہیں اس طرح اعیان موجودات اپنے موجد اور اس کے اسماء و صفات اور جمیع کمالات پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کلمہ کن سے موجود ہوتا ہے اس لیے ان پر کلمات کا اطلاق کیا جاتا ہے یہ اطلاق مجازی ہے یعنی سبب کا نام مسبب کو دیا گیا ہے

انتھی

یاد رکھیئے کہ جسم انسانی میں چند مواضع ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس قابل بنایا ہے کہ انوار الہیہ اور فیوضات کا اخذ کریں۔ ان مواضع کو اہل سلوک کی اصطلاح میں لطائف کہتے ہیں لطائف جمع لطیفہ کا ہے اور لطیفہ عبارت ہے ان استعدادات مجردہ سے جن کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے قلب روح سر خفی اور اخفی میں پیدا کیا ہے ۔اس طرح قلب انسانی اور روح سر خفی اور اخفی ان دقیق استعدادات کے زریعے فیوضات اور انوار الہیہ کی اقتباس کرنے کی قابل بن جاتی ہیں اور یہ لطائف خمسہ جو جسم انسانی میں موجود ہیں ان کا اصل فوق العرش ہے اور عرش عبارت ہے جواہر مجردہ نورانیہ سے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان لطائف خمسہ یا سبعہ کے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے اس طرح ہر ایک لطیفہ ان لطائف مذکورہ سے ایک اولوالعزم رسول سے تعلق رکھتی ہے۔ ان لطائف کیلئے دوسرے قسم کے اصول بھی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اگر ہر لطیفہ اپنی اصل تک نہ پہنچی تو سالک مرتبہ فنافی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

لطیفہ قلب کی اصل تجلیات صفات فعلیہ باری تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے۔ لطیفہ روح کی اصل تجلیات صفات ذاتیہ ثبوتیہ باری تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے۔ لطیفہ سر کی اصل تجلیات شیونات ذاتیہ باری تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے۔ لطیفہ خفی کی اصل تجلیات صفات سلبیہ باری تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور لطیفہ اخفی کی اصل انوار اور تجلیات شان جامع سے تعلق رکھتی ہے اور ان لطائف کیلئے اہل سلوک اور صوفیاء عظام نے اذکار اور مراقبات مقرر کیے ہیں ہر لطیفہ کیلئے اپنا علیحدہ مراقبہ ہے۔

﴿پہلا مراقبہ لطیفہ قلب﴾

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنا لطیفہ قلب جناب نبی کریم ﷺ کے لطیفہ قلب کے مقابل کر کے لسان حال پر یعنی تصوراً ایسا کہے۔

الہی فیض تجلیات فعلیہ باری تعالیٰ کے جو لطیفہ قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفہ قلب تک پہنچا ہے بذریعہ مشائخ عظام اس فیض کو میرے لطیفہ قلب کو عنایت فرمائے یہ الفاظ بڑی عاجزی کے ساتھ کہے۔

یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ سالکین حضرات کے نفوس تین قسم کے ہیں کچھ ایسے نفوس ہیں کہ بتوجہ شیخ کامل و مکمل کے بہت جلد ہی مرتبہ فنا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور بعض ایسے نفوس ہیں کہ کم مدت میں مرتبہ کمال تک پہنچ جاتے ہیں اور ولایت لطیفہ قلب کا حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کے

تحت ہے اور لطیفہ قلب کا نور کامل صفائی کے بعد سالک کو سرخ رنگ پر نظر آتا ہے اور ایسے سالک کا حساب اہل سلوک کے نزد حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نیچے ہوتا ہے اور ایسا سالک آدمی المشرب کہلاتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ سالک حضرت آدم علیہ السلام کے مشرب پر چلتا ہے۔

﴿دوسرا مراقبہ لطیفہ روح﴾

جب سالک مراقبہ لطیفہ قلب میں کچھ مدت گزارے اور مرشد کامل کو سالک میں کچھ کمال نظر آئے تو شیخ سالک کو مراقبہ لطیفہ روح کی تلقین کرتا ہے اور لطیفہ روح دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے مقابل لطیفہ قلب کے اور پوری صفائی کے بعد اس لطیفہ کا رنگ زرد نظر آتا ہے اور ولایت اس لطیفہ کا حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے تحت ہے اور ایسے سالک کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں اس مراقبے کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنا لطیفہ روح جناب سید العرب والعجم ﷺ کے لطیفہ روح سے مقابل کر کے لسان حال یعنی تصور ایہ الفاظ کہے۔

الہی فیض تجلیات صفات ثمانیہ ثبوتیہ ذاتیہ حقیقیہ جو محمد ﷺ کے روح مطہر سے لطیفہ روح حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا ہے اس کو بواسطہ پیران عظام رحمہم اللہ میرے لطیفہ روح تک پہنچائے۔

پھر جب سالک اس لطیفہ کی ولایت تک پہنچے تو اس وقت سالک اپنے صفات کمالیہ اور صفات ساری ممکنات مسلوب خیال کرتا ہے۔ اور صرف رب العلمین کی طرف نسبت خالقیت کرتا ہے اور اسی مرتبے میں سالک کو توحید صفاتی حاصل ہو جاتی ہے۔

﴿تیسرا مراقبہ لطیفہ سر﴾

اسکے بعد جب سالک کو لطیفہ روح میں کامل استعداد حاصل ہو جائے اگر شیخ مناسب سمجھے تو سالک کو مراقبہ لطیفہ سر کی تلقین کرے اور موضع لطیفہ سر بائیں پستان کے اوپر ہے اور وسط صدر کو مائل ہے ولایت لطیفہ سر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم مبارک کے نیچے ہے۔ اس کے بعد فنا لطیفہ قلب بذریعہ تجلیات فعلیہ الٰہیہ آتا ہے اور ثمرہ اس مراقبہ کا فنائی الافعال ہے یعنی سالک سے اس وقت اپنے افعال اور افعال کل موجودات ممکنہ غائب ہوتے ہیں اور صرف افعال یعنی مخلوق خدا نظر آتا ہے اور اس کو توحید خلقی و فعلی کہتے ہیں اور جب سالک یہ ولایت حاصل کرے تو اس کو ولایت آدمی علیہ السلام کہتے ہیں سالک اس ولایت سے مرتبہ واصل الی اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔

اس مراقبے کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنا لطیفہ سر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لطیفہ سر کے مقابل کر کے تصورا یہ الفاظ کہے۔

الہی فیض تجلائے شیونات ذاتیہ جو لطیفہ سر احمدی علیہ الصلوۃ والسلام سے لطیفہ سر موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا ہے اسکو میرے لطیفہ سر کو عنایت کرے بواسطہ مشائخ عظام رحمہم اللہ یہ لطیفہ مکمل کرنے کے بعد سالک کو موسوی المشرب کہا جاتا ہے۔ اور سالک کو اس وقت اپنا جسم معدوم ظاہر ہوتا ہے اور آثار ذات باری تعالیٰ نظر آتے ہیں۔ اور اس مرتبے میں سالک کو توحید ذاتی حاصل ہو جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ سالک کا پختہ یقین بن جاتا ہے کہ صرف ذات باری تعالیٰ موجود ہے اور باقی سب عدم ہے۔

﴿چوتھا مراقبہ لطیفہ خفی﴾

اس مراقبہ میں بھی سالک اپنا لطیفہ خفی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لطیفہ خفی کے مقابل کر کے یہ الفاظ کہے حالاو تصورا الہی تجلیات صفات سلبیہ الہیہ سے جو حضرت محمد ﷺ کے لطیفہ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ خفی تک پہنچا ہے بواسطہ مشائخ عظام رحمہم اللہ میرے لطیفہ خفی کو بھی اس سے منور کرے اس وقت سالک کو تفرید و تجرید باری تعالیٰ کل عالم سے مشہود ہو جاتی ہے اور سالک اور اسکے افعال میں فیوضات الہیہ کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

﴿پانچواں مراقبہ لطیفہ اخفی﴾

پچھلے مراقبوں کی طرح یہ مراقبہ بھی ہے کہ سالک اپنا لطیفہ اخفی حضور علیہ السلام کے لطیفہ اخفی سے مقابل کر کے تصورا یہ الفاظ کہے۔ الہی فیض شان جامع لطیفہ اخفی سید العرب والعجم ﷺ سے میرے لطیفہ اخفی کو بھی منور کرے یہ لطیفہ طے کرنے کے بعد سالک کو محمدی المشرب کہا جاتا ہے اور ثمرہ اس مراقبہ کا یہ ہے کہ سالک باخلاق الہی متخلق ہو جاتا ہے یعنی سارے وہ کام کرتا ہے جس پر رب العزت خوش اور راضی ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح لطیفہ نفسی اور قالبی بھی مراقبات سے منور کرے کہ سالک کے تمام لطائف اللہ تعالےٰ کی ذکر پر زندہ ہو جائیں۔

ان مراقبات کے بعد طریقہ نقشبندیہ عالیہ میں چند مراتب ہیں جن کو مراتب فنا کہتے ہیں۔

مرتبہ اول فنائی الشیخ : اس مرتبہ میں سالک اپنے شیخ کے افعال اخلاق اور اوصاف پر رنگ ہوتا ہے اور سالک کے افعال اپنے شیخ کے افعال سے موافق ہو جاتے ہیں اور شیخ کے ساتھ ایسا تعلق بن جاتا ہے کہ

اگر ساری دنیا کے مشائخ عظام ایک طرف ہوں اور شیخ سالک دوسری طرف تو ماسوا اپنے شیخ کے دوسری طرف التفات بھی نہیں کرتا۔ (انوار قدسیہ ص ۸۴ ج ۱)

اسلیئے کہ شیخ کامل رفیق صراط مستقیم ہوتا ہے سالک کیلئے اپنے شیخ کی صحبت زیادہ مفید ہوتی ہے۔

جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (یا ایھاالذین امنوا اتقوااللہ و کونو ا مع الصادقین) . الایۃ

دوسری جگہ فرماتے ہیں: (فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون) الایۃ

مرتبہ دوم فنافی الرسول: اس مرتبہ میں سالک جناب رسول کریم ﷺ کی ذات مبارک کا تصور کرتا ہے۔ ان صفات کے ذریعے جو شمائل نبویہ ﷺ میں ذکر ہیں اور یہ لحاظ و تصور سبب ہے کمال اتباع کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے افعال واخلاق میں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اگر سالک یا شیخ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے افعال واخلاق پر متخلق نہ ہو تو کبھی بھی مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا اور نہ قرب الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ اسلئے قرب الٰہی کیلئے جن اسباب کی ضرورت ہے وہ اسکے پاس موجود نہیں ہیں اور وہ اسباب عبارت ہیں حب اللہ و حب الرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے۔

مرتبہ سوم فنا قلبی: یہ مرتبہ عبارت ہے اس سے کہ انسان اپنے دل کو ماسوی اللہ سے خالی کرے اور دل میں صرف ذات باری تعالیٰ کو جگہ دے اور یہ عبارت ہے ان علائق کے قطع کرنے سے جو ماسوی اللہ ہیں مطلب یہ کہ سالک اپنے دل سے تمام تعلقات جو ماسوی اللہ ہیں وہ سب اپنے دل سے خارج کرے اور صرف تعلق قلبی اللہ تعالیٰ سے مربوط کرے اور اسے اہل تصوف کی اصطلاح میں محبت قلبی بھی کہتے ہیں

مرتبہ چہارم فنا جسدی: مطلب یہ ہے کہ سالک اپنا تمام بدن صرف اور صرف مرضیات الٰہی میں صرف کرے اور ذات باری تعالیٰ کے علاوہ ہر موجود فی الخارج فانی خیال کرے۔

مرتبہ پنجم فنافی اللہ: یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک جمیع ماسوی اللہ کو فانی خیال کرے اور یہ دو قسم پر ہیں۔ پہلا قسم یہ ہے کہ جتنے بھی موجودات و محسوسات ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا یہ سب سالک کی نظر میں معدوم ہوتے ہیں اسکے ساتھ بعض اوقات میں سالک عالم کو رجوع کرتا ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ تمام حقائق موجودات و ممکنات اللہ تعالیٰ کی قدرت پر قائم ہیں لیکن میری نظر سے ملاحظہ ثانیہ میں غائب اور فانی ہو جائیں گی اور اسے فناء وحدۃ الشہود اور اصطلاح طریقہ چشتیہ میں اسے سیر الی اللہ کہتے ہیں دوسرا قسم یہ ہے کہ سالک کو یقین جازم ہوتا ہے کہ جتنے بھی ماسوی اللہ ہیں وہ واقع میں معدوم ہیں اور یہ

دوسری قسم اہل سلوک کے نزدیک فنا مطلق اور فناء الفنا سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان اسباق کے علاوہ کچھ مراتب اور بھی ہیں جن کو ہم نے توحید افعالی و صفاتی سے تعبیر کیا ہے۔

لیکن حضرت امامنا و قبلۃ قلوبنا و مرشدنا بالواسطہ امام الربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ دوسری قسم معتبر نہیں یعنی آپ صرف قسم اول کو معتبر مانتے ہیں جو وحدۃ الشہود سے مسمیٰ ہے۔

یاد رکھیئے کہ فنا کے مراتب کے بعد مرتبہ بقاء باللہ کا ہے اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک کو یہ پختہ یقین ہو کہ سارے موجودات ممکنہ فی الخارج جو ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت پر قائم اور ثابت ہیں ذوات ہوں یا صفات ہوں یا افعال جسے طریقہ چشتیہ میں سیر الی اللہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اسکے بعد چند مراقبات ہیں جو ذکر کرنے کے لائق ہیں۔ پہلا مراقبہ حقیقت محمدی ﷺ ہے جسکا طریقہ یہ ہے کہ سالک یہ یقین جازم رکھے کہ نور محمدی ﷺ مبدأ و منشأ اور سبب ظہور عالم و خلائق ہے جیساکہ حدیث مبارک میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں **(اول ما خلق اللہ نوری)** ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔ **الحدیث**

دوسرا مراقبہ حقیقت قرآن ہے۔ یہ مراقبہ اس سے عبارت ہے کہ سالک اس بات کا لحاظ رکھے کہ مدلول اس پاک کلام کا ملفوظ صفت رب العلمین ہے۔

تیسرا مراقبہ حقیقت کعبہ ہے **(زادھا اللہ شرفا و کرما)** مطلب یہ کہ سالک اس بات کا لحاظ رکھے کہ جتنے فیوضات وانوار اور رحمتیں من جانب اللہ بیت اللہ شریف پر نازل ہوتی ہیں صرف بیت اللہ شریف کی شرافت و کرامت کے ظہور کیلئے ہیں۔ اہل سلوک کے ہاں اسے حقیقت کعبہ کہتے ہیں اور یہ کعبہ شریفہ کیلئے تمام عالم کا مسجود الیہ ہونے کا سبب ہے اور مسجود لہ حقیقت میں صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ چوتھا مراقبہ حقیقت صلوۃ ہے مطلب یہ کہ جو حالات وارادات اور احوال سالک پر نماز میں آتے ہیں جو رونے غشی اور لذت سے عبارت ہے لیکن اس وقت جب یہ احوال من جانب اللہ ہوں تو یہ نماز درجہ قبول تک پہنچ جاتی ہے تو یہ نماز سالک کو تمام گناہوں سے بچاتی ہے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر) الایۃ ترجمہ: بے شک نماز برائی اور بے حیائی سے منع کرتی ہے۔

اور یہی حقیقت صلوۃ ہے جو تفسیر مذکور سے مفسر ہوا نہ کہ مطلق صلوۃ جو خواص و عوام میں مشترک ہے

اور یہی صلوۃ مذکورہ سالک کو گناہوں سے منع کرتی ہے اور اسی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے (**الصلوۃ معراج المؤمنین**) ترجمہ : نماز مومنین کی معراج ہے۔ **الحدیث**

باقی مراقبات واحوال اور اذکار مطلولات تصوف میں مذکور ہیں یہ مراقبات اور مراتب ہم نے مثال کے طور پر ذکر کئے ہیں۔

تنبیہ

سالک الی اللہ کے سامنے سات منازل طے کرنے ہوتے ہیں۔

۱۔ **ظلمات الاغیار** : اس حالت میں نفس امارہ ہوتا ہے۔ ۲۔ **مقام الانوار** : اس حالت میں نفس لوامہ ہوتا ہے۔ ۳۔ **مقام الابرار** : اس صورت میں نفس ملہمہ ہوتا ہے۔ ۴۔ **مقام الکمال** : اس صورت میں نفس مطمئنہ ہوتا ہے۔ ۵۔ **مقام الوصال** : اس صورت میں نفس راضیہ ہوتا ہے۔

۶۔ **مقام تجلیات الافعال** : اس صورت میں نفس مرضیہ ہوتا ہے۔

۷۔ **مقام تجلیات الصفات والاسماء** : اس صورت میں نفس کامل بن جاتا ہے۔

مذکورہ مقامات میں بندہ جس مقام میں ہوتا ہے وہ اعلیٰ درجہ کے مراتب سے محجوب ہوتا ہے مثلا مقام اول۔ سالک اغیار کی وجہ سے انوار کے مشاہدہ سے محجوب ہوتا ہے اس طرح حال دیگر مراتب کا بھی ہے بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ظلمت ونور کے ستر ہزار حجابات ہیں جو اصل میں بندہ کی طرف راجع ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ محجوب نہیں۔(**وهو القاهر فوق عباده**) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر غالب ہے۔

مذکورہ ہر مقام میں بندہ دس ہزار حجابات سے محجوب ہوتا ہے ہر اول حجاب دوسرے سے زیادہ کثیف ہوتا ہے اس طرح ہر مقام کے حجابات دوسرے کی نسبت زیادہ کثیف ہوتے ہیں۔

ایک بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ دور مقام اول کے مرحلہ اولی میں ہوتا ہے جب اس کو اپنے مرشد کی طرف سے کلمہ (**لا اله الاالله**) کی تلقین ہوتی ہے اور وہ اس پر مداومت اختیار کرلیتا ہے۔ دن رات جہر وخفیہ قیام وقعود اور اضطجاع ہر حالت میں جب وہ اس کا ذاکر ہوتا ہے تو اس کی برکت سے اس کے دل میں ایک ملکوتی چراغ روشن ہو جاتا ہے جس کی روشنی میں وہ قبائح دیکھ لیتا ہے اور ان سے متنفر ہوتا ہے اور اپنے گذشتہ اوقات پر حسرت وافسوس کرتا رہتا ہے ان سے بچنے کیلئے اخلاص سے کوشش کرنے لگتا ہے یہ سالک کیلئے پہلی کرامت ہے جو اس کو سلوک کی راہ پر چلنے میں مددگار ہوتا ہے حتی کہ اسے درجات کمال

تک پہنچاتا ہے۔

نفس انسانی کی حالت مراتب سلوک کے اعتبار سے سات ہیں۔

ا۔ نفس امارہ :اس کی سیر کی حد عالم ناسوت ہے اس سے نکلنے کیلئے لازم ہے کہ سالک مندرجہ ذیل اعمال پر کاربند رہے۔ ا۔تقلیل الطعام والشراب (کم خوردن)۔ ۲۔تقلیل المنام (کم خفتن)۔ ۳۔تقلیل الکلام(کم گفتن)۔ ۴۔تقلیل الاختلاط مع الانام (عزلت) ۵۔ ذکر مدام۔ ۶۔ فکر تمام۔ ۷۔ ترك الحرام والشبهات (حرام اور مشتبہ اشیاء چھوڑنا)۔ ۸۔ لاالہ الااللہ کی مداومت۔

۲۔ نفس لوامہ :اس کی سیر عالم برزخ ہے اس سے نکلنے کیلئے ریاحب جاہ وجلال وغیرہ چھوڑنا ہے اور مذکورہ اعمال پر کاربند رہنا ہے۔

۳۔ نفس ملہمہ : یہ سیر علی اللہ ہے کہ اب اسکے دل میں حقیقت ایمان ظاہر ہو چکا ہے اور اس کا عالم ارواح سے ربط پیدا ہو چکا ہے اس میں عشق و محبت سخاوت قناعت تواضع علم صبر و حلم اور تحمل الاذی سے کام لینا ہوتا ہے۔ فرشتوں کی طرف سے الہام اس کا مددگار ہوتا ہے۔

۴۔ نفس مطمئنہ : یہ سیر مع اللہ ہے اور حقیقت محمدی ﷺ اس کا عالم ہے اس میں صادق اطمینان نصیب ہوتا ہے اور اسرار شریعت ظاہر ہوتے ہیں۔اس میں توکل حلم عبادت رضا شکر صبر سے کام لینا ہے۔

۵۔ نفس راضیہ : یہ عالم لاہوت ہے اور سر السر کا محل ہے اس میں فناء ذات ہے اس میں ورع و تقوی اور رضا بالقضاء توجہ الی اللہ اور کسی پر اعتراض نہ کرنا ان امور سے کام لینا ہے۔

۶۔ نفس مرضیہ : یہ عالم شہادت کی طرف رجوع کا عالم ہے عالم حالی اس کا مسکن اور عالم قالی سے دور ہو جاتا ہے اس کا مقام حیرت ہے مگر یہ حیرت مذموم نہیں بلکہ یہ وفاء کا مقام ہے۔

۷۔ نفس کاملہ : یہ مقام اخفی میں سیر ہے یہ تمام مقامات کا اعلی درجہ ہے رضاء الہیٰ سے اس کے تمام حرکات و سکنات مزین ہوتے ہیں، اور ولی کامل بن جاتا ہے اس کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے صاحب کرامت و محبت ہوتا ہے اس کی توجہ جس طرف جاتی ہے اللہ اسے پورا کر دیتا ہے۔

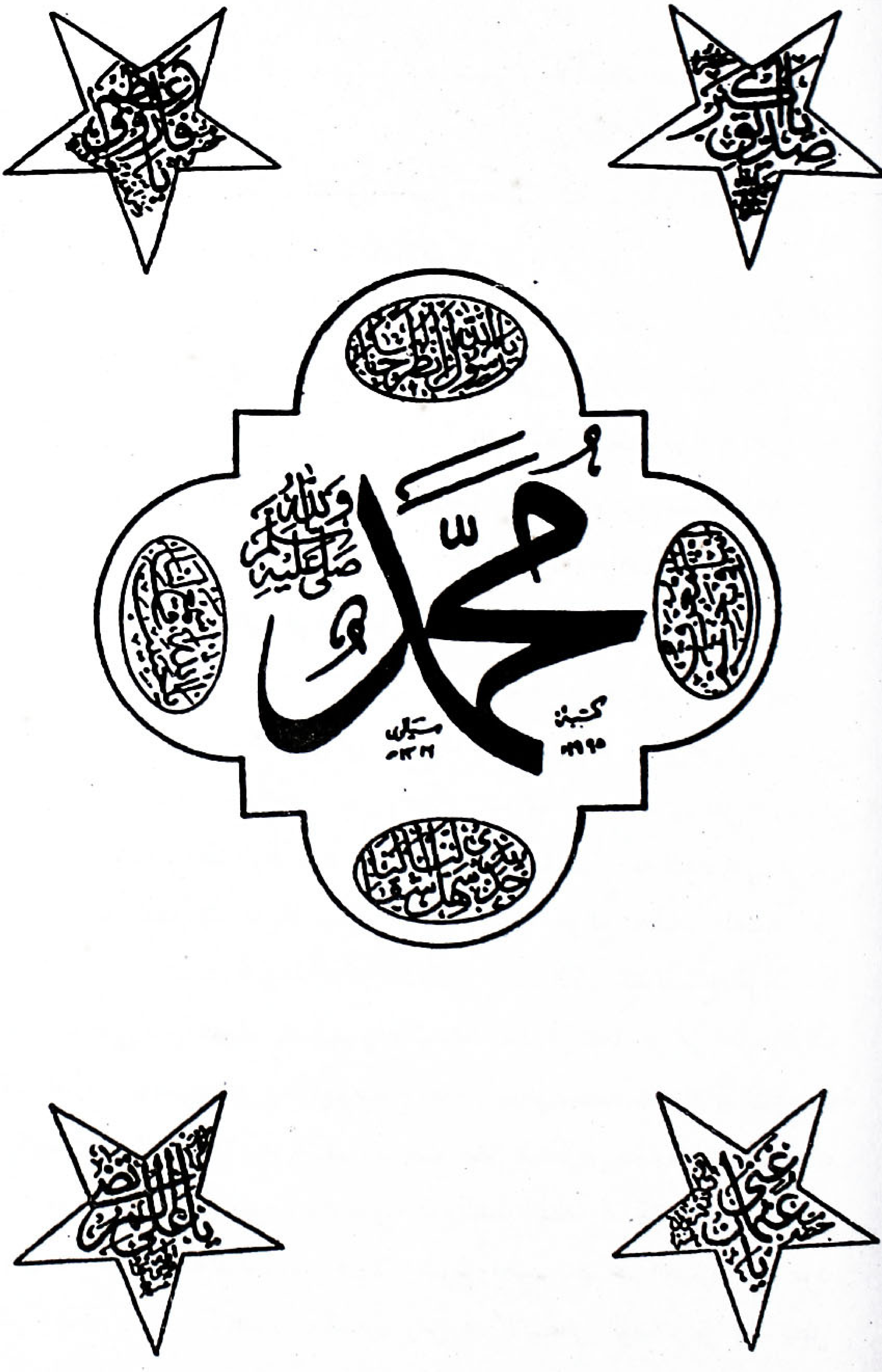

محمد
صلى الله عليه وسلم

اثبات الوجد بالقرآن

۱ قال الله تعالیٰ (واختار موسیٰ من قومه سبعین رجلاً لمیقاتنافلما اخذتهم الرجفة) الاية. سورة الاعراف جز ۹ آیت ۱۵٤

۲ وايضاً قال الله تعالیٰ (الله نزل احسن الحديث كتابا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله)

الاية سورة الزمر جز ۲۳، آیت ۲۳

۳، وايضاً قال الله تعالیٰ (لو انزلنا هذا القرآن علیٰ جبل لرأيته خاشعا متصدعاً من خشية الله) الاية. سورة الحشر جز ۲۸ ، آیت ۲۱

٤. وايضاً قال الله تعالیٰ (فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا وخر موسیٰ صعقا)

الاية سورة الاعراف جز ۹ . آیت ۱٤۳

٥. وايضاً قال الله تعالیٰ (فلما رأينه اكبرنه وقطعن ايديهن وقلن حاش لله)

الاية. سورة يوسف جز ۱۲، آیت ۳۰

قال العلامة السيد محمود الالوسی فی تفسير هذه الاية (واختار موسیٰ من قومه سبعين رجلاً) ان موسیٰ عليه السلام اختار سبعين رجلاً من اشراف قومه ونجبائهم اهل الاستعداد والصفاء والارادة والطلب والسلوك فلما اخذتهم الرجفة ای رجفة البدن التی هی من مبادی صعقة الفناء عند طريان بوارق الانوار وظهور طوالع تجليات الصفات من اقشعرار الجسد وارتعاده وكثيرا ما تعرض هذه الحركة للسالكين عند سماع القرآن او ما يتأثرون به حتى تكاد تتفرق اعضائهم وقد شاهدنا ذلك فی الخالدين من اهل الطريقة النقشبندية و ربما يعتريهم فی صلا تهم صياح معه فمنهم من يستانف صلوته لذلك ومنهم من لايستانف وقد كثر الانكار عليهم وسمعت بعض المنكرين يقولون ان كانت هذه الحالة مع الشعور والعقل فهی سوء ادب و مبطلة للصلوة قطعاً وان كانت مع عدم شعور وزوال عقل فهی ناقضة للوضوء ونراهم لايتوضون واجيب بانها غير اختيارية مع وجود العقل والشعور وهی كالعطاس والسعال ومن هنا لاينتقض الوضوء بل ولا تبطل الصلوة (۱)

تفسير روح المعانی ص ۸٦، ج. ۹ تحت هذه الاية (واختار موسی من قومه)

اثبات وجد قرآن کریم سے

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ترجمہ (موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو ہمارے عہد کے لیے منتخب کیا جب انہیں زلزلہ نے آلیا) سورۃ الاعراف پارہ نمبر ۹ آیت نمبر ۱۵۴

۲۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ترجمہ (اللہ تعالیٰ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک جیسی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں) سورۃ الزمر پارہ ۲۳، آیت نمبر ۲۳

۳۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ترجمہ (اگر ہم نازل کرتے اس قرآن کو ایک پہاڑ پر تو ضرور تو دیکھتا اسے جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ تعالیٰ کے خوف سے) سورۃ الحشر پارہ نمبر ۲۸، آیت نمبر ۲۱

۴۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ترجمہ (پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ بے ہوش گر پڑے) سورۃ الاعراف پارہ نمبر ۹ آیت نمبر ۱۴۳

۵۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ترجمہ (جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا۔ اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئیں اور بولیں اللہ تعالیٰ کے لیے پاکی ہے) سورۃ یوسف پارہ نمبر ۱۲ آیت نمبر ۳۰

حضرت علامہ سید محمود الوسی رحمہ اللہ اس آیت (**واختار موسیٰ من قومه**) کی تفسیر میں فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے اشراف سے ستر ایسے افراد کا انتخاب کیا جو صاحبان استعداد اور سلوک تھے۔ جب ان پر تجلیات کا ظہور ہوا تو ان کے جلد اور بدن حرکت کرنے لگے۔ اور ان کو زلزلے نے آلیا۔ یعنی وہ کانپنے لگے وہ کانپنا جو بدن پر تجلی صفاتیہ اور انوار و بوارق کے ظہور کے سبب لگتا ہے جو بدن پر بال کھڑے ہونے اور بدن کی حرکت سے عبارت ہے۔ ایسی حالت اکثر سالکین پر ظاہر ہوتی ہے جو قرآن کریم کی تلاوت کرنے سننے یا اشعار سننے سے آتی ہے۔ قریب ہے کہ اس سے ان کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ (وہ اشعار جن میں رسول اکرم ﷺ کی صفت کی گئی ہو یا اولیاء کرام کی مدح پر مشتمل ہوں) اور ہم نے یہ مشاہدہ کیا حضرت خالد رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں جو طریقہ نقشبندیہ میں تھے اور نماز کے دوران یہ حالت عارض ہونے کی وجہ سے اکثر وہ نماز میں چیختے تھے۔ اسی وجہ سے بعض سالکین نماز کا اعادہ کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے۔ ان لوگوں پر بہت انکار کیا جاتا ہے۔ اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل و شعور کی موجودگی کے باوجود عارض

ہو جائے تو یہ بے ادبی ہے اور اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور اگر یہ حالت عقل و شعور کی عدم موجودگی میں آجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ وضو نہیں کرتے۔ میں ان کو جواب دیتا ہوں جن کا خیال ہے کہ وجد اور اس حالت سے نماز اور وضو دونوں ٹوٹ جاتے ہیں کہ یہ حالت غیر اختیاری ہے عقل و شعور کے ساتھ اس کی مثال کھانسی یا چھینک جیسی ہے۔ اس لیے اس سے نہ تو نماز باطل ہوتی ہے اور نہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (i)

۲۔ سورۃ الزمر کی آیت (اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا) کی تفسیر میں مصنف تفسیر جلالین یوں رقم طراز ہیں۔

کلام اللہ کی یہ خوبی ہے کہ اس کے بعض حصے بعض دوسرے حصوں کے ساتھ مشابہ ہیں۔ اس کے علاوہ وعد و وعید کے بارے میں آیت کریمہ میں تکرار کے ساتھ ساتھ ایک نظم و ضبط ہے۔ لفظ (تقشعر) کا (ترتعد و تضطرب) یعنی حرکت کرنا اور لرزنا کے معنی میں لانا کلام ربی ہی کا کمال ہے۔ جس کے معنی یہ ہے کہ ان لوگوں کے جلد پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور یہ حالت خوف خدا کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اس طرح مفسر تفسیر مدارک (تقشعر) کے معنی (تضطرب وتتحرك) لکھتے ہیں۔ یعنی ان کے جلد لرزتے ہیں اور حرکت کرتے ہیں خوف خدا کی وجہ سے۔ (ii)

---

i۔ تفسیر روح المعانی ص ۸۶، ج۔ ۹ تحت ھذہ الایۃ
(واختار موسیٰ من قومہ سبعین رجلا)

ii۔ تفسیر جلالین ص ۸۷ ۳، ج۔ ۲، تفسیر الخازن ص ۵۳، ج۔ ۴
تفسیر مدارک علی الخازن ص ۵۳، ج۔ ۴

﴿ فائدہ ﴾

ان مفسرین حضرات کے بقول بدن پر لرزہ طاری ہونا یادل کا اچھلنا صرف خوف خدا کی وجہ سے ہوتا ہے اور اہل نقشبند پر وجد آنا اور لطائف کا حرکت کرنا تلاوت کلام پاک یا نعت رسول مقبول ﷺ سننے کی وجہ سے ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ اضطراب و وجد جو اہل نقشبند پر آتی ہے یہ منصوصی ہے۔

۳. قال الامام محمد بن محمدالغزالی المتوفی ۵۰۵ھ تحت هذه الایة (لو انزلنا هذا القرآن) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول الله ﷺ انه ذکر غلاماً کان فی بنی اسرائیل علی جبل فقال لامه من خلق السماء قالت الله عزوجل قال فمن خلق الارض قالت الله عزوجل قال فمن خلق الجبال قالت الله عزو جل قال فمن خلق الغیم قالت الله عزوجل قال انی لاسمع لله شانا ثم رمی بنفسه من الجبل فتقطع (رواه ابن حبان) وهذا کأنه سمع مادل علی جلال الله تعالیٰ وتمام قدرته فطرب لذلک ووجد فرمی بنفسه من الجبل. (۱)

سورۃ الحشر کی آیت (لو انزلنا هذا القرآن علی جبل) کے تحت امام غزالی رحمہ اللہ یوں لکھتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پہاڑ کے اوپر رہتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنی ماں سے پوچھا کہ آسمان کس نے پیدا کیا ہے۔ ماں نے جواب دیا اللہ جل جلالہ نے۔ پوچھا کہ زمین کس نے پیدا کی ہے۔ ماں نے کہا اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہے۔ ماں نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ پھر پوچھا یہ بادل کس نے پیدا کئے ہیں۔ ماں نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ لڑکے نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی شان سنتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اس نے پہاڑ سے چھلانگ لگائی اور نیچے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس لڑکے نے جو کچھ سنا وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور کمال قدرت پر دلالت کر رہا تھا۔ اس نے اس پر وجد آیا اور اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دیا۔ (۱)

۱۔ احیاء العلوم ص ۲۷۹، ج۔ ۲ مکتبہ بیروت

قال المفسر الجليل السيد محمود الالوسی رحمه اللّٰه فاذا ذاق شيئا منها يرغب فی العزلة والخلوة والذكر والمواظبة على الطهارة والعبادة والمراقبة والمحاسبة ويعرض عن الملاذ الحسية كلها ويفرغ القلب عن محبتها فيتوجه باطنه الى الحق تعالىٰ بالكلية فيظهر له الوجد والسكر والشوق والعشق والهيمان ويجعله فانيا عن نفسه غافلا عنها فيشاهد الحقائق السرية والانوار الغيبية فيتحقق بالمشاهدة والمعاينة والمكاشفة ويظهر له انوار حقيقة تارة وتختفی اخرىٰ. الخ (i)

قال الامام الغزالی المتوفی ٥٠٥ رحمه الله

روی عبدالله بن محمد البلوی رحمه اللّٰه قال كنت انا وعمر بن نباتة جلوسا نتذاكر العباد والزهاد فقال لی مارأيت اورع والافصح من محمدبن ادريس الشافعی رحمه اللّٰه قال خرجت انا وهو والحارث بن لبيد الى الصفاء وكان الحارث تلميذا لصالح المری فافتتح يقرأ وكان حسن الصوت فقرأ هذه الاية عليه (هذا يوم لاينطقون ولا يؤذن لهم فيعتذرون)فرأيت الشافعی وقد تغير لونه واقشعرجلده واضطرب اضطرابا شديدا وخر مغشياً عليه فلماافاق جعل يقول اعوذبك من مقام الكاذبين واعراض الغافلين اللهم لك خضعت قلوب العارفين. (ii)

قال العلامة قاضی ثناء اللّٰه رحمه اللّٰه

واما ماكان من اهل الصلوة واهل القرآن من جملة الصالحين فسماع هؤلاء حلال بلا خلاف بين علمائنا اذ لايريدون بذلك الاوجه الله وحضوره ويذكرون فی خوف الآخرة وكل ذلك محمود غير مذموم والتواجد والرقص ايضا غير مذموم بهذا المعنی. (iii)

---

i. تفسير روح المعانی ص ١٥٨. ج ١٥

ii. احياء العلوم ص ٢١، ج ١ مكتبه مصريه

iii. تفسير مظهری ص ٢٤٩، ج ٧، مكتبه بلوچستان

مصنف تفسیر روح المعانی وجد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جب وہ عشق الٰہی سے ایک جرعہ نوش کرلیتا ہے تو عزلت، خلوت، ذکر اور طہارت و عبادت اور مراقبہ و محاسبہ پر مداومت اختیار کرلیتا ہے۔ اور حسی لذتوں سے اعراض کر کے دل کو ان کی محبتوں سے خالی کرلیتا ہے۔ اور اپنے باطن کو حق تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ کرلیتا ہے۔ اس حالت میں اس پر وجد، سکر، شوق، عشق اور مدہوشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور اسے اپنے نفس سے فانی اور غافل کر دیتا ہے۔ پھر وہ سری اور غیبی انوار کا مشاہدہ کرلیتا ہے۔ اور یہ چیزیں مشاہدہ معاینہ اور مکاشفہ سے ثابت نظر آتی ہے۔ اور یہ مذکورہ انوار کبھی حقیقۃً ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی چھپ جاتے ہیں۔ (i)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وجد کے بارے میں لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن محمد البلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور عمر ابن نباتہ بیٹھے تھے۔ اور عبادت گزار اور پرہیز گار لوگوں کو یاد کر رہے تھے۔ عمر نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فصیح اور پرہیز گار کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک دن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حارث بن لبید صفا کی طرف گئے۔ حارث بن لبید صالح المری کے شاگرد تھے۔ وہ بہت خوش آواز تھے۔ اس نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ (ھذا یوم لاینطقون ولا یؤذن لھم فیعتذرون) میں نے دیکھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ متغیر ہوا۔ بدن پر لرزہ طاری ہوا۔ بے حد مضطرب ہوئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہا اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں مقام کاذبین سے اور اعراض غافلین سے اور اے خدائے عظیم تمہارے لئے عارفین کے دل نرم ہوتے ہیں۔ (ii)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ وجد کے متعلق لکھتے ہیں۔ اور جہاں تک وجد کا تعلق ہے جو اہل صلاۃ و اہل قرآن صالحین پر طاری ہوتا ہے تو اس کا سماع حلال اور جائز ہے۔ اس میں ہمارے علماء میں سے کسی کا اختلاف نہیں جبکہ ان کا مقصد صرف رضائے الٰہی اور حضور ہو اور خوف آخرت سے ذکر کرتے ہوں۔ اس طرح یہ سب محمود اور غیر مذموم ہے۔ اور اس معنی کے لحاظ سے تواجد اور رقص بھی غیر مذموم ہے۔ (iii)

---

i۔ تفسیر روح المعانی ص ۱۵۸۔ ج۔۱۵ ii۔ احیاء العلوم ص ۲۱، ج۔ ۱ مکتبہ مصریہ

iii۔ تفسیر مظہری ص ۲۴۹، ج۔ ۷، مکتبہ بلوچستان

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ وجد کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔ (فان غلبه الوجد وحركه بغير اختيار فهو فيه معذور غير ملوم ومهما رجع اليه الاختيار فليعد الى هدوئه وسكونه). (i)

اور علامہ اسماعیل حقی البروسوی رحمۃ اللہ علیہ امام شبلی رحمہ اللہ کے وجد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وقد قرأ عند الشبلي قوله تعالىٰ (ان اصحب الجنة) الاية

فشهق شهقة وغاب فلما افاق قال مساكين لو علموا انهم عما شغلوا لهلكوا. (ii)

عن محمد بن صبيح قال كان رجل يغتسل فى الفرات فمر به رجل على الشاطئ يقرأ (وامتازوا اليوم ايها المجرمون) الاية فلم يزل الرجل يضطرب حتى غرق ومات. (iii)

عن ممشاد الدينورى انه قال رأيت النبى ﷺ فى النوم فقلت يارسول الله ﷺ هل تنكر من هذا السماع شيئاً فقال ما انكرمنه ولكن قل لهم يفتتحون قبله بالقرآن ويختتمون بعده بالقرآن. (iiii)

حضرت علامہ اسماعیل حقی البروسی رحمہ اللہ وجد کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

قال حضرة الشيخ الشهير بآفندى قدس سره لما جاء المولى علاؤ الدين الخلوتى ببروسة صعد المنبر فى الجامع الكبير للوعظ وقد اجتمع جمع كثير منتظرين لكلامه فقال مرة واحدة ياالله فحصل للجماعة حالة رقصوا و كادوا لايرجعون عن البكاء والفزع. (iiiii)

علامہ حجۃ الاسلام والمسلمین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ زرارہ بن اوفی کی وجد کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

روى ان زرارة بن اوفى وكان من التابعين كان يؤم الناس بالرقة فقرأ (فاذا نقر فى الناقور) فصعق ومات فى محرابه رحمة الله عليه. (iiiiii)

---

i. احياء العلوم ص ۲۹۹، ج. ۲

ii. تفسير روح البيان ص ٤١٦، ج. ۷ مكتبه اسلاميه.

iii. احياء العلوم ص ۲۹۵، ج. ۲   iiii۔ احياء العلوم ص ۲۶۷، ج. ۲

iiiii. تفسير روح البيان ص ۳۹۸، ج. ۱

iiiiii. الترغيب والترهيب ص ۲۶۲، ج. ٤   احياء العلوم ص ۲۹٤، ج. ۲

اگر اس پر وجد غالب ہوا اور وہ بے اختیار حرکت کرنے لگا تو وہ اس میں معذور ہے۔ یعنی کسی غیر ارادی حرکت پر اسے ملامت نہیں کیا جا سکتا اور جب بھی اسے ہوش آجائے تو سالک کو چاہیئے کہ سکون اور آرام کی طرف رجوع کریں۔ (i)

ایک دفعہ حضرت امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ آیت کریمہ (ان اصحاب الجنة) پڑھی گئی۔ تو امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو گئے اور عشق باری تعالیٰ میں گم ہو گئے۔ جب ٹھیک ہوئے تو فرمایا کہ مساکین اگر یہ جانتے کہ یہ کس چیز کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہوئے ہیں تو فوراً ہلاک ہو جائیں گے۔ (ii)

محمد بن صبیح رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص دریائے فرات میں نہا رہا تھا۔ جبکہ دوسرا شخص دریا کے کنارے یہ آیت کریمہ تلاوت کرتا ہوا گزرا (وامتازوا الیوم ایھاالمجرمون) نہانے والا شخص دریا میں مضطرب ہوا۔ حتی کہ غرق ہو کر ڈوب مرا۔ (iii)

شمشاد الدینوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ سے ملاقات کی میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ سماع پر انکار کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی کوئی بھی چیز بری نہیں لگتی لیکن ان لوگوں سے کہہ دو کہ قوالی کا افتتاح اور اختتام قرآن پاک کی تلاوت سے کرے۔ (iiii)

حضرت شیخ افندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علاؤ الدین الخلوتی بروسہ شہر میں وعظ کے لیے منبر پر بیٹھ گئے بہت سارے لوگ ان کی تقریر سننے کے لیے جمع تھے حضرت خلوتی رحمہ اللہ نے ایک بار کہا یا اللہ پوری جماعت پر ایک حالت طاری ہوئی اور رقص کرنے لگے قریب تھا کہ ان آہ و بکاء سے نہ لوٹتے (iiiii)

روایت ہے کہ زرارۃ بن اوفی رحمہ اللہ جو کہ ایک مشہور تابعی تھے۔ رقہ میں لوگوں کی امامت کرتے تھے۔ ایک دن دوران امامت انہوں نے یہ آیت تلاوت کی (فاذا نقر فی الناقور) اس کی تلاوت کے ساتھ ہی آپ رحمہ اللہ محراب میں بے ہوش ہو کر گر پڑے اور انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے (iiiiii)

نوٹ (رقہ ایک جگہ کا نام ہے)

---

i۔ احیاء العلوم ص ۲۹۹، ج۔ ۲ ii۔ تفسیر روح البیان ص ۴۱۶، ج۔ ۷ مکتبہ اسلامیہ۔

iii۔ احیاء العلوم ص ۲۹۵، ج۔ ۲ iiii۔ احیاء العلوم ص ۲۶۷، ج۔ ۲

iiiii۔ تفسیر روح البیان ص ۳۹۸، ج۔ ۱

iiiiii۔ الترغیب والترهیب ص ۲۶۲، ج۔ ۴ احیاء العلوم ص ۲۹۴، ج۔ ۲

دیوبندیوں کے معروف عالم مولوی محمد زکریا صاحب وجد کے متعلق فرماتے ہیں:
کہ عباد اہل بصرہ کے متعلق متعدد قصے لکھے جا چکے ہیں۔ جن میں قرآن پڑھنے سے بعض پر غشی طاری ہو جانا اور بعضوں کا مر جانا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر اس زمانے کے بعض اکابر نے انکار بھی کیا بعضوں نے تو اس وجہ سے کہ اس کو تکلف سمجھا اور بعض نے اس وجہ سے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں یہ چیزیں نہیں پائی گئی۔ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اگر یہ مغلوب الحال تھا تو اس پر نکیر نہیں کی جائیگی اگرچہ جو اپنے حال پر ثابت رہے وہ اس سے افضل ہے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے غشی اور وجد کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یحیٰ ابن سعید قطانی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک دفعہ قرآن پڑھا گیا۔ تو ان پر غشی طاری ہو گئی اگر کوئی شخص اس حالت کو اپنے سے دفع کر سکتا تھا۔ تو یحیٰ ابن سعید قطانی رحمۃ اللہ علیہ ضرور دفع کرتے کیونکہ ان سے زیادہ عقلمند میں نے نہیں دیکھا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے کہ خود ان پر یہ حالت طاری ہوئی اور علی بن فضیل بن عیاض کا قصہ تو بہت مشہور ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ منکرین قاسی القلب ہیں حاصل یہ کہ اس قسم کے واقعات ایسے لوگوں سے کثرت سے ثابت ہیں جن کے صدق پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احوال جو قرآن میں مذکور ہے۔ جسے قلوب کا دہل جانا، آنسوؤں کا بہنا وغیرہ وغیرہ ان سے اونچے ہیں۔ اور ان حالات پر وہ لوگ انکار کرتے ہیں جن کے قلوب میں قساوت اور دلوں پر زنگ لگ چکے ہیں۔ اور جن کو دین سے بُعد ہے۔ یہ طبقہ تو بہت برا ہے۔ اور اس کے بالمقابل بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے احوال سب سے اکمل اور اعلیٰ ہیں۔

یہ دونوں فریق افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ بلکہ اس میں تین مرتبے ہیں۔ ایک تو حال ظالم النفس کا ہے جو قاسی القلب ہے۔ جس کا دل قرآن کے سننے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نرم نہیں ہوتا اور یہ لوگ یہود کے مشابہ ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (ثم قست قلوبھم) کہا ہے۔ اور دوسرا طبقہ مومن متقی ہے۔ لیکن انکے قلوب میں ضعف ہے۔ جو واردات کو برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ بے ہوش ہو جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں اور یہ حالت وارد کی قوت اور قلب کے ضعف کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور ایسی باتیں امور دنیویہ میں بھی پیش آجاتی ہیں۔ کہ بعض آدمی فرط خوشی یا فرط غم سے مر جاتا ہے یا پاگل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی طرف سے کوتاہی نہیں ہوتی تو جو حالت ان پر پیش آتی ہے۔ تو ان پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ان پر شک کرنے کی کوئی وجہ ہے۔

جیسے کسی نے قرآن پاک جائز طریقے سے سنا ہو اور کسی قسم کی زیادتی اس کی طرف سے پیش نہ آئی ہو۔ ایسے میں قلب پر جو حالت طاری ہوتی ہے۔ جس کو سکر اور فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس جیسے اور امور جن سے غیر اختیاری طور پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ اور ان سب چیزوں میں اگر ان کا سبب ناجائز نہ ہو تو یہ بے ہوشی مذموم نہیں ہے بلکہ وہ معذور ہے۔ (i)

---

i۔ شریعت و طریقت کا تلازم ص ۱۱۴

اثبات الوجد بالاحادیث النبویة

حدثنا سویدبن نصر نا عبدالله بن المبارک ناحیوہ بن شریح نا الولید بن ابی الولید ابو عثمان المدائنی ان عقبة بن مسلم حدثه ان شفیا الاصبحی حدثه انه دخل المدینة فاذا هو برجل قد اجتمع علیه الناس فقال من هذا فقالوا ابوهریرة فدنوت منه حتی قعدت بین یدیه وهو یحدث الناس فلما سکت وخلا قلت له اسئلك بحق وبحق لما حدثتنی حدیثا سمعته من رسول الله ﷺ وعقلته وعلمته فقال ابو هریرة افعل لاحدثنك حدیثا حدثنیه رسول الله ﷺ عقلته وعلمته ثم نشغ ابوهریرة نشغة فمکث قلیلا ثم افاق فقال لاحدثنك حدیثا حدثنیه رسول الله ﷺ فی هذاالبیت ما معنا احد غیری وغیره ثم نشغ ابوهریرة نشغة شدیدة ثم افاق ومسح وجهه. (الحدیث) (i)

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال لما انزل الله تعالیٰ علی نبیه هذه الایة (یاایها الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم ناراً) تلاها رسول الله ﷺ ذات یوم علی اصحابه فخر فتیً مغشیا علیه فوضع النبی ﷺ یده علی فؤاده فاذا هو یتحرك فقال رسول الله ﷺ قل لااله الا الله فقالها فبشره بالجنة. (ii)

عن انس رضی الله تعالی عنه قال تلا رسول الله ﷺ هذه الایة (وقودها الناس والحجارة) فقال اوقد علیها الف عام حتی احمرت والف عام حتی ابیضت والف عام حتی اسودت فهی سوداء مظلمة لایطفیٔ اهیبها قال وبین یدی رسول الله ﷺ رجل اسود فهتف بالبکاء فنزل جبریل علیه السلام فقال من هذاالباکی بین یدیك قال رجل من الحبشة واثنی علیه معروفاً وقال ان الله عزوجل یقول وعزتی وجلالی وارتفاعی فوق العرش لا تبکی عین عبدٍ فی الدنیا من مخافتی الا اکثرت ضحکها فی الجنة. (iii)

---

i جامع الترمذی ص ٦١، ج۲ ابواب الزهد

ii الترغیب والترهیب ص ۲۳۳، ج ٤.

iii الترغیب والترهیب ص ۲۳۳، ج ٤، ص ۲۳٤، ج ٤

وجد کا ثبوت احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

حضرت عقبہ بن مسلم فرماتے ہیں کہ شفیاالاصبحی نے فرمایا ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ میں نے ایک آدمی دیکھا۔ جس کے اردگرد بہت سے لوگ جمع ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں۔ شفیاالاصبحی فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث بیان کر رہے تھے۔ راوی فرماتے ہیں کہ (جب لوگ) چلے گئے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ اکیلے ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ مجھے ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سنی ہو اور یاد کی ہو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں تم کو ایک ایسی حدیث بیان کرونگا جو مجھے نبی کریم ﷺ نے بیان کی ہو جو میں نے سمجھی ہو اور یاد کی ہو۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار کونین ﷺ کے اسم شریف کو پہنچ جاتے تو بے ہوش ہو جاتے پھر جب بیدار ہوتے تو نبی کریم ﷺ کا نام لیتے ہی بے ہوش ہو جاتے۔ پھر بیدار ہوتے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے کو مسح کرتے۔ (i)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ جب رب الکریم نے اپنے نبی محمد ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل کی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ترجمہ (اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ) یہ آیت ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کے سامنے تلاوت کی ایک نوجوان لڑکا سنتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے دل پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اس کا دل دھڑک رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہو ﴿لاالہ الا اللہ﴾ اور اسکے ساتھ ہی جنت کی خوشخبری سنائی (ii)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ ترجمہ (اور جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہے) پھر فرمایا۔ یہ آگ ہزار سال تک جلتی رہی حتی کہ سرخ ہو گئی پھر ہزار سال تک جل کر سفید ہو گئی پھر ہزار سال تک جل کر سیاہ ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک کالا آدمی تھا۔ اس نے چیخ مار کر رونا شروع کر دیا جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ کے سامنے یہ رونے والا کون ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ حبش کا ایک آدمی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی اچھی صفت ومدح بیان فرمائی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی آنکھ سے میری خوف کی وجہ سے آنسو نہیں بہتا مگر میں ضرور جنت میں اس کے لیے ہنسنا زیادہ کرونگا۔ (iii)

---

i. جامع الترمذی ص ۶۱، ج۔ ۲ ابواب الزھد ii۔ الترغیب والترھیب ص ۲۲۳، ج۔ ۴۔

iii۔ الترغیب والترھیب ص ۲۲۳، ج۔ ۴، ص ۲۲۴، ج۔ ۴

روی ان زرارة بن اوفی وكان من التابعين كان يؤم الناس بالرقة فقرأ (فاذا نقرفی الناقور) فصعق ومات فی محرابه رحمه الله. (i)

وقد ورد فی الحديث رقص جعفر بن ابی طالب بين يدی النبی ﷺ لما قال له اشبهت خلقی وخُلقی وذلك من لذة هذا الخطاب ولم ينكر عليه السلام فكان هذا اصلاً فی رقص الصوفية لما يدركونه من لذات المواجيد وقد صح القيام والرقص فی مجالس الذكر والسماع عن جماعة من كبار الائمة منهم شيخ الاسلام عز الدين بن عبدالسلام. (ii)

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله عليه واله وسلم قال من ذكر الله ففاضت عيناه من خشية الله حتی يصيب الارض من دموعه لم يعذب يوم القيمة . (iii)

عن العباس بن عبدالمطلب رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا اقشعر جلد العبد من خشية الله تحاتت عنه ذنوبه كما يتحات عن الشجر اليا بسة ور قها. (iiii)

وفی الحديث فی معرض المدح لداؤد عليه السلام انه كان حسن الصوت فی النياحة علی نفسه وفی تلاوت الزبور حتی كان يجتمع الانس والجن والوحوش والطير لسماع صوته وكان يحمل فی مجلسه ار بعمأة جنازة وما يقرب منها فی الاوقات . (iiiii) .

عن محمد بن هاشم رضی الله تعالیٰ عنه قال لما نزلت هذه الاية (وقو دها الناس والحجارة) قرأ ها رسول الله ﷺ فسمعها شاب الی جنبه فصعق فجعل رسول الله ﷺ راسه فی حجره رحمة له . (الحديث) (iiiiii)

---

i. الترغيب والترهيب ص ۲۶۲، ج. ٤ احياء العلوم ص: ۲۹٤ ج ۲

ii. الحاوی للفتاوی ص ۲۳٤، ج. ۲. مكتبه مصريه

iii. الترغيب والترهيب ص ۲۲۸، ج. ٤

iiii. الترغيب والترهيب ص ۲۳٤، ج. ٤

iiiii. احياء العلوم ص ۲۶۶، ج. ۲

iiiiii. الترغيب والترهيب ص ٤٧٤، ج. ٤

روایت کی گئی ہے کہ زرارہ بن اوفی رحمہ اللہ جو ایک مشہور تابعی تھے آپ لوگوں کو مقام رقہ میں امامت دیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے نماز میں یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی **(فاذا نقر فی الناقور)** تلاوت فرماتے ہی آپ رحمہ اللہ نے چیخ ماری اور محراب میں وفات پاگئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ (i)

حدیث میں وارد ہے کہ رقص کیا حضرت جعفر طیارؓ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس وقت جب آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ خلقت اور اخلاق میں مشابہ ہیں اور یہ وجد اور رقص آپ رضی اللہ عنہ نے اس خطاب کی لذت کی وجہ سے کیا آپ ﷺ نے اس کے رقص کرنے پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور یہی صوفیہ حضرات کے لیے وجد ورقص کی دلیل ہے۔ اور ذکر کے مجلسوں میں کھڑا ہونا وجد و تواجد اور رقص کرنا بتحقیق صحیح ہے اور یہ قول بڑے بڑے ائمہ دین سے ثابت ہے۔ (ii)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس شوق میں اتنا روئے کہ آنسو زمین تک پہنچ جائے تو رب الکریم اس شخص کو بروز قیامت عذاب نہیں دیگا۔ (iii)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بنی آدم کے رونگٹے کھڑے ہو جائے۔ تو اس سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح خشک درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ (iiii)

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اچھی صفت بیان کی ہے۔ کہ داؤد علیہ سلام اتنے خوش آواز تھے کہ جن وانس جانور اور پرندے آپ علیہ السلام کی خوش آوازی کیلئے جمع ہوتے تھے اور آپ علیہ السلام کی مجلس سے چار صد یا اس کے قریب جنازے اٹھائے جاتے تھے۔ iiiii۔

حضرت محمد بن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وقو دھا الناس والحجارة) نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ جب یہ آیت ایک جوان نے سنی تو اللہ کے خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے نوجوان کا سر اس پر شفقت کی سے اپنے گود مبارک میں رکھا۔ الحدیث۔ (iiiiii)

---

i۔ الترغیب والترھیب ص ۲۶۲، ج۔ ۴ ii ۔ الحاوی للفتاوی ص ۲۳۴، ج۔ ۲۔ مکتبہ مصریہ

iii۔ الترغیب والترھیب ص ۲۲۸، ج۔ ۴ iiii۔ الترغیب والترھیب ص ۲۳۰، ج۔ ۴

iiiii۔ احیاء العلوم ص ۲۶۶، ج۔ ۲ iiiiii۔ الترغیب والترھیب ص ۲۴۷، ج۔ ۴

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال لما نزلت هذه الاية (واذا رأيت ثم رأيت نعيماو ملكا كبيرا) فقال الحبشی يارسول اللہ ﷺ وهل ترى عينی فی الجنة مثل ماترى عينك ؟ فقال النبی ﷺ نعم فبكى الحبشی حتى فاضت نفسه قال ابن عمر فانا رأيت النبی ﷺ يدليه فی حفرته (رواه الطبرانی) (i)

عن ابی مليكة قال جلسنا الى عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنهما فی الحجر فقال ابكوا فان لم تجدوا بكاء فتباكوا لو تعلموا العلم لصلى احدكم حتى ينكسر ظهره ولبكى حتى ينقطع صوته . (رواه الحاكم مرفوعا وابن ماجة) (ii)

فائدہ: مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث مبارکہ کے نیچے لکھتے ہیں:

فيه اثبات التواجد يعنی التشبيه باهل الوجد اذا كان الغرض جلب الحال المحمود لا الرياء . (iii)

عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه ان غلاما كان فی بنی اسرائيل على جبل فقال لامه من خلق السماء فقالت اللہ عز وجل الحديث وفيه ثم رمىٰ نفسه من الجبل فتقطع. (iiii)

اس حدیث شریف کی وضاحت میں دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

فيه ان الواجد معذور ولو اهلك نفسه فی غلبة الوجد فلاينكر عليه . (iiiii)

---

i. الترغيب والترهيب ص ۳۹۹ ج ٤

ii. الترغيب والترهيب ص ۲۳۱ ج ٤

iii. التشرف بمعرفة احاديث التصوف ص ٦٢

iiii. احياء العلوم ص ۲۷۹ ج ۳ التشرف بمعرفة احاديث التصوف ص ۸۳

iiiii. التشرف بمعرفة احاديث التصوف ص ۸۳

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما فرماتے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (واذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا) تو ایک حبشی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میری آنکھیں جنت کی نعمتیں اس طرح دیکھیں گی جس طرح آپ کی آنکھیں دیکھیں گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں اس حبشی نے رونا شروع کر دیا حتی کہ اسکی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی اور فوت ہوئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھ رہا تھا کہ حبشی کو قبر میں رکھ رہے تھے۔ (i)

حضرت ابو ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حجر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما کے ساتھ بیٹھے تھے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ روئیے اگر رونا نہیں آتا تو زبردستی روئیے یعنی اگر رونا نہیں آتا تو ایسی شکل اختیار کریں جس طرح کوئی زور سے روتا ہو اگر آپ کو معلوم ہوتا تو تم میں سے ہر ایک نماز میں اتنا قیام کرتا کہ اس کی کمر ٹوٹ جاتی اور اتنا روتا کہ اس کی آواز رونے کی وجہ سے ختم ہو جاتی۔ (ii)

فائدہ: اس حدیث میں تواجد کا ثبوت ہے۔ یعنی اگر حقیقی وجد نہ ہو تو اہل وجد سے مشابہ ہونے کیلئے تکلفاً وجد کرنا جائز ہے لیکن مقصد صرف جلب الحال المحمود (یعنی نیک و اچھی حال کھینچنا) ہو نہ ریا۔ حقیقی وجد کو حال محمود کہتے ہیں اسلئے اگر کوئی تواجد کرنا چاہے (تواجد زور سے اپنے آپ پر وجد لانا) تو اس کا مقصد صرف تشبیہ باہل وجد اور حال محمود کا کھینچنا ہونا چاہیے نہ کہ ریا کر رہا ہو۔ (iii)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا تھا جو پہاڑ پر رہتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنی ماں سے کہا کہ آسمان کس نے پیدا کیا ہے اسکی ماں نے کہا کہ اللہ عزوجل نے پیدا کیا ہے پھر اس نے اپنے آپکو پہاڑ سے گرا دیا اور ٹکرے ٹکرے ہو گیا۔ (iiii)

یعنی اس حدیث مبارک سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وجد کرنے والا اپنی وجد میں معذور ہے اگرچہ وہ اپنے آپکو غلبہ وجد سے ہلاک کر ڈالے تو اس پر انکار و اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ (iiiii)

---

i۔ الترغیب والترھیب ص ۳۹۹۔ج۔۴ ii۔ الترغیب والترھیب ص ۲۳۱۔ج۔۴

iii۔ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۶۲

iiii۔ احیاء العلوم ص ۲۷۹،ج۔۳ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۸۳

iiiii۔ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۸۳

اثبات الوجد فی المساجد بالاحادیث النبویة

حدثنا اسحق بن ابراهیم الحنظلی عن عیسیٰ عن الاوزاعی عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت رأیت النبی ﷺ یسترنی بردائه وانا انظر الی الحبشة یلعبون فی المسجد حتی اکون انا التی اسأم فاقدروا قدر الجاریة الحدیثة السن الحریصة علی اللهو (i)

حدثنا زهیر بن حرب قال اخبرنا جریر عن هشام عن ابیه عن عائشة قالت جاء حبش یزفون فی یوم عید فی المسجد فدعانی النبی ﷺ فوضعت رأسی علی منکبه فجعلت انظر الی لعبهم حتی کنت انا التی انصرف عن النظر الیهم (ii)

قالت عائشة رأیت النبی ﷺ یسترنی بردائه وانا انظر الی الحبشة یلعبون فی المسجد حتی اکون انا التی اسأم فاقعد فاقدروا قدر الجاریة الحدیثة السن الحریصة علی اللهو(iii)

حدثنی ابو الطاهر قال انا ابن وهب قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب عن عروة بن الزبیر قال قالت عائشة والله لقد رأیت رسول الله ﷺ یقوم علی باب حجرتی والحبشة یلعبون بحرابهم فی مسجد النبی ﷺ یسترنی بردائه لکی انظر الی لعبهم ثم یقوم من اجلی حتی اکون انا التی انصرف فاقدروا قدر الجاریة الحدیثة السن الحریصة علی اللهو (iiii)

عن ابی طاهر بن بلال الهمدانی الوراق وکان من اهل العلم انه قال کنت معتکفا فی جامع جدة علی البحر فرأیت یوماطائفة یقولون فی جانب منه قولا ویستمعون فانکرت ذلک بقلبی وقلت فی بیت من بیوت الله یقولون الشعر قال فرأیت النبی ﷺ تلک اللیلة وهو جالس فی تلک الناحیة والیٰ جنبه ابوبکر الصدیق رضی الله عنه واذا ابوبکر یقول شیئامن القول والنبی ﷺ یستمع الیه ویضع یده علی صدره کالواجد بذلک فقلت فی نفسی ماکان ینبغی لی ان انکر علی اولئك الذین کانوا یستمعون وهذا رسول الله ﷺ یستمع وابوبکر رضی الله عنه یقول فالتفت الی رسول الله ﷺ وقال هذا حق بحق. (iiiii)

---

i صحیح البخاری ص۷۸۸ ج.۲۔ ii. صحیح مسلم ص۲۹۲ ج.۱

iii الوفا باحوال المصطفی ص۶۱۶ ج. ۲ تفسیرات احمدیه ص۶۰۲

iiii مسلم شریف ص ۲۹۲، ج. ۱ iiiii. احیاء العلوم ص ۲۶۸، ج. ۲

مسجد میں وجد کا ثبوت احادیث نبوی ﷺ سے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ مجھے اپنے چادر مبارک میں چھپا دیتے اور میں حبش کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں کھیل رہے تھے۔ میں حبش کو اتنا دیکھتی کہ میں تھک جاتی اور میں کم عمر ہونے کی وجہ سے کھیل کود سے زیادہ رغبت رکھتی تھی۔ (i)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبش آگئے اور عید کے دن مسجد میں رقص کرنے لگے۔ تو نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا میں اپنا سر آپ ﷺ کے شانے پر رکھ دیتی اور حبش کو دیکھتی۔ پھر فرماتی ہیں کہ میں خود اپنی نظر ان سے واپس کرتی۔ (ii)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کو دیکھتی اور آپ ﷺ مجھے اپنی چادر میں چھپا لیتے اور میں حبش کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں کھیل رہے تھے۔ (iii)

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بخدا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے حجرہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا اور حبش اپنے نیزوں سے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر سے مجھے چھپایا تاکہ میں ان کے کھیل کو دیکھ سکوں اور آخر تک میری وجہ سے کھڑے رہے حتی کہ میں خود واپس ہوئی۔ پس انہوں نے ایک کم عمر لڑکی کی اتنی قدر کی اس لئے کہ وہ کھیل کود کی حریص تھی۔ (iiii)

ابو طاہر بلال الہمدانی الوراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جدہ کی جامع مسجد میں معتکف تھا کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ قوالی اور اشعار کہتے ہیں اور باقی سنتے ہیں یہ عالم فرماتے ہیں کہ قلبی طور پر میں نے اس پر برا مان لیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر میں اشعار کہتے ہیں۔ اسی رات میں نے خواب میں سردار کونین ﷺ کی زیارت کی کہ نبی کریم ﷺ اس جگہ تشریف فرما ہیں اور ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہیں۔ اور اشعار کہتے ہیں اور نبی کریم ﷺ اشعار سن رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے سینے مبارک پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اشعار کی وجہ سے ایسے ہاتھ رکھتے تھے جس طرح ایک واجد اور مجذوب کرتا ہے۔ ابو طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میرے لیے یہ مناسب نہیں کہ ایسے لوگوں کی مجلس پر برا مانوں کہ ان کے پاس سردار کونین ﷺ اور ان کا رفیق غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہیں۔ ابو طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا اور فرمایا حق تعالیٰ کی ذات پر قسم کہ یہ مجالس حق ہیں۔ (iiiii)

---

i. صحیح البخاری ص ۷۸۸ ج۔ ۲
ii۔ صحیح مسلم ص ۲۹۲ ج۔ ۱
iii۔ الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۲۱۶ ج۔ ۲
تفسیرات احمدیہ ص ۶۰۲۔
iiii۔ مسلم شریف ص ۲۹۲، ج۔ ۱
iiiii۔ احیاء العلوم ص ۲۶۸، ج۔ ۲

۱. قریب الوجد ذو مرمی بعید: ☆ عن الاحرار منهم والعبید

۲. غریب الوصف ذو علم غریب: ☆ کأن فؤاده زبر الحدید

۳. لقد عزت معانیه وجلت : ☆ عن الابصار الاللشهید

لما قرأ عمر رضی الله تعالی عنه (اذا الشمس کورت) وانتهی الی قوله (واذا الصحف نشرت) الایة خر مغشیا علیه

ومر یوما بدار انسان وهو یصلی ویقرأ سورة الطور فوقف یستمع فلما بلغ قوله تعالیٰ (ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع) الایة نزل عن حماره واستند الی حائط ومکث زمانا ورجع الی منزله فمرض شهرا یعوده الناس ولایدرون مامرضه . (i)

روی ان فتی من الا نصار دخلته خشیة النار فکان یبکی حتی حبسه ذلك فی البیت فجاء النبی ﷺ فدخل علیه واعتنقه فخرمیتا فقال ﷺ جهزوا صاحبکم الخ. (ii)

عن ابی جریج قال اخبرنی عبید بن عمیر قال اخبر تنی عائشة رضی الله تعالیٰ عنها انها قالت اللعّابین وددت انی اراهم قالت فقام رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وقمت علی الباب انظربین اذنیه وعاتقه وهم یلعبون فی المسجد . الحدیث (iii)

وکان الشبلی رحمة الله علیه فی مسجده لیلة من رمضان وهو یصلی خلف امام له فقرأ الامام (ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیك) الایة فزع الشبلی رحمة الله علیه زعقة ظن الناس انه قد طارت روحه واحمر وجهه وارتعدت فرائصه . (iiii)

وقال العلامة الطحطاوی فی هذه المسئلة.

قال فی الفتاوی لایمنع من الجهر بالذکر فی المساجد احترازاً عن الدخول تحت قوله تعالیٰ (ومن اظلم ممن منع مساجدالله ان یذکر فیها اسمه) الایة کذافی البزازیة. (iiiii)

---

i. احیاء العلوم ص ۱۸۰، ج. ٤

ii. احیاء العلوم ص ۱۸۱، ج. ٤

iii. صحیح مسلم ص ۲۹۲، ج. ۱

iiii. احیاء العلوم ص ۲۹٤، ج. ۲

iiiii. طحطاوی ص ۱۷٤

﴿ ترجمہ اشعار ﴾

۱۔ وجد کا قریب شخص دور سے مارے جانے والے کی طرح ہوتا ہے۔ جو آزاد و غلام سب کی طرف سے مارا جاتا ہے۔ ۲۔ عجیب اوصاف اور عجیب علم کا مالک ہوتا ہے۔ گویا کہ اس کا دل لوہے کی تختی ہوتی ہے۔ ۳۔ جس کے معانی معنز لور آنکھوں کی نظروں سے بہت اونچی ہوتی ہیں سوائے شہید کے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی (اذا الشمس کورت) سے (اذا الصحف نشرت) تک تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ایک دن ایک مکان پر سے گزر رہے تھے اور صاحب مکان نماز میں مشغول تھا۔ نماز میں یہ آیت کریمہ (ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع) تلاوت کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری سے اترے اور ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر دیر تک کھڑے رہے اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر تشریف لائے اور ایک مہینے تک بیمار رہے۔ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیمارداری کیلئے آتے تھے۔ لیکن کسی کو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری معلوم نہ ہوئی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس چیز سے بیمار ہیں۔ (احیاء العلوم ص ۱۸۰، ج۔ ۴)

روایت کی گئی ہے کہ انصار کا ایک نوجوان جس کے دل میں دوزخ کا خوف داخل ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے روتا تھا اور اسکے باعث گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نوجوان کے گھر تشریف لائے اور نوجوان کے ساتھ معانقہ کیا۔ وہ نوجوان مر کر گر گئے سردار کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے دوست (یعنی نوجوان) کیلئے کفن کا انتظام کریں۔ (احیاء العلوم ص ۱۸۱، ج۔ ۴)

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ زیادہ کھیلنے والے لوگ مسجد میں آگئے تھے۔ میرا جی چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو دیکھوں۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں بھی کھڑی ہوئی میں رسول اللہ ﷺ کے کانوں اور گردن مبارک کے درمیان جبش کو دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ (صحیح مسلم ص ۲۹۲، ج۔ ۱)

ایک دن امام شبلی رحمہ اللہ مسجد میں امام کے پیچھے ماہ رمضان میں نماز عشاء پڑھ رہے تھے۔ امام نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ (ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحينا اليك) تو حضرت امام شبلی رحمہ اللہ نے وجد کی وجہ سے ایک چیخ ماری۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ وفات ہو گئے۔ آپ رحمہ اللہ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور باقی اعضاء حرکت میں آگئے۔ (احیاء العلوم ص ۲۹۴، ج۔ ۲)

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسجدوں میں لوگوں کو ذکر بالجھر سے منع نہیں کرنا چاہئے۔ تاکہ اس آیت کریمہ کی مخالفت واقع نہ ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں فرماتے ہیں۔ (ان سے زیادہ ظالم کون ہے جو لوگوں کو مسجد میں ذکر الٰہی سے منع کرتا ہے) یعنی کوئی نہیں۔ (طحطاوی ص ۱۷۴)

انتباہ

یہاں بعض لوگوں کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہوگا کہ وجد اور تواجد جس کو آپ مباح اور جائز قرار دیتے ہیں کچھ لوگوں کا اس سے نفرت ہے اور برے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ اور جب ان لوگوں کو ثبوت کے لیے دلائل دکھائے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو ثابت ہے لیکن ہماری طبیعت اس کی مخالف ہے۔

جواب بتوفیق اللہ الوھاب۔ قارئین حضرات معترضین کے دعوے سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ جاہل ہیں یا عناداً انکار کرتے ہیں۔ اگر انکا اعتراض بنابر جہل ہو تو پھر معذور ہیں کیونکہ (الجاھل یرضی عن نفسہ) جاہل اپنی بات کو ٹھیک کہتا ہے اگرچہ غلط کیوں نہ ہو۔ اور اگر عناد کی وجہ سے ہو تو عناد تمام اعمال میں ایک برا عمل ہے۔ کیونکہ معترض نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت پر اپنی طبیعت کو ترجیح دی۔ کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حبش کے رقص پر نہ تو انکار کرتے ہیں اور نہ برا مانتے ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معترضین شیطان کے دوست ہیں۔

گر بشیطان مائل شیطانی ☆ گر برحمان مائل رحمانی

ترجمہ۔ اگر تم شیطان کی طرف مائل ہوئے تو تم شیطان ہے اور اگر رحمان کی طرف مائل رہے تو رحمانی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید ٥

اللھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید ٥

اثبات الوجد باقوال الفقهاء

فقد سئل امام الطائفتين سيدنا الجنيد ان اقواماً يتواجدون ويتمائلون فقال دعوهم مع الله تعالیٰ یفرحون فانهم قوم قطعت الطریق اکبادهم ومزق النصب فؤادهم وضاقوا ذرعاً فلاحرج عليهم اذاتنفسوا مداوة لحالهم ولوذقت مذاقهم عذرتهم فی صیاحهم وشق ثیابهم.

مافی التواجد ان حققت من حرج ☆ ولاالتمائل ان اخلصت من باس
فقمت تسعی علی رجل وحق لمن ☆ دعاه مولاه ان یسعی علی الرأس
ومن یك وجده وجدا صحیحاً ☆ فلم یحتج الی قول المغنی
له من ذاته طرب قدیم ☆ وسکر دائم من غیر دن (i)

اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ وجد کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

التحقيق القاطع للنزاع فی امرالرقص والسماع يستدعی تفصیلاً ذکر فی عوارف المعارف واحیاء العلوم وخلاصة ماجاب به العلامة النحریر ابن کمال باشا رحمة الله علیه بقوله.

مافی التواجد ان حققت من حرج ☆ ولاالتمائل ان اخلصت من باس
فقمت تسعی علی رجل وحق لمن ☆ دعاه مولاه ان یسعی علی الرأس
الرخصة فیما ذکر من الاوضاع ☆ عندالذکر والسماع
للعارفین الصارفین اوقاتهم ☆ السالکین المالکین لضبط انفسهم عن قبائح الاحوال
فهم لا یستمعون الا من الاله ☆ ولایشتاقون الاله
ان ذکروه ناحوا ☆ وان شکروه باحوا ☆ وان وجدوه صاحوا
واذا غلب علیهم الوجد بغلباته ☆ وشربوا من موارد ارادته
فمنهم من طرقته طوارق الهیبة فخروذاب ☆ ومنهم من برقت له بوارق اللطف فتحرك وطاب
ومن هم من طلع علیه الحب من مطلع القرب فسکر وغاب.

(هذا ماعن لی فی الجواب) (ii)

---

i. رسائل ابن عابدین ص ۱۷۲، ج. ۱ ص ۱۷۳ ج. ۱

ii. فتاوی شامی ص ۳۳۷، ج. ۱

ثبوت وجد اقوال فقہاء سے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ دوران وجد بے قابو ہو جاتے ہیں اور وجد میں گھومتے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست چھوڑ دو۔ کیونکہ طریقت نے ان کے دل کاٹ دیئے ہیں اگر تم ان کی لذت سے آشنا ہو جائے تو چیخنے چلانے اور کپڑے پھاڑنے میں ان کو معذور سمجھو گے۔

ترجمہ اشعار: وجد میں کوئی گناہ نہیں اگر حقیقی ہو یا ظاہری بشرطیکہ خالص اللہ کے لیے ہو۔

حقیقی وجد قوالی یا دوسری لوازمات کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ ایسے شخص کو دائمی لذت اور خوشی حاصل ہو جاتی ہے۔

ایسے لوگ بھاگتے رہے ایک پاؤں پر چلے یا سر کے بل چلے اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (i)

تحقیق اور دلائل کے لحاظ سے اس مسئلے کا قطعی جواب صاحب عوارف المعارف مصنف احیاء العلوم اور علامہ ابن کمال پاشا رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وجد اور تواجد میں کوئی گناہ نہیں اگر یہ خالص رضاء الٰہی کے لیے ہو اور جو عارفین باللہ ہیں اور ہمیشہ نیک کام کرتے ہیں۔ اور ایسے سالکین جو اپنے آپ کو اعمال قبیحہ سے بچاتے ہیں ان لوگوں کی قوالی سماع اور وجد صرف اللہ کے لیے ہوتے ہیں۔

اور جب عشق الٰہی ان پر غالب آجاتی ہے تو یہ لوگ بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں۔ اور محبت الٰہی میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ (ii)

---

i۔ رسائل ابن عابدین ص ۱۷۲، ج۔۱ ص ۱۷۳ ج۔۱

ii۔ فتاوی شامی ص ۷۳۳، ج۔۱

وكان خير النساج رحمة الله عليه يقول قص موسىٰ عليه السلام يوماً على بنى اسرائيل فزعق واحد منهم فانتهره موسى عليه السلام فاوحى الله تعالىٰ اليه ياموسىٰ بحبى باحوا وبطيبى ناحوا وبوجدى صاحوا فكيف تنكر عليهم. (i)

اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ وجد کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

ومنها غلبة حتى يظهر البكاء وارتعاد الفرائص وكان له صلى الله عليه وآله وسلم اذاصلى بالليل أزير كأزير المرجل. (ii)

وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لايلج النار رجل بكى من خشية الله حتى يعود اللبن فى الضرع وكان ابوبكر رجلاً بكاءً لايملك عينيه حين يقرأالقرآن. (iii)

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ وجد کے بارے میں لکھتے ہیں

الوجد مراتب بعضه يسلب الاختيار فلا وجه لمطلق الانكار وفى التتار خانية مايدل على جوازه للمغلوب الذى حركاته كحركات المرتعش. (iiii)

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے وجد کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے جواب دیا۔

مسئلة: فى جماعة الصوفية اجتمعوا فى مجلس ذكر ثم ان شخصاً من الجماعة قام من المجلس ذاكراً واستمر على ذلك لواردحصل له فهل له فعل ذلك سواء كان باختياره ام لا ؟ وهل لاحد منعه وزجره عن ذلك ؟

الجواب: لاانكار عليه فى ذلك وقد سئل عن هذا السوال بعينه شيخ الاسلام سراج الدين البلقينى فاجاب بانه لاانكار عليه فى ذلك ويلزم المتعدى بذلك التعزير..

وسئل عنه العلامة برهان الدين الانباسى فاجاب بمثل ذلك وزاد ان صاحب الحال مغلوب والمنكر محروم ماذاق لذة التواجد واجاب ايضا بمثل ذلك بعض ائمة الحنيفية والمالكية كلهم كتبوا على هذا السوال بالموافقة من غير مخالفة. (iiiii)

---

i. الانوارالقدسيه ص ۱۸۵، ج. ۱ — ii. حجة الله البالغة ص ۹۹. ج. ۲

iii. حجة الله البالغة ص ۹۹، ج. ۲ — iiii. طحطاوى ص ۱۷۴

iiiii. الحاوى للفتاوى ص ۲۳۴، ج. ۲، مكتبه دارالفكر

خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے ایک حکایت بیان فرمارہے تھے۔ کہ اس دوران ایک شخص پر وجد طاری ہوا اور چیخ ماری۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو ڈانٹا۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اس شخص نے میری محبت میں چیخ ماری آپ کو کیونکر انکار ہے۔ (الانوار القدسیہ ص ۱۸۵، ج۔۱)

بعض صوفیاء عظام پر جب خوف الٰہی غالب آجاتی ہے تو وہ رونے لگتے ہیں اور ان کی اعضاء حرکت کرتے ہیں جیسا کہ حضور ﷺ جب رات کو نماز پڑھتے تو آپ ﷺ کے سینے مبارک سے ہانڈی کے جوش مارنے کی سی آواز آتی۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۹۹، ج۔۲)

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک آگ میں نہیں ڈالا جائے گا جب تک کہ دودھ تھن میں واپس داخل نہ ہو۔ (یعنی جس طرح دودھ کا تھن میں واپس داخل ہونا محال اور ناممکن ہے اسی طرح اس شخص کا جہنم میں داخل ہونا ناممکن ہے اسے تعلیق بالمحال کہتے ہیں)

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے تلاوت کے دوران بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۹۹، ج۔۲)

وجد کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض اوقات انسان کو اپنے اوپر کوئی اختیار نہیں ہوتا اس لئے مطلقاً انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ تاتارخانیہ میں ایسی عبارت ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ کہ وہ مغلوب ہوتا ہے اور اس کے حرکات رعشہ کے مریض کی طرح ہوتے ہیں۔ (طحطاوی ص ۱۷۴)

مسئلہ : صوفیاء کرام ایک مجلس میں ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس مجلس میں ایک شخص پر وجد طاری ہوجاتا ہے اور وہ اٹھتا ہے۔ خواہ یہ جذب اختیاری ہو یا بے اختیار کیا یہ جذب جائز ہے یا نہیں اور کیا ایسے لوگوں کو منع کرنا چاہیے یا نہیں ؟

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ وجد سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بعینہ یہ سوال شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی سے پوچھا گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس سے انکار نہیں ہے اور جو لوگ ان کو منع کرتے ہیں ان کو زجر شرعی چاہیے۔ علامہ ابناسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے یہی سوال پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا۔ مزید فرمایا کہ صاحب الحال مغلوب ہوتا ہے اس سے منکر محروم ہے۔ یہ لوگ وجد کی لذت سے ناآشنا ہیں۔ یہی جواب حنفیہ اور مالکیہ کے علماء نے بھی دیا ہے اور مذکورہ جوابات کی تائید کی ہے مخالفت نہیں کی۔ (الحاوی للفتاوی ص ۲۳۴، ج۔۲)

حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ وجد کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

بدانکہ کسے کہ از سماع ووجد واحوال صوفیان انکار کند از مختصری خویش انکار کند ومعذور بود دران انکار کہ چیزیکہ اورا نباشد ایمان بان دشوار توان آورد واین ہمچون مخنث بود کہ اوباور ندارد کہ در صحبت لزتے ہست چہ آن لذت بقوت شہوت توان یافت وچون اورا شہوت نیافریدہ چگونہ بداند..........الخ۔ (i)

عن ممشاد الدینوری رحمۃ اللہ علیہ انہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی النوم فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هل تنکر من هذا السماع شیئاً فقال ما انکر منه شیئاً ولکن قل لهم یفتتحون قبله بالقرآن ویختتمون بعده بالقرآن. (ii)

وکان ابو القاسم القشیری رحمه الله یقول السماع فی کل وقت ینفع مایکون للضعفاء فیأخذ کل عضو نصیبه منه فما ینزل علی العین یبکیها وما ینزل علی اللسان یصیح به وما ینزل علی الید تمزق به الثیاب وتلطم به الوجه ومایقع علی الرجل یرقص به. (iii)

وقال جبیر بن مطعم سمعت النبی صلی الله علیه وآله وسلم یقرأ.

(ام خلقوا من غیر شیٔ ام هم الخالقون) الایة فکانما طارقلبی (iiii)

اس طرح علامۃ الدہر مولانا عبدالجلیل رحمہ اللہ مناقب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں۔

نقل است کہ دروقتیکہ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ برای وعظ بکرسی برمی آید بانواع علوم تکلم میکرد وحاضران ہمہ از مشاہدہ ہیبت وعظمت ساکت وصامت میبودند ناگاہ درمیان کلام میفرمودند (مضی القال وعطفنا بالحال) این گفتن ودر مردم اضطراب ووجد وحال درآمدن یکے گریہ وفریاد میکردند ودیگری درجامہ پارہ کردن وراہ صحرا گرفتن ودیگری بی ہوش می افتاد وجان میداد۔ (iiiii)

---

i. کیمیائی سعادت ص ۱۹۸، رکن دوم

ii۔ احیاء العلوم ص ۲۶۷، ج. ۲ — iii. انوار قدسیه ص ۱۸۶، ج. ۱

iiii. حجة الله البالغة ص ۹۹، ج. ۲ — iiiii. سیف المقلدین ص ۵۳۲

یعنی جو شخص سماع اور وجد کے اثرات سے انکار کرتا ہے تو یہ اس کی اپنی کوتاہ علمی ہے۔ اس شخص کے پاس وہ علم نہیں جسکے ذریعے وہ صوفیاء کرام کے احوال جان سکے ایسے شخص کی مثال اس ہیجڑے (نامرد) کی طرح ہے جو اپنی نامردی اور قوت شہوت کی عدم موجودگی کے باعث لذت جماع سے انکار کرے (i)

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں سرور کائنات ﷺ سے ملاقات کی۔ میں نے پوچھا کہ قوالی اور وجد و تواجد میں آپ کونسی چیز کو ناپسند فرماتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے ان میں سے کوئی چیز بھی ناپسند نہیں لیکن ان لوگوں سے کہہ دو کہ اپنی مجلس کی افتتاح اور اختتام قرآن کریم کی تلاوت سے کرے۔ (ii)

جناب ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اشعار اور قوالی ہر وقت نفع بخش ہے۔ خاص کر ضعیفوں کے لیے مفید ہے اس لیے کہ سماع سے ہر عضو پر خاص اثر ہوتا ہے آنکھیں اس کے اثر سے روتی ہیں زبان پر اثر ہو تو وہ چیخ مارتی ہے۔ ہاتھ متاثر ہو تو کپڑے پھاڑے جاتے ہیں اور چہرے پر تھپڑ مارا جاتا ہے۔ اور جب پاؤں پر اثر ہو تو رقص کرنے لگتے ہیں۔ (iii)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے ہوئے سنا (ام خلقوا من غیر شئ ام هم الخالقون) مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسا کہ میرا دل اڑنے لگا ہو۔ (iiii)

منقول ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وعظ کے لیے کرسی پر تشریف فرما ہوتے تقریر انواع علوم پر ہوتی تھی۔ حاضرین حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے خاموش بیٹھے رہتے اچانک آپ فرماتے۔ (مضی القال وعطفنا بالحال) اس جملے کے ساتھ ہی حاضرین پر وجد طاری ہو جاتا۔ کچھ رونے لگتے۔ بعض نے کپڑے پھاڑنے شروع کر دیئے اور بعض بے ہوش ہو کر جان دے دیتے۔ (iiiii)

---

i۔ کیمیائی سعادت ص ۱۹۸، رکن دوم

ii۔ احیاء العلوم ص ۲۶۷، ج۔ ۲   iii۔ انوار قدسیہ ص ۱۸۶، ج۔ ۱

iiii۔ حجۃ اللہ البالغۃ ص ۹۹، ج۔ ۲   iiiii۔ سیف المقلدین ص ۵۳۲

اسی طرح مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی جذب کے بارے میں لکھتے ہیں:

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

اس شعر میں اس مسئلے کی تحقیق ہے کہ سلوک محض بلا جذب وصول الی المقصود میں کافی نہیں ہوتا۔ اور سلوک اور جذب کے معنی کوئی شخص ہوش اور بے ہوشی کے نہ سمجھا جاوے۔ بلکہ سلوک کہتے ہیں مقامات یعنی اخلاق باطنہ کی اصلاح کو مع پابندی اعمال ظاہرہ کے اس سے نسبت باطنی کے حاصل ہو جانے کی استعداد اور قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن نسبت باطنی کا بالفعل حاصل ہو جانا یہ باختیار سالک نہیں محض فضل الٰہی پر موقوف ہے پس وہ فیض غیبی و عنایت حق جس سے یہ نسبت حاصل ہو جاوے جذب کہلاتا ہیں اور اسی نسبت کو وصول الی اللہ بھی کہتے ہیں۔ غرض سلوک اختیاری ہے اور جذب غیر اختیاری خوب سمجھ لو اس مضمون کو کسی نے اس طرح تعبیر کیا ہے۔

نکر در قطع ہر گز جادہ عشق از دویدنہا

کہ می بالہ بخود این راہ چون تاک از بریدنہا۔ (i)

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی یوں فرماتے ہیں:

فائدہ۔ حال، وجد کسی حالت غریبہ محمودہ کا غلبہ وجد کہلاتا ہے۔ یہ حالت آپ کی اسی قبیل کی تھی اور کاملین کا وجد اکثر ایسا ہی لطیف ہوتا ہے صعقہ یا تمزیق ثیاب وغیرہ نہیں ہوتا۔ اور جس کو وہ بھی بے اختیار ہو معذور ہے۔ (ii)

---

i۔ التکشف عن مہمات التصوف ص ۱۹۴

ii۔ التکشف عن مہمات التصوف ص ۶۶۲

حجۃ الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ وجد کے بارے میں فرماتے ہیں۔

رقص مباح است کہ زنگیان در مسجد میکردو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنظارت رفت در سول اللہ ﷺ باعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت کہ تواز من و من از تو علی از شادی این قول رقص کرد پس کیسہ میگوید کہ این حرام است خطامی کند بلکہ غایت این آنست کہ بازی باشد و بازی نیز حرام نیست۔ (i)

حجۃ الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ وجد کے بارے میں فرماتے ہیں۔

رقص مباح ہے کیونکہ حبشی لوگ مسجد النبی ﷺ میں رقص کرتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے دیکھتے جاتی تھی۔ اور جب حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوشی کے مارے رقص شروع کی۔ جو لوگ وجد کو حرام جانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ اس کی انتہا مستی ہے۔ جبکہ مستی بھی حرام نہیں۔ (i)

---

i۔ کیمیائی سعادت ص ۲۰۵ رکن دوم

قال ابو سعيد الحراز رحمة الله عليه رأيت على بن الموفق فى السماع وهو يقول اقيمونى اقيمونى فاقاموه فقام فتواجد . الخ. (i)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ مصنف روح البیان یوں فرماتے ہیں۔

قال حضرة الشيخ افندى قدس سره لما جاء المولى علاؤ الدين الخلوتى ببروسه صعد المنبر فى الجامع الكبير للوعظ وقد اجتمع جمع كثير منتظرين لكلامه فقال مرة واحدة ياالله فحصل للجماعت حالة رقصوا وكادوا لايرجعون عن البكاء والفزع. (ii)

علامہ ابن عابدین اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہما وجدوذ کربالجہر کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔

اجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكرِ الجماعت فى المساجد و غيرها الا ان يشوش جهرهم على نائمٍ اومصلٍ اوقارئ. (iii)

﴿ انتباه ﴾

فان قلت فما بال هؤلاء لا يظهر وجدهم عندسماع القرآن وهو كلام الله ويظهر عندالاشعاروالنعوت وهوكلام الشعراء فلو كان ذلك حقاً من لطف الله تعالىٰ ولم يكن باطلاً من غرور الشيطن لكان القرآن اولىٰ به من الشعر........

فنقول الوجد الحق هوما ينشأ من فرط حب الله تعالىٰ وصدق ارادته والشوق الى لقائه وذلك يهيج بسماع القرآن ايضاً كما بينا من القصص وانماالذى لايهيج بسماع القرآن حب الخلق وعشق المخلوق ويدل على ذلك قوله تعالىٰ(الابذكرالله تطمئن القلوب)الاية وقوله تعالىٰ(تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله)

---

i. انوارقدسیہ ص ۱۸۵، ج۔ ۱

ii. روح البیان ص ۳۹۸، ج۔ ۱ مکتبہ اسلامیہ۔

iii. رسائل ابن عابدین ، طحطاوی

حضرت ابو سعید الحراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علی بن الموفق سماع کی ایک مجلس میں بیٹھے تھے اور لوگوں سے کہا کہ مجھے اٹھالو مجھے اٹھالو۔ جب اٹھالئے گئے تو انہوں نے تواجد شروع کر دی۔ (i)

حضرت شیخ افندی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ علاؤ الدین الخلوتی بروسہ شہر میں وعظ کے لیے منبر پر بیٹھے۔ بہت سے لوگ وعظ سننے کے لیے منتظر تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ کہا (یااللہ) تو تمام لوگوں نے رقص اور رونا شروع کر دیا۔ (ii)

علماء سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ مساجد میں ذکر بالجہر مستحب ہے بشرطیکہ یہ جہر کسی کی نیند نماز یا قرآت میں مخل نہ ہو۔ (iii)

﴿ انتباہ ﴾

اگر کوئی کہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ سماع قرآن کے وقت ان پر وجد نہیں آتا حالانکہ وہ کلام اللہ ہے اور ان کا وجد اشعار اور نعتوں کے وقت ظاہر ہو جاتا ہے حالانکہ یہ شعراء کا کلام ہے۔ اگر یہ وجد اللہ تعالیٰ کے لطف سے ہوتا اور حق ہوتا اور باطل اور شیطانی دھوکہ نہ ہوتا تو قرآن شعر سے زیادہ بہتر تھا کہ اس سے ان کو وجد آجاتا۔

جواب۔ وجد ایک حق حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرط محبت، صدق ارادت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ قرآن کی سماع سے بھی برانگیختہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے قصص مذکورہ سے واضح کیا اور جو وجد قرآن سے برانگیختہ نہیں ہوتا تو وہ مخلوق کی محبت اور عشق ہوتا ہے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ ترجمہ : (خبردار اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے)

دوسری آیت میں فرماتے ہیں ترجمہ (اس قرآن سے ان لوگوں کی کھالیں کانپتی رہتی ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر وہ نرم پڑتی ہیں اور ان کے دل بھی نرم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے)

---

i۔ انوار قدسیہ ص ۱۸۵، ج۔ ا

ii۔ روح البیان ص ۳۹۸، ج۔ المکتبہ اسلامیہ۔

iii۔ رسائل ابن عابدین، طحطاوی

وكل مايوجد عقيب السماع والاشعار والنعوت بسبب السماع فى النفس فهو وجد فالطمانية والاقشعرار والخشية ولين القلب كل ذلك وجد.

وقد قال الله تعالىٰ انما المؤمنون الذين اذا ذكرالله وجلت قلوبهم.. (الاية)

وقال الله تعالىٰ لوانزلنا هذاالقرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعاً من خشية الله. (الاية)

فالوجل والخشوع وجد من قبيل الاحوال وان لم يكن من قبيل المكاشفات ولكن قد يصير سبباً للمكاشفات والتنبيهات ولهذا قال عليه السلام زينوا القران باصوا تكم وقال لابى موسى الاشعرى لقد اوتى مزمارا من مزاميرال داؤد عليه السلام وامالحكايات الدالة على ان ارباب القلوب ظهر عليهم الوجد عند سماع القرآن فكثيرة فقوله عليه السلام شيبتنى هود واخواتها خبر عن الوجد فان الشيب يحصل من الحزن والخوف وذٰلك وجد واما ما نقل من الوجد بالقرآن عن الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم والتابعين فكثير فمنهم من صعق ومنهم من بكى ومنهم من غشى عليه ومنهم من مات فى غشيته كما حكى الله عنهم (واذا سمعوا ما انزل الى الرسول ترى اعينهم تفيض من الدمع) الاية وايضاً سمع عمرِ رضى الله تعالىٰ عنه رجلاً يقرأ (ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع) فصاح صيحة وخرَ مغشياً عليه فحمل الى بيته فلم يزل مريضاً فى بيته شهراً.

فان قلت فان كان سماع القرآن مفيداً للوجد فما بالهم يجتمعون على سماع الاشعار دون القارئين فكان ينبغى ان يكون اجتماعهم وتواجدهم فى حلق القراء لاحلق الاذكار والاشعار و ينبغى ان يطلب عند كل اجتماع فى كل دعوة قارئ لاشاعر ولا قوال فان كلام الله تعالىٰ افضل من الشعراء لامحالة.

فاعلم ايهاالمعترض ان الشعر اشد تهيجاً من القرآن من ثلاثة اوجه الوجه الاول ان جميع آيات القرآن لا تناسب حال المستمع ولا تصلح لفهمه وتنزيله على ما هو ملابس له فمن استولى عليه حزن او شوق او ندم فمن اين يناسب حاله قوله تعالى (يوصيكم الله فى اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين) وقوله تعالىٰ (والذين يرمون المحصنات)وكذلك جميع الايات التى فيها بيان أحكام الميراث والطلاق والحدود وغيرها.

اور سماع، اشعار اور نعتوں کے بعد جو حالت پائی جاتی ہے تو یہ وجد ہے۔ اطمینان، کانپنا، خشیت، دل کی نرمی یہ سب وجد میں داخل ہیں۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ ترجمہ (دراصل مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرتے ہیں) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ترجمہ (اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اسے جھکا ہوا اللہ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دیکھتے) یہ خوف اور خشوع اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا اللہ کی خشیت سے ہوتا ہے جو کہ وجد کے احوال میں سے ہیں۔ یہ اگرچہ مکاشفات کے قبیلے سے نہیں مگر مکاشفات اور تنبیہات کا سبب ضرور ہے۔ اس وجہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ ان کو داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی دی گئی ہے۔ جہاں تک سماع قرآن کی وجہ سے ارباب قلوب کے وجد کا تعلق ہے تو اس بارے میں بہت سی حکایت موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ یہ وجد کی ایک خبر ہے اس لیے کہ بڑھاپا حزن و غم اور خوف سے آتا ہے اور یہ وجد کی ایک حالت ہے۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام سے وجد بالقرآن کی کافی مثالیں منقول ہیں کہ بعض اس سے بیہوش ہوئے بعض روتے رہے بعض پر غشی طاری ہوئی اور بعض اس سے وفات پا گئے۔ اس کی حکایت قرآن کریم نے اس طرح بیان کی ہے۔ فرمایا (رسول اللہ کی طرف جو کلام نازل ہوا ہے۔ جب یہ سن لیتے ہیں تو آپ ان کو دیکھیں گے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی رہتی ہیں) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قرآن پڑھ رہا تھا۔ (**ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع**) تو اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا گھر لایا گیا اور ایک مہینے تک مریض رہا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر قرآن مجید کا سماع وجد کے لیے مفید ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے جو اشعار کے سماع کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور قاریوں کے قریب جمع نہیں ہوتے۔ ان کے حلقے اجتماع اور وجد تو پھر قرآن کے قاریوں کے پاس ہونا چاہیئے تھے نہ کہ ذکر اور اشعار کے حلقوں میں اور یہ بھی چاہیے تھا کہ ہر اجتماع کے وقت یہ ایک قاری بلاتے نہ کہ شاعر اور قوال۔ اس لیے کہ کلام اللہ شعر سے بالیقین بہتر ہے۔ جواب: اس بارے میں اصل بات یہ ہے کہ شعر قرآن سے زیادہ ہیجان انگیز ہے اس کی تین وجوہ ہیں۔ ا۔ قرآن کریم کی تمام آیات سامع (سننے والا) کے حال کے مناسب نہیں ہوتی ہیں اور نہ اس کی فہم کی رسائی وہاں ہو سکتی ہے جیسا کہ وہ نازل ہو چکی ہیں۔ وہ ضروری نہیں کہ اس کی موجودہ حالت کے مناسب ہوں اب جس شخص پر حزن و غم یا شوق یا ندامت کی حالت حاوی ہو۔ تو اس کی حالت کے لیے مندرجہ ذیل آیات کیسے مناسب ہو سکتی ہیں۔ (**یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین**) (**والذین یرمون المحصنات**) اس طرح وہ تمام آیات جن میں میراث، طلاق اور حدود وغیرہ کے احکام ہیں۔

وانما المحرك لما فی القلب ماینا سبه والابیات انما یضعها الشعراء اعراباً بها عن احوال القلب فلا یحتاج فی فهم الحال منها الی تکلف.

الوجه الثانی ان القرآن محفوظ للاکثرین ومتکرر علی الاسماع والقلوب وکلما سمع أولاً عظم أثره فی القلب وفی الکرة الثانیة یضعف اثره و فی الثالثة یکاد یسقط اثره ولو کلف صاحب الوجد الغالب ان یحضر وجده علی بیت واحد علی الدوام فی مرات متقاربة فی الزمان فی یوم او اسبوع لم یمکنه ذلك ولوابدل ببیت آخر لتجددله اثر فی قلبه وان کان معرباً عن عین ذلك المعنی ولکن کون النظم واللفظ غریباً بالاضافة الی الاول یحرك النفس وان کان المعنی واحداً ولیس یقدر القاری علی ان یقرأقرآنا غریباً فی کل وقت ودعوة فان القرآن محصور لایمکن الزیادة علیه وکله محفوظ متکرر. الخ.

الوجه الثالث ان الشعر الموزون یختلف تأثیره فی النفس بالالحان التی تسمی الطرق والدستانات وانما اختلاف تلك الطرق بمد المقصور وقصر الممدود والوقف فی اثناء الکلمات والقطع والوصل فی بعضها وهذا التصرف جائز فی الشعر ولایجوز فی القرآن الا لتلاوة کما انزل فقصره ومده والوقف والوصل والقطع فیه علی خلاف ماتقتضیه التلاوة حرام اومکروه وایضاً قیل لا براهیم الخواص رحمه الله ماسبب تحرك الانسان عند سماع الاشعار ویجد فی سماعها مالا یجد فی سماع القرآن فقال رضی الله تعالیٰ عنه انما لم یغلب علی الناس التواجد عند سماع القرآن لثقل مافیه من التکالیف فکانه صدمة لا یمکن التحول معها بخلاف الاشعار لانها تروح القلب لعدم التکلیف فیها. (i)

---

i. (الانوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة) ص ١٨٣، ج. ١

قلبی کیفیات کے ابھارنے کے لیے اس کے مناسب مضمون چاہیئے جہاں تک شعر کا تعلق ہے تو اس کے ابیات شعراء کی قلبی کیفیات کی نمائندگی کرتے ہیں اس وجہ سے اس کو یہ تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دوسری وجہ : قرآن کریم اکثر لوگوں کو یاد ہوتا ہے اور بار بار اس کا سماع کرتے ہیں اور دل میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اصولی بات ہے کہ جب بندہ ایک بات پہلی دفعہ سن لیتا ہے تو اس کا اثر دل پر بہت زیادہ ہوتا ہے اور دوسری دفعہ سن لیتا ہے تو اس کا اثر کمزور پڑ جاتا ہے اور تیسری دفعہ بالکل غائب۔ اگر کسی صاحب وجد کو اس کا مکلف بنادیا جائے کہ ہمیشہ صرف ایک ہی بیت سے اس پر وجد آیا کرے اگر چہ وہ اس کو ایک وقت یا ایک دن یا ہر ہفتہ سنادیا جائے او بار بار سنادیا جائے تو یہ ناممکن ہے مگر بیت کے الفاظ اگر چہ اور ہوں تو پھر اس کا اثر ضرور ہوگا۔ اگر چہ اس میں مضمون ایک ہی ہو مگر جب الفاظ اور ان کا ترتیب الگ الگ ہو تو اس سے نفس میں تحریک پیدا ہوگا اس کے مقابلے میں قرآن کی آیات ایسی نہیں۔ ایک قاری کی یہ قدرت نہیں کہ وہ قرآنی آیات کو ہر وقت میں مختلف الفاظ کا لباس پہنادے۔ کیونکہ قرآن ان الفاظ میں محصور ہے اور اس کے الفاظ میں کمی وبیشی ناممکن ہے۔ کیونکہ قرآن محفوظ ہے اور بار بار پڑھا جاتا ہے۔ تیسری وجہ : ایک موزون شعر کی تاثیر نفس انسانی پر مختلف الحان اور مختلف اوزان سے مختلف ہوسکتی ہے جس کو طرق اور دستانات کہتے ہیں ان میں مقصور کو مد دینے اور ممدود کو قصر دینے سے اس طرح کلمات میں وقف قطع وصل کے اختلاف سے معانی اور مضمون میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے انسانی نفس پر اس کے اثرات مختلف ہو سکتے ہیں یہ تصرف شعر میں جائز ہے مگر قرآن میں ناجائز ہے قرآن کریم کی تلاوت ایک ہی صورت میں ممکن ہے جس میں وہ نازل ہوا ہے اور اس میں قصر کو مد میں یا وقف کو وصل میں ایسا بدلنا جو اس کی تلاوت کے تقاضوں کے خلاف ہو حرام ہے حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ نفس انسانی میں اشعار کے سماع کے وقت جو تحریک پیدا ہو جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ایسا قرآن کی تلاوت کے وقت نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ لوگوں پر قرآن کی تلاوت کے وقت وجد غالب اس لئے نہیں ہے کہ اس میں تکالیف کی ثقالت ہے اور یہ گویا کہ صدمہ ہے جس کے ساتھ تحریک کا پیدا ہونا ممکن نہیں بخلاف سماع اشعار کے کہ ان سے دل میں راحت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان میں کوئی تکلیف اس پر نہیں ڈالی جاتی ہے۔(۱)

۱۔ الانوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ ص ۱۸۳۔ ج۔ ۱

اثبات الوجد فی الصلوٰۃ

فان ان فیها او تاوہ اوبکی فارتفع بکاؤہ فان کان من ذکر الجنة او النار لم یقطعها لانه یدلی علی زیادة الخشوع. (i)

اور شرح الوقایہ کا مصنف اس مسئلے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ولا یفسد ها بکاؤہ من ذکر الجنة او النار. (ii)

ابو البرکات علامہ نسفی رحمہ اللہ مصنف کنز الدقائق وجد کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔

والانین والتاؤہ وارتفاع بکائه من وجع او مصیبة الامن ذکر جنة اونار . (iii)

وجد فی الصلوۃ کے متعلق علامہ حسن بن علی الشرنبلالی رحمہ اللہ مصنف نور الایضاح فرماتے ہیں۔

والتا فیف والانین والتاؤہ وارتفاع بکائه من وجع او مصیبة لامن ذکر جنة او نار. (iiii)

اور کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں وجد کے متعلق یوں بیان ہے: (الانین والتاؤۃ والتافیف والبکاء اذا اشتملت علی حروف مسموعةٍ فانها تبطل الصلوة الا اذا کانت ناشئةً من خشیة اللہ تعالیٰ وهذا الحکم متفق علیه بین الحنیفیة والحنابلة) (iiiii)

محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۰۵ فرماتے ہیں۔

فان غلبه الوجد وحرکه بغیر اختیار فهو فیه معذور غیرملوم ومهما رجع الیه الاختیار فلیعد الی هدونه وسکونه. (iiiiii)

علامہ الوسی رحمہ اللہ جو بغداد کا مشہور قاضی و مفتی ہے نماز میں وجد کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔

واجیب بانها غیراختیاریةٍ مع وجود العقل والشعور وهی کالعطاس والسعال ومن هنا لا ینتقض الوضوء بل ولا تبطل الصلوٰة. (iiiiiii)

---

i. فتاوی عالمگیری ص ۱۱۱، ج. ۱ ii. شرح الوقایہ ص ۱۹۳، ج. ۱ هدایہ ص ۱۳۵، ج. ۱ (باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیها) iii. کنز الدقائق ص ۵۵. ج. ۱
iiii. نور الایضاح ص ۸۱ iiiii. الفقه علی المذاهب الاربعة ص ۳۰۰. ج. ۱
iiiiii. احیاء العلوم ص ۲۹۹، ج. ۲ iiiiiii. تفسیر روح المعانی ص ۸۶، ج. ۹

نماز میں وجد کا ثبوت

یعنی اگر کوئی نماز میں آہ آہ کرے یا بلند آواز سے روئے شوق جنت یا خوف جہنم سے تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ رونا اور آہ آہ کرنا زیادہ خشوع پر دلالت کرتا ہے۔ (i)

یعنی اگر نماز میں کوئی روئے یاد جنت یا خوف آخرت سے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (ii)

اگر کوئی نماز میں روئے یا آہ آہ کرے یا اونچی آواز سے روئے اگر یہ رونا کسی درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو تو نماز فاسد ہوتی ہے۔ اور اگر یہ رونا شوق جنت یا خوف جہنم کی وجہ سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (iii)

اگر نمازی کسی مصیبت یا درد کی وجہ سے نماز میں روئے اُف یا آہ آہ کرے تو نماز فاسد ہوتی ہے۔ لیکن اگر جنت کی یاد سے یا خوف جہنم سے روئے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (iiii)

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں وجد کے متعلق یوں بیان ہے۔

اگر رونا اُف اُف یا آہ آہ کرنا حروف پر مشتمل ہو تو نماز کو فاسد کرتا ہے لیکن اگر یاد جنت یا خوف جہنم سے روئے یا آہ آہ کرے تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ حکم احناف و حنابلہ کے مابین متفق علیہ ہے۔ (iiiii)

امام غزالی محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ التوفی ص ۵۰۵ھ فرماتے ہیں۔

اگر سالک پر وجد آجائے اور اپنے اختیار میں نہ ہو تو یہ سالک اپنے وجد میں معذور ہے ملامت نہیں۔ لیکن جب اپنے اختیار میں آجائے تو اپنے حال کی طرف رجوع کرے۔ (iiiiii)

علامہ الوسی مفسر جلیل صاحب تفسیر روح المعانی متعلق وجد فرماتے ہیں۔

میں منکرین وجد کو جواب دیتا ہوں کہ نماز میں وجد یا آہ اوہ اف اف کرنا یہ حالات غیر اختیاریہ ہیں عقل و شعور کے ساتھ اس کی مثال کھانسی اور چھینک کی سی ہے جو ایک غیر اختیاری فعل ہے۔ اس وجہ سے اس سے نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (iiiiiii)

---

i۔ فتاوی عالمگیری ص ۱۱۱، ج۔۱ ii۔ شرح الوقایہ ص ۱۹۳، ج۔۱

ہدایہ ص ۱۳۵، ج۔۱ (باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا)

iii۔ کنزالدقائق ص ۵۵۔ ج۔۱ iiii۔ نورالایضاح ص ۸۱

iiiii۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ص ۳۰۰۔ ج۔۱

iiiiii۔ احیاء العلوم ص ۲۹۹، ج۔۲ iiiiiii۔ تفسیر روح المعانی ص ۸۶، ج۔۹

انتباہ

قارئین حضرات وجد اگر مسلوب الاختیار ہو یعنی غیر اختیاری ہو تو اس پر نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر وجد اختیاری ہو اور واجد نماز میں ایسی حرکات کرے جو ارکان نماز سے نہ ہو یا روئے یا آہ آہ اُف اُف یا ایسے ہی دوسرے الفاظ اپنے اختیار سے کہے تو نماز فاسد ہوتی ہے۔ اس لیے کہ بناء نماز سکون پر ہے اور سکون نماز میں مامور بہ و مطلوب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (وقوموا للہ قانتین) یعنی نماز میں سکون اور عاجزی اختیار کرو۔

اگر کوئی سالک نماز میں اختیاری طور پر روتا ہو یا اف اف یا آہ آہ اپنے شیخ کی خوشی کیلئے کرے تو یہ حرام ہے اور شرک خفی ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر نماز میں وجد غیر اختیاری ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی جس طرح چھینکنے یا کھانسی سے نماز نہیں ٹوٹتی جو ایک غیر اختیاری فعل ہے۔

تفسیر روح المعانی ص ۸۶، ج۔۹

(مزید تفصیل کے لئے ''التبیان فی دقائق السلوک والاحسان'' کا مطالعہ فرمائیں)

مرید کیلئے مرشد کی دست و قدم بوسی باعث برکت ہے

پیر کی ادب مرید پر لازم ہے اور ادب مختلف طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ پیر کا ادب تابعداری اور بات ماننا بھی ادب ہے۔ پیر کی قدم بوسی و دست بوسی بھی ادب میں شامل ہے۔ اور یہ مدارج ترقی کا باعث ہیں۔ اور پیر کے سامنے علامت انکساری ہے۔ مرید جس قدر اپنے پیر کی تعظیم کرے۔ اُسی قدر وہ کامیاب ہوتا ہے۔ اور قدم بوسی و دست بوسی بدعت نہیں بلکہ سُنت ہے۔ اور مرید سُنت کو زندہ کرنے والا ہوتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم مبارک کو اگر کوئی صحابی چومنا چاہتا تو حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منع نہ فرماتے بلکہ اُس کو اجازت دیتے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِيْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَرِجْلَہٗ (رواہ ابو داؤد) زارع جو عبدالقیس کے ایلچیوں کی جماعت میں سے تھے روایت کرتا ہیں کہ ہمیں عبدالقیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بھیجا۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے تو سواریوں سے جلد جلد اتر کر آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قدم بوسی سنت ہے شرک یا بدعت نہیں اب اگر کوئی اس ادب کو شرک یا بدعت سے تعبیر کرے یہ اُس کی جہالت پر مبنی ہے۔

ابن ماجہ شریف باب الرجل یُقَبِّلُ یَدَ الرَّجُلِ کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں قَالَ قَبَّلْنَا یَدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۱) کہ ہم سب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ چومے۔

ابو داؤد شریف میں حضرت عبدالرحمن بن لیلی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک حدیث متضمن ہر ایک قصہ کے بیان کی اور بعد بیان قصہ کے یہ کہا فدنونا یعنی من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقبلنا یدہ (ابوداؤد صفحہ ۳۶۳) کہ پھر ہم سب نے قریب ہو کر آپ کے ہاتھ چومے شیخ الاسلام ابو القاسم عبدالکریم ہوازن القشیری، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی شیخ الاسلام ابن حجر مکی علامہ یافعی علیہم الرحمۃ نے اپنی اپنی مستند کتب میں ایک روایت درج فرمائی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو سیدنا عبداللہ بن عباس نے ادباً عرض کیا۔ کہ اے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان کے صاحبزادے آپ ٹھہر جائیں یعنی رکاب کو نہ پکڑیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ علماء کی تعظیم کریں تو یہ سن کر فَاَخَذَ زَیْدُ بْنِ ثَابِتٍ یَدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَبَّلَھَا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اس کو بوسہ دیا اور عرض کیا ھٰکَذَا اُمِرْنَا

اِنْ نَفْعَلَ بِاَھْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلہٖ وسلم ہم کو بھی اسی طرح کا حکم دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کی تعظیم کریں (رسالہ قشریہ صفحہ ۷۶، مدارج النبوۃ صفحہ ۶۳، صواعق محرقہ ۲۳۸ مراۃ الجنان جلد ا صفحہ ۱۲۲)

دارمی شریف وادب المفرد للبخاری، تنویر القلوب میں ہے کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا اَمَسْتَ النَّبِیَّ بِیَدِکَ (ادب المفرد صفحہ ۱۴۴، تنویر القلوب صفحہ ۲۰۰، دارمی جلد اول صفحہ ۱۳) کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک چھوا ہے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نَعَم ہاں! فَقَبَّلَھَا تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چوما۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہوئے کہ نبی مکرم، رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے متعلق مروی ہے کہ جب وہ اپنے سفر سے واپس آتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے وَ یُقَبِّلُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا ط اور ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔ (بستان العارفین بر حاشیہ بستان العارفین صفحہ ۱۶۰)

امام ابو داؤد نے بَابُ یُقَبِّلُ الرَّجُلَ وَ بَابُ تَقْبِیْلِ الْیَدِ کا باب باندھ کر احادیث جمع فرمائیں۔ اگر ہاتھ اور پاؤں چومنا بدعت و شرک ہوتا تو اتنے بڑے محدثین حضرات صحاح کبھی بھی باب باندھ کر اتنے اہتمام سے احادیث شریفہ جمع نہ فرماتے۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں امام مسلم اور امام کی ملاقات کے متعلق لکھا ہے۔ "مسلم صاحب الصحیح چوں نزد اوے درآمد میگفت بگذار مرا تابوسہ زنم دو پائے ترا"۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۹) یعنی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صحیح مسلم کے جامع ہیں جب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان سے عرض کیا کہ مجھے چھوڑ دیں کہ میں آپ کے پاؤں مبارک کو چوم لوں۔

(مزید تفصیل کے لئے مصنف کی کتاب ''انجلاء العینین فی تقبیل اہل الفاضلین'' کا مطالعہ فرمائیں)